جواہرِ سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے

مولوی محمد مبین کیفیؔ، چریاکوٹی، نے مرتب کیا

پہلی جلد: پہلا دور

پہلا اور دوسرا حصہ

۱۹۳۳

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

فهرست

نمبر شمار	مضمون	صفحه
۱	تعارف	الف
۲	تمهید	۱

خصوصیات دور اول

حصه اول

شعراے دکن

Published by
The Hindustani Academy, (U. P.)
ALLAHABAD

First Edition

Price ... Rs 20 00

Printed by
S. S. Srivastava at the K. P. Press,
ALLAHABAD

نمبر شمار	مضمون	صفحه

انتخاب

حصۂ اول

دور اول

احاطہ مدارس و بیجاپور

حصه دوم

شعراے دهلي

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

نمبر شمار	نام شعرا
۲۰	مومن
۲۱	ذوقی
۲۲	مجرمی
۲۳	نتھر اولیا
۲۴	ولي دکھني
۲۵	مقصود
۲۶	صبائي
۲۷	احمد
۲۸	آگاہ
۲۹	وجدی
۳۰	خاکی
۳۱	آزاد
۳۲	ولی
۳۳	داود
۳۴	عزلت
۳۵	سراج
۳۶	صارم
۳۷	شیدا
۳۸	واقف
۳۹	عزیز
۴۰	عاشق
۴۱	مهدي
۴۲	مرزا

اسماے شعرا

نمبر شمار	نام شعرا
۱	وجہی
۲	محمد قلی قطب شاہ
۳	سلطان محمد قطب شاہ
۴	عبداللہ قطب شاہ
۵	ملا غواصی
۶	ملا قطبی
۷	جنیدی
۸	طبعی
۹	ابن نشاطی
۱۰	نوری
۱۱	فائز
۱۲	شاہی
۱۳	مرزا
۱۴	نصرتی
۱۵	ہاشمی
۱۶	عاجز
۱۷	پنچھی
۱۸	بحری
۱۹	امین

نمبر شمار			نام شعرا
۶۶	...	...	ضیا
۶۷	...	...	احسن
۶۸	...	...	عشق
۶۹	...	...	قدرت
۷۰	...	...	مائل
۷۱	...	...	حزیں
۷۲	...	...	لطف
۷۳	...	...	رنگیں
۷۴	...	...	نثار
۷۵	...	...	حسرت
۷۶	...	...	قسمت
۷۷	..	...	ممنون
۷۸	...	...	وفا
۷۹	...	...	راقم
۸۰	...	...	فیض
۸۱	...	...	خاموش
۸۲	...	...	امین
۸۳	...	...	حسن
۸۴	...	...	گرفتار
۸۵	...	...	مظہر
۸۶	...	...	بقا

نمبر شمار			نام شعرا
۴۳	..	..	مهدی
۴۴	..	..	ضیا
۴۵	..	...	فضلی
۴۶	..	..	منورالدوله
۴۷	..	..	شفیق
۴۸	..	..	آرزو
۴۹	..	..	بهار
۵۰	..	..	آصف
۵۱	..	..	آبرو
۵۲	..	..	مضمون
۵۳	..	..	ناجی
۵۴	..	..	یکرنگ
۵۵	..	..	کلیم
۵۶	..	..	واقف
۵۷	..	..	حاتم
۵۸	..	..	امانی
۵۹	..	...	فغان
۶۰	..	..	مظهر
۶۱	..	..	حسرت
۶۲	..	..	یقین
۶۳	..	..	بیان
۶۴	..	..	تابان
۶۵	..	..	شاعر

تعارف

چھہ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد اکیڈیمی "جواھر سخن" کی پہلی جلد پبلک کے روبرو پیش کرتی ھے ' اکیڈیمی کی مجلس انتظامیہ نے سنہ ۱۹۲۷ع میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اردو کے سربر آوردہ سخنوروں کے کلام کا انتخاب شائع کیا جائے ' ضرورت یہ تھی کہ ایک ایسا جامع انتخاب مرتب ھو جس میں نہ صرف غزلوں کا انتخاب ھو بلکہ وہ ھر صنف سخن پر حاوی ھو ' اس میں تاریخی اصول بھی مد نظر رھے تاکہ شعر اور اس کے زمانے کا تعلق عیاں ھو جائے اور زبان کی تدریجی ترقی کی منزلیں نگاہ کے سامنے آ جائیں - اس انتخاب میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ نہ تو اتنا مختصر ھو کہ شاعر کی خصوصیات اور اس کے شاھکاروں کی پوری طرح نمایندگی نہ ھوسکے ' نہ اتنا بسیط ھو کہ اس میں کل رطب و یابس شامل ھو جائیں ' چنانچہ یہ انتخاب انہیں اصولوں کے تحت میں تیار ھوا ھے ' اس کے علاوہ اس میں شعرا کے انتخاب کے معاملے میں بھی احتیاط برتی گئی ھے ' جہاں تک ممکن ھوا

کہ اس کی طرف سے جو انتخاب نکلے اس میں یہ کوشش کی جائے کہ جہاں تک ممکن ہو ایسا ہر دلعزیز مجموعہ مرتب ہو جس سے مختلف‌الطبائع ناظرین لطف اندوز اور محظوظ ہو سکیں ' اس لیے مجلس انتظامیہ نے ایک کمیٹی انتخاب پر نظر ثاني کی غرض سے مقرر ' یہ کمیٹي چھ ارکان پر مشتمل تھي ' ہر رکن کے سپرد ایک ایک جلد ہوئي مثلاً جناب مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوي نے پہلی - جناب مولانا سید مسعود حسن صاحب رضوي ادیب ایم - اے ریڈر لکھنؤ یونیورسٹي نے دوسری جلد - جناب نواب جعفر علي خاں صاحب اثر بی - اے نے تیسري - جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقي ایم - اے پی ایچ ڈي پروفیسر عربي و فارسی الہ‌آباد یونیورسٹي نے چوتھی - جناب مولانا نعیم‌الرحمان صاحب ایم - اے لکچرر فارسي ' الہ‌آباد یونیورسٹی نے پانچویں اور مرزا محمد عسکری صاحب بی - اے نے چھٹویں جلد کي تصحیح اور اس پر نظر ثاني کي - کمیٹي نے بہ حیثیت مجموعي ایک دستورالعمل بنایا جس کے تحت ہر ممبر یا رکن نے نظر ثاني کي - اس طرح اصل کتاب کی چھ جلدیں تیار ہوئیں اور انتخاب کی چھان بین ہوئي ' ان جلدوں کے علاوہ ایک جلد بسیط مقدمہ پر شامل ہے جس میں تمام اصناف سخن پر بحث کی گئی ہے -

دکني شعرا کے کلام کے انتخاب میں جو غیر معمولي دقتیں پیش آئیں ان میں سب سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے کلام کے جتنے انتخاب اب تک شائع ہوئے ہیں ان میں بیشتر ایسے ہیں جن میں دکني الفاظ کے صحت اور سقم کی چنداں پروا

ہے ہر ایسا شاعر جس کو صاحب طرز کہہ سکتے ہیں اس میں
شامل کیا گیا ہے -

اردو شاعری کے ابتدا سے آج تک متعدد دور قائم کئے گئے
ہیں، ہر دور ایک خاص زمانے تک محدود ہے، جو شاعر اس
زمانے میں ہوے، یا جو کلام حیطۂ تحریر میں آئے، تاریخ
کی قیود کے مطابق اس دور کے تحت میں جمع کر دئے گئے:
آخری دور کے متعلق یہ تحریر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے
کہ جو شعرا بہ قید حیات ہیں ان کو اس انتخاب میں جگہ
نہیں دی گئی کیونکہ ان کے کارناموں کے متعلق خامہ فرسائی
قبل از وقت معلوم ہوتی ہے -

انتخاب سخن کے علاوہ، شاعروں کے حالات اختصار کے ساتھ
درج کئے گئے ہیں اور ہر شاعر کے کلام پر بہت مختصر نقد و
تبصرہ بھی کر دیا گیا ہے - ہر جلد میں انتخاب سے پہلے
خلاصہ دور کی صورت میں، دور کی شعری خصوصیات پر روشنی
ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، مقصد یہ ہے کہ ناظرین کو
"جواہر سخن" کے ذریعہ سے اردو شاعری سے مجملاً واقفیت اور
اردو کے ان کارناموں سے تعارف ہو جاے جن پر اردو ادب کی
عظمت کا انحصار ہے -

اکیڈیمی کی مجلس انتظامیہ نے یہ کام مولوی محمد مبین
کیفی چریا کوٹی اردو اسکالر کے سپرد کیا انہوں نے اردو کے
کثیر دواوین، کلیات، انتخابات، تذکرے اور سوانح سامنے رکھ کر
یہ انتخاب تیار کیا، چونکہ شعر کا انتخاب زیادہ تر ذاتی
رحجانات کے زیر اثر ہوتا ہے لیکن اکیڈیمی کو یہ منظور تھا

تمہید

اُردو زبان کی ابتدا کس زمانے میں ہوئی؟ ایسا سوال ہے جس کا جواب تحقیقات کا محتاج ہے -

اس میں شبہ نہیں کہ غزنوی حملہ‌آوروں کے وقت سے فارسی بولنےوالے ترک خراسانی اور وسط ایشیا کے رہنےوالوں اور شمالی مغربی ہند کے آریائی زبانیں بولنےوالے باشندوں میں ربط ضبط پیدا ہوا -

جب محمود نے پنجاب پر قبضہ کیا ' اور اس کے جانشینوں نے لاہور کو اپنا پایۂتخت بنایا تو معاشرتی اور مذہبی ضروریات کے سلسلے میں وہ زبانیں بننے لگیں جن میں پنجابی اور ہندی ترکیبوں کے ساتھ فارسی اور عربی تصرفات پائے جاتے ہیں -

غزنوی حکمران ابتدا ہی سے ہندوؤں کے ساتھ میل‌جول رکھتے تھے ' محمود اور مسعود کی فوجوں میں ہندو سپاہی اور افسر ملازم تھے ' غالباً انہیں تعلقات کی وجہ سے درباری اور فوجی زبانوں میں تغیر کی ابتدا ہوئی - مشائخ اور صوفیہ ان حملہ‌آوروں سے پہلے ہی یہاں آکر بس چکے تھے ' اور مذہبی تعلیم اور تلقین میں مشغول ہو چکے تھے ' قیاس کہتا ہے کہ ان کو اور ان کی طرح علما کو بھی یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسی زبان میں ہندوستانی باشندوں سے بات چیت کریں جس

نہیں کی گئی ہے، اس لیے ان سے نقل اور اخذ کے سلسلے
میں اہتمام صحت میں بہت دشواریاں پیش آتیں، اگر جناب
ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم - اے، پی ایچ ڈی پروفیسر
عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی کی اعانت شامل نہ ہوتی -

تارا چند

جنرل سکریٹری

۲۳ اگست سنہ ۱۹۳۳ء

نوسہر میں خود لکھتے ہیں کہ مجھے سنسکرت زبان کا علم تھا - اوحدی کے قول کے مطابق برج بھاشا میں ان کے کئی ضخیم دیوان تھے -

چودھویں صدی میں گجرات اور دکن ' سلطنت دھلی کے زیر اثر آگئے اور ملک کے ان حصوں میں شاہی فوجیں انتظام کے سلسلے میں سکونت‌پذیر ہوئیں ' ان کے ساتھہ ساتھہ اصحاب علم اور ارباب دین و مذہب بھی یہاں پہونچ گئے ' یہ لوگ زیادہ تر پنجاب اور دھلی سے گجرات اور دکن میں وارد ہوئے اور یہاں کے باشندوں سے میل‌جول پیدا کیا ' اس وجہ سے ان کی بولی بازاروں اور خانقاہوں کی زبان بن گئی - چودھویں صدی کے اختتام سے پہلے دھلی کی سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا لیکن گجرات اور دکن کی سلطنتیں قائم رہیں ' یہاں علم اور ادب کا چرچا بڑھتا گیا ' دکن نے اِس میں سبقت اور فضیلت حاصل کی ' بہمنی سلطنت کے زیرسایہ ' بادشاہوں کی سرپرستی اور فقیروں کے فیض سے اس نئی زبان نے ادبی حیثیت حاصل کر لی ' کسی نے اس زبان کو گجراتی کسی نے دکنی کے نام سے پکارا ' اِسی زبان میں نظم‌نویسی اور نثرنگاری کا آغاز ہوا ' نثر اُن لوگوں کے پیش نظر تھی جو عوام کو دینی مسائل سمجھانا چاھتے تھے ' اغلب ھے کہ نظم کی ابتدا کا سبب بھی اسی حلقہ کی یہی ضرورتیں رھی ھونگی -

نثر کا انحصار عقلی کارروائیوں پر ھے ' نظم کا تعلق ھمارے فطری جذبات سے ھے - انسان فطرتاً حسن و جمال کا شیفتہ ھے توازن اور موسیقیت اس کی طبیعت اور اس کی سرشت میں

کو وہ سمجھہ سکیں ' کاروبار اور معاملت نے اس تحریک کو اور قوت پہونچا دي ' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان ابراهیم کے زمانے میں مسعود سعد سلمان اور ابو عبداللہ الدکتي جو فارسي کے شاعر تھے هندي میں شعر کہنے لگے - کہا جاتا ہے کہ اس زبان میں ان کے دیوان بھي مرتب ہوے ' گو ان کے کلام کا نمونہ نایاب ہے ' یہ امر متحقق معلوم ہوتا ہے کہ بارھویں صدی عیسوي میں اس نئي زبان هندي میں شاعري کي ابتدا ہوئي -

تیرھویں صدي میں ترکوں کا تسلط شمالي هندوستان پر ہوا اور دهلي پایہ‌تخت قرار پایا ' اس دور میں مشاهیر علم و ادب مشائخ اور صوفیہ هندوستان میں چاروں طرف پھیل گئے ' هندوستانیوں اور پردیسیوں میں گہرے تعلقات قائم ہو گئے ' دونوں ایک دوسرے کے خیالات سے متاثر ہوے اور اس طرح معاشرت اور زبان میں روز بروز تبدیلیاں ہونے لگیں -

انقلاب کے ان نئے مظاہروں کي دلچسپ تاریخ ابھي ہماري آنکھوں سے اوجھل سي ہے ' لیکن اس دھندھلکے میں ایک هستي بہت نمایاں اور روشن ہے وہ هستي حضرت امیر خسرو دهلوي کي ہے ' امیر خسرو ۱۲۵۴ع میں پیدا ہوئے اور علائي زمانے میں اپنے غیر معمولي ادبي کارناموں کی وجہ سے مشہور ہوئے ان کے نام کي طرف هندی کی بہت سي پہیلیاں کہہ مکرنیاں اور نظمیں منسوب ہیں اگرچہ اس قول کی تصدیق کسی مستند ذریعہ سے قطعی نہیں ہوتی لیکن قیاس اور بعض روایتیں کہتي ہیں کہ انہوں نے هندي میں طبع‌آزمائي ضرور کی - ان کي قابلیت کا جامع ہونا اور زبانوں پر قدرت اس دعوے کے شواهد ہو سکتے ہیں -

نظموں کو ھاتھوں ھاتھہ لیا ' اس کی شاعری کو پسندیدگي کي نظر سے دیکھا بلکہ بقول بعض ' انھیں نظموں کي وجہ سے فارسي کو چھوڑکر اِن لوگوں نے بول چال کي زبان کو شاعری کا ذریعہ بنایا - جب ادب کے نکھار سے دهلي کي زبان سنورنی شروع ھوئي تو قدرتي طور پر بول چال کي زبان میں تبدیلي شروع ھوئي وہ الفاظ ' جن میں هندي کے خاص حروف شامل تھے اور فارسي لفظوں میں استعمال نہیں ھوتے تھے ' جن کو فارسي‌داں اپنی زبان سے بآساني ادا نہ کرسکتے تھے ادب سے خارج ھونے لگے ' اس کے علاوہ ' وہ الفاظ بھي جو عوام کی زبانوں پر چڑھے ھوئے تھے اور خواص ان کو بازاري قرار دیتے تھے ' متروک ھونے لگے ' اِس طرح کٹ چھنٹ کر دهلي کي تکسالي اردو زبان تیار ھوئي ' اور اُس کی گود میں اُردو ادب کی پرورش ھونے لگی - محمد شاہ کے عہد سے اس کي مستقل تاریخ شروع ھوتي ھے ' تقریباً دو سو برس کے اندر یہہ زبان ترقی کے ابتدائي مدارج طے کرتي ھوئي آج اس درجہ پر پہونچی ھے کہ اعلے سے اعلے تعلیم کا ذریعہ قرار پائي -

اِس زبان میں علوم و فنون کي کتابوں کا آئے دن اضافہ ھو رھا ھے اور اس کا خزانہ ھر صنف کے کارناموں سے روز بروز مالامال ھوتا جاتا ھے -

وہ زمانہ آگیا ھے کہ ادبي ضروریات کا مطالبہ ھو کہ اردو کے شعبۂ نظم کا ایک ایسا مجموعہ تیار کیا جائے جس سے اس کي تدریجي ترقی کا حال ظاھر ھو ' اور جس کے ذریعہ سے ھر دور کے شاھکار ایک ساتھہ شائقین اُردو کے سامنے پیش کئے جا سکیں - یہہ انتخاب جس کا نام "جواھر سخن" ھے اِن ضرورتوں کو پورا

داخل ہیں - وہ لکھنا پڑھنا پیچھے سیکھتا ہے اور گانا پہلے ' اسي لئے اردو زبان کیا بلکہ ہر زبان کي تاریخ نظم سے شروع ہوتي ہے -

پندرھویں اور سولھویں صدي میں دکن کے اندر جو زبان ادبي تالیفات اور تصنیفات کا ذریعہ بني اس کو اردو کہنا نامناسب نہ ہوگا گو اس کو زمانہ حال کی اردو سے زیادہ مشابہت نہ ہو - اس زبان کي ساخت موجودہ اردو کي طرح آریائي ہے لیکن اس میں ہندي کا عنصر بہت زیادہ ہے اور غیر ملک کا کم ' دکني نظم کا سرمایہ یہی ملکي زبان تھي لیکن جن سانچوں میں نظم ڈھلي ہے وہ فارس کے تھے -

فارسي اوزان ' فارسي بحریں ' فارسي عروض ' اور فارسی اصناف سخن نظم کی تشکیل کا ذریعہ بنیں اسي وجہ سے ہندی اور دوسرے ہندوستاني ادبیات سے اردو شاعری میں بین فرق پیدا ہو گیا - دکن کے شاعروں نے اس زبان میں مثنویاں ' قصیدے غزلیں ' مرثیے کہے اور اس طرح شاعري کو اوج کمال پر پہونچا دیا ' ان متقدمین کي شاعری آورد اور تصنع سے پاک ' سادگی اور بے تکلفي کي بے ساختہ تصویر ہے -

اٹھارھویں صدي کے اوائل میں ولي اورنگ‌آبادي دکن سے دھلي آیا - اس وقت دولت مغلیہ کي شوکت اور دبدبے کا آفتاب نصف‌النہار سے ڈھل چکا تھا ' لیکن دھلي کا دربار ابھي ان امیروں اور رئیسوں کا مرکز تھا جو زیادہ‌تر ایرانی ' تورانی نژاد تھے ' جن کي مادری زبان فارسي تھي ' دربار کے لواحقین اور شہر کے اہل علم فارسیت میں ڈوبے ہوے تھے ' ان لوگوں نے ولي کا خیر مقدم کیا اور اس کي

خصوصیات

دور اول

حصہ اول

(شعراے دکن)

اس دور میں قریب قریب تمام اصناف سخن موجود ہیں ' مسلسل نظمیں ' اخلاقي اشعار ' مناظر قدرت ' مستقل عنوانوں کے تحت میں مستقل نظمیں بھي ہیں -

ریختي کي ابتدا بھی اسي دور میں هوئي ' مذاقیہ نظمیں جعفر زٹلی نے لکھیں ' لیکن ان پر بیان کی سادگي ' ایر پھیر سے اجتناب غالب ہے ؟ جو مضمون بیان کیا جاتا ہے بیساختگي سے ' جابجا تناسب لفظي بھي ہے لیکن اس کي صورت اتني ناگوار نہیں کہ اس کے احساس اور ادراک سے نفرت پیدا ہو یا سلسلۂ بیان سے کوئي شے الگ تھلگ معلوم ہو -

دکني شاعري کي لفظي خصوصیات میں یہ امر نمایاں ہے کہ اس نے اپنے فاتحوں کا اثر قبول نہیں کیا ' اس سے جہانتک ہو سکا اپني ہي زبان کا آئینہ بني رہي اگرچہ اس تعصب اور سختگیري نے اس کو محدود دائرے سے آگے بڑھنے نہیں دیا ' جہاں سے اس میں وسعت شروع ہوئي ہے وہیں سے فارسي زبان کا اثر معلوم ہوتا ہے -

کرنے کي غرض سے تیار کیا گیا ھے - مکمل انتخاب چھہ جلدوں اور چھہ دوروں میں ختم ہوا ھے - پہلي جلد اور پہلے دور کے دو حصے ھیں - پہلے حصے میں شعرائے دکن کے کلام کا نمونہ اور ان کے مختصر حالات ھیں ' دوسرے حصے میں شعراے دھلي کے کلام کا نمونہ اور ان کے مختصر حالات اور خصوصیات درج ھیں -

تھا ، اس لئے شاعری کا اس رنگ سے متاثر ہونا ضروری تھا ۔ چنانچہ اس دور کی شاعری میں جو چیز بقدر مشترک موجود ہے وہ مختلف رنگوں اور اصناف میں خدا پرستی ، مذہبی رنگ کا غلو ، تصوف ، تعلیم اخلاق ، وغیرہ کا نمایاں ہونا ہے ، عشق مجازی کی جگہ ، عشق حقیقی کے جذبات جلوہ‌گر ہیں ۔

چونکہ تصوف کا شمار آل رسول کے ساتھ محبت اور عقیدت بھی ہے اور ساتھ ہی بیجاپور و دکن میں جو اسلامی سلطنتیں اس وقت قائم تھیں ، ان کے فرمانروا اکثر شیعہ تھے ، اس لئے اس دور میں مراثی کی فراوانی کے ذریعہ سے حضرت علی اور حسنین علیہم‌السلام کے ساتھ جوش عقیدت اور ان کے دشمنوں کے ساتھ نفرت اس دور کا نمایاں رنگ ہے ۔

توحید و رسالت ، محاورات و مصطلحات تصوف ، جام ، ساغر ، ساقی میخانہ ، میکشی ، شراب عرفان کے مضامین اکثر مسلسل نظموں اور غزلوں کا موضوع خصوصی ہیں ۔ شعرائے دکن نے ان تمام خیالات اور مصطلحات سے اپنی شاعری کو متاثر کیا ہے ۔

ہندی زبان کا اثر

دکنی زبان اور بالخصوص دکنی شاعری جو اس دور میں نمونہ پیش کرتی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندی کا اثر دکنی اردو پر پہلے ہی سے وسیع حد میں موجود تھا ، بیک نظر معلوم ہوتا ہے کہ ہندی زبان کے خصوصیات لفظی و معنوی ، ترکیب ، طرز ادا ، جذبات ، تخیل ، تشبیہ و استعارے سب کچھ دکنی شاعری میں موجود ہیں ۔

مصنف گل رعنا نے اُردو پر فارسی اثرات کے متعلق یہ الفاظ لکھے ھیں :-

"چونکہ اُردو شاعری کی ابتدا فارسی کی انتہا سے جا ملی ھے لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے ھیں اس میں خودبخود آگئے ، ان خیالوں نے اُردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا ۔"

ایک طرف اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ فارسی خیالات کے تتبع نے اُردو کو سنگلاخ بناکر اُس کی اصلی بہار کھو دی یعنی جو بات اُس کو ھندوستان کی محسوس اور مرئی اشیا کو پیش نظر رکھنے سے حاصل ھوتی وہ فارس کی غیرمرئی ، اور غیر محسوس اشیا کے پیش نظر رکھنے سے حاصل نہیں ھوئی ، وھیں یہ بھی ماننا پڑیگا کہ فارسی کی طرز ادا اور انداز بیان کی تقلید نے اُردو شاعری کو بہت کچھہ آگے بھی بڑھا دیا ، لیکن باوجود اس کے اس دور کا یہ امتیاز نمایاں ھے کہ اس نے فارسی کا اثر بہت کم قبول کیا ھے ، جو کچھہ ھے وہ برائے نام ھے اور اس کا پیوند نمایاں معلوم ھوتا ھے ۔

یہ بیان ظاھری اور لفظی گلکاریوں کے متعلق تھا ، اس کے علاوہ معنوی خصوصیات اور اثرات نے بھی شاعری کو متاثر کیا ھے ۔

اس کی وجہ یہ ھے کہ دکن جس طرح اس وقت ادبی ذوق کا مرکز تھا ، اُسی طرح فقرا کے تبلیغ و اشاعت کے اثر سے بھی مالامال تھا ۔

بہاءالدین باجن ، شاہ علی گام ، شیخ خوب محمد ، عینالدین گنج علم ، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے ایسے بزرگوں کی تبلیغ و اشاعت اور تصوف کا نغمہ تمام دکن میں گونج رھا

جب سے یہ آنکھیں لگیں (محبت ہوئي) - آنکھہ لگنے کے دو معنے ھیں -

دکني شاعری میں اس کا چربہ بھي اتارا گیا ھے ' ولي کے کلام میں جا بجا اس کي مثال ملےگي مثلاً اس کا ایک شعر اس طرح ھے :-

کیا سہم ھے آفات قیامت بنی اس کوں
کھایا جو کُنی تیر بجھہ ابرو کي کماں کا

" سہم " کے معنے ڈر اور تیر دونوں کے ھیں ' یہاں یہ لفظ دونوں معنے ادا کر رھا ھے -

ھندی میں عشق کا اظہار عورت کي زبان سے ھوتا ھے ' دکني اردوے قدیم میں اس کا نمونہ بھي ھے مثلاً ھاشمی کاشعر ھے :-

سجن آویں تو پردے کے نکل کر بھار بیٹھونگي
بہانہ کر کے موتین کا پروتي ھار بیٹھونگی

فارسي زبان کا اثر

یہ عجیب بات ھے کہ دکني زبان جس قدر آگے بڑھتي گئي ھے اس پر فارسی خیالات ' جذبات ' طرز ادا ' ترکیب ' تشبیھیں اور استعارے قابو پاتے گئے ھیں ' چنانچہ ولي کی شاعري کے بعض حصے دکني سے بالکل علیحدہ معلوم ھوتے ھیں -

گل و بلبل ' سرو ' قمري ' شمع و پروانہ ' تغزل کے اجزا بن گئے اور یہ چیزیں بیشتر اظہار عشق کا ذریعہ بن گئیں ' اس کي وجہ یہ ھے کہ فارسي کي شاعری تغزل سے زیادہ تصوف لیکر آئي اور اس کو فضا نے قبول کر لیا -

ترکیب اور تشبیه کي مثال ایک ساتھه یه هے :-

پون سیتي هت راکھسی هے آپ کمر
سورج چند نمن جھمکے دوزر کمر

شعر کي ترکیب هندي هے ' هندی میں مضاف اور مضاف الیه کے درمیان کا لفظ اضافت (کا ' کي ' کے) محذوف هوتا هے ' مثلاً '' نیدن نیر '' آنکھوں کے آنسو ' کبھی آنکھوں میں آنسو کے معنی میں بھي آتا هے - یه صورت دکني شاعري میں کثرت سے هے -

تشبیه بھي چاند سورج سے اثر دي جاتی هے ' تخئیل اور طرز ادا بھی اس شعر کي هندی هے -

هندی شاعری کي یه خصوصیت اُردو کے لئے قابل رشک هے که اس میں اظہار جذبات اکثر سادہ انداز میں کیا جاتا هے ' یهي وجه هے که اس کي دلنشیني میں شبهه نہیں رهتا ' دکني اردو شعرا نے اس رنگ کو بھی اُڑایا هے ' هندی شعرا مشکل اور ناآشنا الفاظ استعمال کرنے سے پرهیز کرتے هیں ' دکني شعرا نے اپني شاعري میں اس کو بھی پیش نظر رکھا هے بلکه کہا جا سکتا هے که دکني اردو شاعری میں جہاں تک اس کا اهتمام هے شاعري دلچسپ اور اثرانداز هو گئي هے -

هندی میں لفظ ذو معنیین کا استعمال بھي جائز هے ' مثلاً :-

کنور پیا انکھیو نهیں لاگي
جب سے لگے یه نیمن

" پیارے کنور! میری آنکھه نهیں لگی (نیند نہیں آئی)

تھا ، اس کے اشعار میں نسبتاً روانی زیادہ ہے ۔ اس کی غزلیں ، مثنویاں ، نظمیں ، خاص رنگ رکھتی ہیں ، علی نامہ اس کا مشہور کارنامہ ہے ، گلشن عشق اور گلدستہ عشق بھی اسی کی تصنیفوں میں سے مشہور ہیں ۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری مشہور ہے ، اس کی رباعیاں بھی خاص درجہ رکھتی ہیں ۔

غواصی کی ہجو ، بدصورت شہزادی کے عنوان سے قابل ذکر ہے ، اس نے ملا ضیاءالدین نخشبی کے طوطی نامہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے ۔

قطبی کے مضامین پند و نصائح نظم میں پر اثر جذبات کا مرقع ہیں ۔

نشاطی کی مثنوی پھول بن اس دور کی مشہور مثنویوں میں سے ہے ۔ اس کی زبان سادہ اور طرز بیان دلکش ہے ۔

جعفر زٹلی کا تمسخر اور مذاق اس دور کا خاص انداز ہے ۔

ہاشمی کی ریختی اولیت کے اعتبار سے قابل ذکر ہے ۔

قاضی محمود بحری نے اپنی نظموں میں رموز تصوف بیان کئے ہیں ۔ ان کی مثنوی "من لگن" مشہور ہے ۔

ہاشم علی نے بہتر مرثیے لکھے ۔

ولی اس دور کا سب سے بڑا اور مستند شاعر ہے جس نے حقیقتاً اردو شاعری کی بنیاد رکھی ۔

خسرو، حافظ، سعدي، جامی، مولانائے روم، صوفی بھي تھے اور شاعر بھي، اس لئے ان کا رنگ غالب رہا، دکن کے صوفیوں نے اس کے لئے زمین پہلے ھي طیار کرلي تھي اس لئے یہ شاعري یہاں آکر پھولی پھلي -

دکنی شاعري کي ابتدا میں عروض، بحر و وزن کي بھي شدید پابندي معلوم نہیں ھوتي، لیکن فطرت سلیم حتي‌الوسع اس راہ سے بھٹکتي ھوئي کم دکھائي دیتي ھے - اس کي وجہ یہي ھے کہ دکني شاعري میں اکثر ھندي بحریں رائج تھیں، فارسي کے تدریجي اثر نے اپني مروجہ بحریں پیش کرا دیں، اس لئے حتي‌الوسع پابندي کے ساتھہ وھی رائج ھو گئیں، پہلے کھینچ تان، تخفیف اور اضافے بالکل کم ھوتے ھوتے معدوم ھو گئے -

اس حصہ کے صاحبان طرز میں قطب شاہ دکن کا سب سے پہلا یا دوسرا شاعر کہا جاتا ھے - اس کا دیوان تمام اصناف سخن پر حاوی ھے - بقول مولوي عبدالحق صاحب، دیوان کی ضخامت کا یہ حال ھے کہ بادشاہ تو بادشاہ اس دور کا کوئي پیشہ‌ور شاعر بھي مقابلہ نہیں کر سکتا -

اس نے مثنویاں، قصائد، مراثي، غزلیں، مستقل نظمیں، اور اصناف اس طرح پیش کي ھیں کہ ھر صنف کو دوسري صنف سے اپني خصوصیات کے ساتھہ علیحدہ اور نمایاں دکھایا ھے - مثنویوں میں اپنے زمانہ کے پھولوں، میووں، ترکاریوں، پرندوں، اور رسم اور رواجوں کو بیان کیا ھے -

نصرتي بھي اس دور اور اس حصہ کا بہت قادرالکلام شاعر

۲ - عبدالقادر، بیدل

مت پوچھہ دل کي باتیں یہ دل کہاں ھے ھم ھیں
اس جنس بےنشاں کا حاصل کہاں ھے ھم ھیں
جب دل کے آستاں پر عشق اُن‌کو پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہاں ھے ھم ھیں

۳ - قبول

بعض تذکرہ‌نویسوں نے قبول کا نام عبدالغني لکھا ھے، مولف "تاریخ ادب اُردو" نے بھي یہي نام لکھا ھے، لیکن میر حسن اپنے تذکرے میں اِن کا نام غني بیگ لکھتے ھیں :-

حاضري بن محل نھیں کھاتا
بیگمي ہے پنیر منعم کا

۴ - سراج الدین علي خاں، آرزو

وعدے تھے سب خلاف جو اُس لب سے ھم سنے
یہ لعل قیمتي دیکھو جھوٹا نکل گیا

مرے شوخ خراباتي کي کیفیت نہ کچھہ پوچھو
بہار حسن کو دي آب جب اُن نے چرس کھینچا

میخانہ بیچ جاکر شیشے تمام توڑے
زاھد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

حصہ دوم

(شعرائے دہلی)

جو زمانہ دکن میں دکنی اُردو کی ترقی اور بتدریج غلبۂ فارسیت کا تھا وہی دہلی میں شاعری کے آغاز کا تھا -

دکن کے خاتم الشعراء ولی جب دہلی آئے تو اُن کے معاصرین حسب ذیل شعراء کا نام اہل تذکرہ لیتے ہیں -

قزلباش خاں امید - سلیمان قلی خاں وداد - علی قلی خاں ندیم - شیخ سعداللہ گلشن - مرتضیٰ قلی خاں فراق - میر شمس‌الدین فقیر - مرزا عبدالقادر بیدل - سراج الدین علی خاں آرزو -

اِن اساتین شاعری میں سعد اللہ گلشن وہ بزرگ ہیں جن کے فیض صحبت نے ولی کو اُردو کا شاعر بنایا ' سراج الدین علی خاں آرزو وہ شخص ہیں جن کے آغوش تربیت و تعلیم نے میر کے ایسا استاد شعراء طیار کیا -

دہلی کی اُردو شاعری پر ابتدا سے فارسی کا غلبہ ہے ' اس کی وجہ تذکرہ نویسوں نے یہ بتائی ہے کہ فارسی‌گو شعرا اس طرف متوجہ ہوے اور ان کی توجہ نے اردو شاعری کو سند قبول عطا کیا -

ان کے کلام کا نمونہ اُردو تکسالی کا قدیم‌ترین نمونہ کہا جائےگا - چنانچہ اِن کے بعض نمونے یہ ہیں :-

۱ - موسوی خاں ' فطرت

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے
در گلشن آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے

خال تھی بیاض گردن پر
نقطۂ انتخاب ہے گویا [۱]

ان مختصر نمونوں پر نظر کرنے سے حسب ذیل خصوصیات معلوم ہوتے ہیں :-

۱ - زبان ، ترکیب ، محاورات خیالات ، اصطلاحات کے اعتبار سے اُردو کی تکسالی شاعری نمایاں طور سے فارسی کی پیدا وار ہے -

۲ - جابجا الفاظ پر زیادہ زور دیا گیا ہے ، آرزو کے اشعار میں رعایت لفظی بھی پائی جاتی ہے ، مثلاً '' فقیر '' کے شعر میں گل کی رعایت سے گلے کا ہار ، اس کے علاوہ تجنیس خطی و لفظی کی بھی جھلک ہے -

۳ - اس زمانے کے لوگوں کو ایہام کا کچھ ایسا شوق تھا کہ اُس کے آگے مضمون ، لطف بیان ، سلاست زبان ، کسی چیز کی پروا نہ کرتے تھے -

۴ - مضامین کے اعتبار سے خیالات اور جذبات بالکل فارسی کے ہیں ، ان میں تصوف ، اخلاق ، خمریات و رندی ، واردات عشق کے سلسلے میں گل و بلبل ، ہمہ اوست ، وحدت وجود ، موجود ہے -

یہ ظاہر ہے کہ ان پیش رو شعرا نے جو نئی راہ نکالی وہ مقلدین کے لیے سند تقلید بن گئی - شاعری جس قدر آگے

---

[۱] تذکرۂ میر حسن - گلشن ہند - مخزن نکات - گلرعنا -

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

دریا عرق میں ڈوبا تجھہ سیمتن کے آگے
موتی نے کان پکڑا تیرے سخن کے آگے

تیرے دھن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھہ باندھا سن کر سخن ہمارا

---

۵ - مراد علي قلي ' ندیم

جدائی میں تري هم کیا کهیں کس طرح جلتے هیں
بجاے مو ' بدن سے شعلۂ آتش نکلتے هیں

بے قرار عشق کو هے زندگي نقص کمال
مر چکے سیماب تب کہتے هیں یہ اکسیر هے

---

۶ - شمس‌الدین ' فقیر

ترا مکهہ دیکهہ بلبل گل ستي بیزار هو جاے
اگر گل تجهہ تلک پہونچے ' گلے کا هار هو جاے

زندگي موج آب هے گویا
دم کا آنا حباب هے گویا

دور اول کے دوسرے حصے میں آرزو و حاتم اور مظہر کے علاوہ آبرو ، حسرت ، یقین ، تاباں ، مضمون ، بھی مشہور صاحبان طرز ہیں - کلیم وہ شخص ہیں جن کی تعریف میر نے اپنے تذکرے میں مبالغے کے ساتھ کی ہے -

اِس دور میں عموماً تمام اصناف پر طبع‌آزمائي کی گئي ہے لیکن زیادہ زور غزل پر دیا گیا ہے - تغزل کے ساتھ زبان میں بھي اس طرح ترقی ہوئي ہے کہ فارسي پر اُردو کا غلبہ نظر آتا ہے ، محاورات کی طرف بھي توجہ کي گئي ہے ، مظہر نے ٹھیٹھ محاورے بھي استعمال کیے ہیں - مثلاً —

خدا کے واسطے اُس کو نہ ٹوکو
یہی اِک شہر میں قاتل رہا ہے

صحت الفاظ کی طرف حاتم نے توجہ کی اور صحت کا معیار وھي قائم کیا جو فارسي میں ہے لیکن " بیرۂ پان " کي ترکیب سے بھی اس دور میں دریغ نہیں کیا جاتا - اِس نوع کي ترکیبیں سودا اور میر کے زمانے تک برابر رایج رھیں -

آخر میں یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے ترتیب دور میں زیادہ‌تر زبان کي تدریجي ترقی کا خیال رکھا ہے - اگرچہ ترتیب سال و سن سے بھي اعراض نہیں کیا گیا ہے لیکن جہاں کہیں اِن دونوں میں تصادم ہوا ہے ہم نے پہلی شکل کو ترجیح دي ہے -

دور اول حصہ اول میں ترتیب کا تقریباً وھي لحاظ ہے جو عام طور پر رایج ہے - حصہ دوم میں بعض شعرا کی ترتیب نام و سن میں زبان اور شاعري کے لحاظ سے کچھ تقدیم و تاخیر

بڑھتی گئی معنویت غالب آتی گئی ، چنانچہ مظہر جان جاناں
کا کلام اِس نظر سے دیکھنے پر اس رائے کی تصدیق ہوتی ہے -
معنوی ترقیات میں جذبات تصوف کے ساتھ جذبات تغزل
کی ابتدا بھی اِسی دور میں ہو چکی تھی ، فارسی کے وسیع
اثر میں کسی اور اُردو میں ترقی کی طرف قدم اِسی دور سے
بڑھنے لگا - مظہر کا کلام اِن خصوصیات کا آئینہ ہے - لفظی اہتمام
بھی اِس دور میں کم ہے ، مظہر نے خلوص جذبات عشق و تصوف
کے ساتھ بیان کی سادگی اور زبان کی بے ساختگی کا بہت خیال
کیا ہے ، مظہر ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے کلام میں درد کی
چاشنی پیدا کی - اُن کے خصوصیات کی پیروی اُن کے اکثر
شاگردوں نے کی ہے -

قواعد عروض ، ردیف اور قافیے کی صحت کا بھی چنداں خیال
نہ تھا ، بندش بالکل معمولی ہوتی تھی - یہ چیزیں قریب قریب
اِس دور کے دونوں حصوں میں مشترک ہیں -

البتہ شاہ حاتم نے اصلاح زبان کی طرف توجہ کی اور اکثر
ناپسندیدہ الفاظ خارج کر دیے -

بھاشا کے اثر سے زبان کو خالص کرنا بھی اِس دور کے اِسی
حصے سے شروع ہوا ، اور دکنی الفاظ بھی اکثر بالالتزام ترک
کیے گئے -

اِس دور کے صاحبان طرز میں مظہر اور حاتم بہت مشہور
ہیں - تمام اصناف سخن پر غزل گوئی غالب ہے ، اُس کے مقابلے
میں دوسرے اصناف بالکل ضمنی معلوم ہوتے ہیں -

انتخاب

حصہ اول - دور اول

وجہي [۱]

وجہي تخلص (نام کا پتا نہیں چلتا غالباً تخلص ھی نام بن گیا تھا) گولکنڈے کا رھنےوالا ، ابراھیم قطب شاہ کا درباري شاعر تھا -

کلام میں مضمون‌آفریني ، طرز ادا ، گداز ، سب کچھ ھے ، زبان ٹھیٹھ دکني قدرے فارسي‌آمیز ھے ، مذھب اور ضروریات مذھب کا غلو معلوم ھوتا ھے -

' قطب مشتري ' اور ' سب رس ' اس کی تصنیفیں ھیں -

قطب مشتري

نہ بھئیں پر دسے وہ نہ اسمان میں
رھیا شہ اُسی نار کے دھیان میں

[۱] وجہی ، بقول مصنف اُردو شہ‌پارے ابراھیم قطب یعنے محمد قطب شاہ کے باپ کا درباري شاعر تھا -

بعض واقعات اور قرائن بتاتے ھیں کہ وجہي محمد قلی قطب شاہ کي ولیعہدي یا شہزادگی کے زمانے سے پہلے کہنہ مشق پختہ‌کار عمر رسیدہ شاعر ھو چکا تھا اس لئے اس کا نام محمد قلي قطب شاہ سے پہلے آنا چاھئے - تفصیل کے لئے دیکھئے اُردو شہ پارے - مرتب -

کي گئي هے - ليکن وہ کل شعرا آگئے هيں جن کا تعلق اس
دور سے زبان اور شاعري کے اعتبار سے هے -

پہلي جلد کے انتخاب ميں کوشش کي گئی هے کہ اشعار
کی تعداد کے لحاظ سے منتشر نمونے یکجا هو جائيں اِس لیے
کہ اِس دور کے شاعروں ميں سے کمتر ایسے هيں جن کے ديوان
شایع هوئے هيں -

کھانا برہ کیتی ہوں میں پانی انجھوں پیتی ہوں میں

تج تے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا

ہر دم توں یاد آتا مجھے اب عیش نیں بھاتا مجھے

برہا یو سلتاتا مجھے تج باج تل تل رے پیا

جو مطرب وو صحرا میں اس دھات گائے
تو پھر اُن کوں اِس شوق تے حال آئے
جو گاوں وو شہ کوں کماتے اتھے
سو راگاں یہ راگاں جماتے اتھے
ندیماں لطافت میں جو چکہ آئیں
تو روتیاں کوخوش کر گھڑي میں ھنسائیں
شراب ہور صراحي نقل ہور جام
ھوئے مست مجلس کے لوگاں تمام
جو ھوئی رات آدھي بچھي دو پہر
خبردار یاراں ھوئے بے خبر
بسر گئے ندیماں طرز بات کا
گنوائے خبر مطرباں ذات کا

غزلیں

(۱)

پیو اپنے کوں تک آج میں نس سپنے دیکھي سوے کر
جب پیو چلیا ست سیج ملنج نت سوتے اٹھي روے کر
ھاتھ اپنا سارنے ملنج چل چل لاگیا مارنے
نا جاؤں سائیں کارنے بھی اجنوں کہا کہا ھوے کر
کیوں تالوں برھا جھال سکي نین سکتی ھوں سنبھال سکي
اب کیونکو پاؤں لال سکي جو بیٹھی ھت تے کھوے کر

(۲)

طاقت نہیں دوري کي اب توں بیگی آ مل رے پیا
تج بن ملنجے جینا بہوت ھوتا ھے مشکل رے پیا

بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تھیں
ہرے نہالان کے جلوے تھیں مشاطا ہو پون سارا
چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا
سہانا تھا محمد پھل نمن ان (کا) نھن سارا
اناراں میں سہے دانے سو جوں یاقوت تبلیاں میں
ہر ایک پھل اس انارن پر سہے سکے نمن سارا
کھجوران کے دسین چھونکے کہ جوں مرجان کے پلنجے
سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہو رین سارا
دسین جاموں کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم
نظر لاگے تیوں میویان کون را کھیا ہے جتن سارا
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپیں ہیں
سوتس آواز سوں موراں کریں‌ا رقصاں اپن سارا [۱]

(ننھی سانولی)

ننھی سانولی پر کیا ہوں نظر
خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر
ترا قد سرو نکلے جب چھند سون
دسن جوت منج کون دسن جیوں قمر
تو دوری ڈروائے منجے دور تھے
وو کیا بوجھے مو دل میں ہے تونگر

[۱] رسالۂ اُردو ج ۲ اورنگ آباد —

محمد قلي قطب شاه

محمد قلي قطب نام - قطب شاه فارسي اور معاني أردو میں تخلص ' قطب شاهي خاندان کا فرد محمد ابراهیم قطب شاه کا بڑا بیٹا گولکنڈه (دکن) ' کا رهنے والا اور بادشاه تها - ادیب ' علم دوست ' زبردست شاعر تها -

پیچیدگی سے پاک ' صنائع بدائع سے اکثر معرا ' سلیس اور آسان کلام هوتا هے ' تمام اصناف میں یهی خصوصیات مشترک هیں -

تلمذ کا پتا نهیں چلتا -

قیاس هے که اس کے جانشین سلطان محمد قطب شاه نے مشورهٔ سخن کیا هو کیونکه اس کے کلام میں وهي رنگ موجود هے -

ضخیم دیوان - تمام اصناف سخن سے مملو کتب خانه آصفیه حیدرآباد دکن میں موجود هے -

سنه ۹۷۷ھ میں پیدا هوا اور سنه ۱۰۲۰ھ میں وفات پائي

(باغ محمد شاهي)

محمد نانون تھے بستا محمد کا اے بن سارا

سو طوبان سون سهاتا هے جلت نمنے چمن سارا

غزل - ۲

پیا باج پیالا پیا جائے نا
پیا باج یکتل جیا جائے نا
کہے تھے پیا بن صبوری کروں
کہیا جائے اما کیا جائے نا
نہیں عشق جس وہ بڑا کور ہے
کدھیں اوس سے مل بیسیا جائے نا
"قطب شہ" نہ دے مج دوانے کو پند
دوانے کو کچ پند دیا جائے نا

غزل - ۳

اب مست اچھے دایم ہمیں مست اچھنے کا هنگام ہے
ساقي صراحي نقل ہور پیالے سو ہمنا کام ہے
عاشق اول تھے ہیں ہمیں سر مست ازل تھے ہیں ہمیں
نا آج کل تھے ہیں ہمیں زاهد کونہیں یہ فام ہے
منگتا ہے مد مستاں کنے مد باج نیں سکتا رهنے
میخانے کے کوچے منے تو متقي بدنام ہے
ساقي پیالا منج پلا پیالہ پینے ہو تا دلا
اُس پیو کون تولیا کر ملا جس پیو تے مج آرام ہے
"قطبا" نبي کے آدهار تھے رحمت ہے نت کر تار تے
تو تج علي کے پیار تھے تلتل نوا انعام ہے[۱]

[۱] رسالہ اُردو ج ۲ اورنگ‌آباد -

"معانی" کے باتاں تے جھوتا نمک
جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر [۱]

(تین غزلیں)

(۱)

گرجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھولاں کی باس پایا بلبل ھزار دستاں
اے خوش خبر صبا توں لے جا جو ان قداں کن
چملاں کی آرزو میں بیٹھے ھیں مے پرستاں
او نو نہال پھولاں ہے جام خوئے سوبا دہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں
مکھ نور پر دسے یو مج خط عنبریں او
جوں سوراپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں
بے ہوش مہرے دل کوں مٹھے ادھر جلائے
گلزار ۔ عجب او دو لعل شکرستاں
منج عشق کے گدا کوں اورنگ شاھی دیتا
سب عاشقاں منج انگے ھیں طفل جوں دبستاں
روزی ہوا '' قطب شہ '' تج عشق کا پیالہ
بھولے ھیں ہر طرف توں جم شوق کے خمستاں

[۱] تذکرہ محبوب الزمن ص ۷۵۶ ۔

نکو پلا مجھے ساقی پیالہ بھر بھر
کہ پھٹے ہیں ہمیں دائم پیالہ اُس کے دست

نکو کرو پلکھی تم بال و پر سوں مغروری
کہ بے پلکھاں سیکتی تم میں ہوا ہوں مست الست

سدا تو مدح نبی و علی کی کہتا ہے
''معانی'' شعر تیرا تو لکھے ہیں دست بدست

مکھ تیرے کوں دیکھ کر ہوں آج مست
تیرے مکھ کے تیں ہوا ہوں بت پرست

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب
مھری زردی میں رنگ لعل لب است

خال ہندو کا بھلا کر ملبج کیا ہے بت پرست
ب خیالاں اپے پست کرتا ہے مھرا خیال دست

خورشید مکھ اُوپر دسے ابرو ہلال عید
اِس ابرواں کو سجدہ کیا ہے وصال عید

کرے کن دلیل و دلائل سوں عشق
دلیلاں میں ہلتے ہیں عالم ہزار

مہزبانی عید کر جگ میں گلاوو عیش سوں
مطرباں لیا کر گواوو راگ ، ہور لو عبیر

اختیار میرا تج ہات ہے پیارا
جس حال سوں رکھنا ہے راو خوش حال ہمارا
نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اب پلک سوں جھاڑوں
جی کو خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمہارا
تج خیال کی ہوس تھی ہے جیو ہمن سو زندہ
او خیال کد نہ جاوے ہم سر تھی تک بہارا

(اپنی سالگرہ کے موقع پر لکھا ہے)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ بایا
خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا
پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر
تو شاہاں اوپر مجھ کلس کر بٹھایا
سورج چاند اپے تال ہوکر بجیں تب
مادل ہو فلک تمایاں بجایا
کرے مشتری رقص مجھ بزم میں نت
برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا
میرا گلستان تازہ اس تھے ہوا ہے
مجھ اس باغ میوہ دمبدم کھلایا
خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا
سہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا
دعائے اماماں تھے مجھ راج قایم
خدا زندگانی کا پانی پلایا

ھماری آہ کے شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالي
آساساں تھے میری یودود اُپر چھایا ہے مظہر کر
کھیا عرضہ سدو میں ناز سوں کبی کام ہے ملنج کوں
فروری آہ کرتے ھیں کتاب اب حسن کي زر کی
کری ایراں زمیں پر بادشاہي تج نہیں ہے غم
مدن کا نباں پہ سوتا ھوں پیا توں دنگھ سر پر کر
سو اس رنجیر زلفاں سوں کیتاں کرں تو کرتا ہے بلند
مسا داغ غلامي دے ملنجے مجمر میں عنبر کر
خدایا لطف کا باران بھیج اس شعلہ کے اوپر
کہ جیوں نمرود کي آتش میں ابراھیم سرور کر
رقیباں کھلیاں سن کر ھماري ھوتے ھیں حیراں
"معاني" آپنے دل میں علي کا مہر مظہر کر

دنیا کا پھول اُپجتا ہے جفا سوں
پلہ میں رکھ خدایا ملنج آس آزار
محبت مي دسے اُس مکھہ صفا میں
ھمن پیالے میں مے بھر ساقي گلنار
دیا اوستاد ملنج تعلیم کچھ ھور
ھمن کچھ دیکھ کر باندھے ھیں زنار
درد جانے حکیم خوب دانا
ھمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
"معاني" پر نظر اُس یار کا ہے
سدا اُس نین سوں بیدار دیدار

کر دعا توں بھیج صلواتاں محمد پر سدا
اس دعا صلوۃ تے ہوگا تجھے فتح کبیر
ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں سو عاجز داس تیرا یا علی ملج دستگیر

ھاتف ندا کرے کرو اے زمزم صبوح
میرے دلم میانہ رمز نہانہ کر

تھا ہے جگ میں لیلے مجنوں ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے تیرے پیغام پر
گالیاں سیتی او نازنیں مجھ یاد کرتا کر سنیہا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر
ہم بت پرستی چھوڑ کر زاھد نہ کہہ پوجو صمد
ہم کام میں تجھ کیا غرض رہ دھیان لا اب کام پر
دنیا کا حکمت نا بوجھیں ھرگز حکیماں علم سوں
گو وترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر
شعر ''معانی'' آن بندھے موتی ھیں جگ میں حسن کے
بھردی صدف موتی جمیا اب وار ایزد نام پر

اندھارے شہر پر خورشید تاباں تک منور کر
آبھالاں آہ کے داتے میں ملج سینے ملے دو کر
تمہارے عکس تے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں
وگر نہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک سر پر کر

منجے آگ کوئلیاں کی کوتي زہ تاثیر
تیرے عشق کي آگ کا ھوں سمندر
عشق نے منارے اوپر جیو دل سوں
"معاني" کہے بانگ اللہ اکبر

کہاں کیخسرو و دارا و سکندر و جمشید
دل پیالي میں بھریں ساقي شراب لبریز
شعر تیرا در وگوہر ھے "معاني" سب میں
شعر حافظ کے سر اوپر آھے تاج پرویز

دیکھا ھوں سپھنا کہ میخانہ کا ھووے در باز
کروں گا شکر گزاروں کا سو دگانہ نماز
ھمن سو عجز کریں او کرے برائي کي بات
سوال نادني سگ کرتا ھوں او در پر نیاز
تمہارے مکھ کے کعبے کوں جن طواف کرے
نہیں ھے حاجت اسے جاؤ نے کوں تا بحجاز

پیا مکھ نور تھے جاوداں ھم عید و ھم نوروز
سورج آوو حمل یا نہ، عیاں ھم عید و ھم نوروز
شہاں آئے ھیں زینت دیکھنے تم بزم عشرت کا
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ھم عید و ھم نوروز

سو نظر سامنے نہیں ہے یار
نہیں پانی میں تیرتا دلدار
سامری سحر میں جتا کتّا کروں
باطل السحر ہے بچن درکار
دارو کرتے ہزار وضع طبیب
توں دکھا غمزہ تاز سوں یکبار
بارد ے مہرے جہاڑ کوں یا رب
پھول پھل ہووے تا سبھی گلزار

شکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور
ہمن شاخ میں پانی ہوتا ہے سرور
ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواجاں
کہ بت خانہ تم نے ہے تروپے ہمن سر
بلائے منج وو نازنیں مست ہوکر
سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر
صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی
تو دندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

تہرے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے روز
ندستا کہاں پیوں اللہ اکبر
ترے عشق کے تیر تھے میں ہوں زندہ
ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقدر

سلطان محمد قطب شاہ

محمد قطب (شاہ) نام ' ظل‌اللہ تخلص فارسي کلام میں '
اور قطب شاہ اردو میں ھے - محمد قلي قطب شاہ کا بھتیجا '
شاعر اور عالم تھا -

اس کے کلام میں محمد قلي قطب شاہ کی سي پختگی
نہیں لیکن سلاست اور سادگي میں اس سے کم نہیں -

تلمذ کے متعلق کوئي متحقق بات نہیں کہي جاسکتی
لیکن محمد قلی قطب شاہ سے تلمذ کا قیاس غالب ھے - [۱]

اس کے شاگردوں میں عبداللہ قطب کے علاوہ اور کسی پر
قیاس نہیں ھوتا -

اس کی تصانیف کے سلسلے میں بعض کتابوں پر تنقیدوں
اور اردو فارسی کلام کے مجموعہ کا نام لیا جاتا ھے - [۲]

سنہ ۱۰۰۰ ھ [۳] میں پیدائش اور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں
وفات ھوئي -

[۱] اردو شہ‌پارے میں بھي اس طرف خفیف اشارہ موجود ھے -

[۲] اردو شہ‌پارے -

[۳] تاریخ ادب اردوے قدیم - محبوب‌الزمن -

حصار کا خم خانہ رہے تھانوں میرا
هر مد کا سو بند نگین سلیمانی منجے

نوحہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری واے واے
رتن اول کی لکڑیاں جال کر کرتی ھیں خم
یک پوت کو دیتے رہو یک پوت پر کھینچ خنجر
کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری واے واے [۱]

---

[۱] تاریخ زبان اُردو - شمس اللہ قادری م تاج پریس حیدرآباد دکن
اُردو شہ پارے - محی الدین زور مکتبہ ابراهیمیہ حیدرآباد دکن -
محبوب الزمن عبدالجبار ملکاپوری - مطبع رحمانی حیدرآباد دکن -
گل رعنا - رسالہ اُردو ج ۲ (اورنگ آباد) -

پیا نور بستا ہے ملج تل جھمک میں
کہ جس نور ہے سورج آشکار
نبی صدقے "قطبا" کا من تجھہ سوں لا گیا
کہ آپ جیو میں تیرا کیتا ہے تھارا

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے
تو اس میں جنت کے نگاراں نگارے
بلندي محل کا ہے آسماں
سورج چاند تارے سوں اس تھے سنگارے
نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں
مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے تھارے [۱]

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام اُن کو ہور کرتے ہیں عنایت
انجانے میں جواني گیا پند نا سنا
قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام
بکرید عید آیا صلوات بر محمد
آنند علم رجایا صلوات بر

[۱] اُردو شہپارے — محیوب الزمن - گل رعنا - رسالہ اُردو -

ساجن کي یاد

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا
کہ اس بن نین ہمن یک تل قرارا
صبوري کو نہیں ہے ٹھار دل میں
صبوري کیوں کرے سو کو ٹھارا
پیا کرنا کرے معشوق اپے ہو
کہونا کیا کرے عاشق بچارا

ٹھنڈی کالا

ہوا آئي ہے لیکے بھي ٹھنڈی کالا
پیا بن سلتا تھا مدن بالی بالا
سجن مکھ شمے باج اجالا نہ بھاوے
بھلایا ہے ملنج جیو کوں او اجالا
جو رات آوے چاندنی کي مذیچ کوں ستاوے
کہ چاندنا ماجے نیں نین‌سوز لالا
نبی صدقے "قطبا" انندان سوں مل کر
اپس سائیں سوں پیوے جم ۰ د پیالا

غزل

چلے چاندنی میں جب لٹک پیو ہمارا
اونن عکس دیوے چاندر تھے اپارا
جگوئی مانے ہے سائیں کے حسن چھب تھے
اسے مانیں نہ پلتھ میں جگ [یو] سارا

عبداللہ قطب شاہ

عبداللہ قطب (شاہ) نام ' عبداللہ تخلص ' سلطان محمد قطب کا بیٹا اور جانشین تھا -

ادب‌نواز علم‌دوست ' عالم اور شاعر تھا ' دکنی اردو نے اس کے عہد میں بہت ترقی کي -

اس کی زبان میں صفائي اور خلوص نسبتاً زیادہ ھے غالباً محمد قطب شاہ (اپنے والد) کا شاگرد رھا ھوگا -

اس کے شاگردوں کے سلسلے میں کسي کا نام معلوم نہیں ھوتا -
فارسی اور اردو اشعار کا مجموعہ (دیوان کي صورت میں) اس کي تصنیف ھے -

سنہ ۱۰۳۵ھ میں پیدا ھوا اور سنہ ۱۰۸۳ھ میں وفات پائي [۱] -

(نمونۂ کلام)

اے پري پیکر ترا مکھ آفتاب
دیکھتا ھوں تو رھے نا مجھ میں تاب
قند ھور نبات گلتا ھے اجھوں
دے نہ سک تري مٹھي لب کا جواب

[۱] تاریخ اردوے قدیم - گل رعنا - اردو شہ پارے - محبوب‌الزمن -

پیا سانولا من ہمارا بھولایا
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

ساقیا آ شراب ناب کہاں
چندر کی پیالے میں آفتاب کہاں
رہن با سکي من پیا باج دیکھي
ہوے تن کوں سکھہ جب ملے پیو بالا

میرا دل ہے زر الفت کا کارخانہ
نہیں منجکوں بازار واں کا حاجت

عشق کي پتلي ہے گوري رنگیلي
چتر ناریاں میں دستي ہے چھبیلي

سنو لوگ میرے پرم کي کہاني
کہ پیلا ہے رنگ عاشقي کي نشاني

مثنوی بدیع الجمال

(کشت و خون)

ہوے جمع جلکي هزبران تمام
قوي هور خونخوار امبواں تمام
یک یک جان یک کوہ یا برج جیوں
لے ھاتاں میں فتلے بھرے گرز جیوں
غضبناک ہو جیوں انکے دل ہوے
کلیجے پہاڑاں کے پھوٹ جل ہوے
سلح پوش پولاد کے کوٹ جیوں
پرآشوب سمدور کي لوٹ جیوں
اوتالے ہو آفت بھرے عزم سوں
کھڑے آکے میدان میں رزم سوں

(ایک بدصورت شہزادي)

وہ تھوبڑ تھا اس کا سو جیوں فیل کا
سر اس کا سو کالا رنجوں نیل کا
انکھیاں ڈونگیاں ، دوکھڈے غار کے
دو دیدے بھتر جیوں تھیر گار کے
نکل پٹ انگے ٹیک آ جیوں گھڑا
اپے پیٹ تے سخت پھوڑو بڑا
بوبلي کھول جاری کی جیوں اوکھلي
مسل ہو کے دوڑی تھي ردمالي

راز کیا باتاں نبي کے صدقے پوچھے‌گا اگر
شاہ عبداللہ کو پوچھہ آکر کہ ہے حاضر جواب

آب حیات تھی ہے زیادہ کہ لب تـرا
کرتے ھیں منجھہ سوں خضر علیہ‌السلام بحث

ملا غواصي

نام کا پتا نہیں چلتا ' تخلص غواصي ' گولکنڈے کا رھنے والا اور شہنشاہ جہانگیر کا ھم عصر تھا ۔

کلام میں رواني اور اھتمام زیادہ ھے - مثنوي ان کا میدان معلوم ھوتا ھے ' تلمذ کا پتا نہیں چلتا ' اس کے کسي شاگرد کا ذکر تذکرہ‌نویسوں نے نہیں کیا ھے -

اس کی دو تصنیفیں مشہور ھیں ۱ - فسانہ سیف‌الملوک و بدیع‌الجمال ۲ طوطي نامہ

پہلی کتاب ' الف‌لیلہ فارسی کے ایک قصے کا مثنوي (اُردو) میں ترجمہ ھے ـ یہ مثنوی ۱۰۳۵ ھ میں ختم ھوئي ـ دوسري تصنیف بھي مثنوی ھے ملا ضیاءالدین نخشبي کی فارسي طوطي نامہ کا اُردو میں ترجمہ ھے - جو سنہ ۱۰۴۹ھ میں تمام ھوئي ھے -

سنہ ۱۰۱۴ھ میں پیدا ھوا سن وفات متحقق نہیں [۱] ـ

[۱] تاریخ زبان اردو - اردو شہ پارے - تذکرہ میر حسن - تاریخ زبان اردو -

ھما کر مسلچے بات کے اوج کا
شہنشاہ کر گیان کی فوج کا
مسیحا کا دے ملجکوں آثار جم
مری جیب کوں کر شکر بار جم

جو توفیق پاکر یو بولیا تمام
مبارک گھڑی میں کیا میں تمام
مبارک گھڑي میں کیا میں تمام
محمد نبي پر ھزاراں سلام

ملا قطبي

نام کا پتا نہیں چلتا ' قطبی تخلص ' گولکنڈے کا رھنےوالا تھا ' عبداللہ قطب شاہ کے ساتھہ شاید اس نے اپنے تخلص میں نسبت رکھی ھے -

اس کے کلام میں سلاست کي کمي ' ھندي ترکیبوں کی زیادتي ھے -

سنہ ۱۰۴۲ھ میں تحفۃالنصائح کا اُردو نظم میں ترجمہ کیا ھے -

بولوں صفت میں بے گنت
اس خالق جن و بشر
نردھار کر اسماں رکھیا
سورج ستارے ھور چندر

لٹکتی جو چٹواں پہ چوٹی دسے
سو جیوں جھاڑ کی پیڑ موتی دسے
سڑے خوی بغلاں میں تھے یوں جھڑے
گندا نیر مہوریاں میں تھے جیوں پڑے
پون سار اس کے جو ٹک پاس جائے
تو لیا حلق میں انتریاں نہاس جائے
اگر لائیں جس تہار مشعل ہزار
ان آدے تو بتڑے پڑے آنے کار

الٰہی جگت کا الٰہی سو توں
کرنہار جم بادشاہی سو توں
ترے حکم تل نوکر آسمان کے
رعیت ملک تیرے فرمان کے

مناجات

عطا کر منجے کچھہ ترے ناؤں سوں
دے پرواز منجکوں بلند دھاوں سوں
جلادے مری جیو کی آنکھہ کوں
دے ٹک باس مجھہ دل کے پھول باگ کوں
سدا کسب میرا تو اخلاص کر
ترے خاص بندیاں میں منج خاص کر
جگا جوت تجھہ دھیان کیرا رتن
مرے من کے صندوق میں رکھہ تجن

جنیدي

شیخ احمد نام ' جنیدي تخلص هے ' عبدالله قطب شاہ کا معاصر تھا ' سنه ۱۰۶۴ھ میں مثنوي ماہ‌پیکر لکھي :—

نبي کي سو هجرت کا یو تھا قرار
چہار سال تین بیس بھی ایک هزار

یه شعر میں اس طرح پڑھا جائے گا :—

نبي کي سو هجرت کا یو تھا قرار
چَہَر سال تہن بیس بھي اک هزار

اس شعر سے تصنیف کا سنه بھي معلوم هوتا هے -

طبعي

نام معلوم نه هو سکا ' طبعی تخلص ؟ گولکنڈہ کا رهنےوالا اور عبدالله قطب شاہ کا همعصر بلکه درباری شاعر تھا -

کلام میں گداز کے ساتھه رواني اور لطف زبان دونوں هیں - اس نے ۱۰۸۱ھ میں نظم گل اندام و بهرام ' هفت پیکر هاتفي کي روش پر لکھي هے ' بعض اخلاقی نظموں کا بھي پتا چلتا هے -

سوال و جواب

بهرام و گل اندام

بهرام کا سوال

هوا مجلوں برہ تے سدھه گنوا میں
اتھا دانا سو دیوانه هوا میں

جوں بزرگی دسی عرش کوں
پلکھے اڑے ریکھ پانکی
جوں پچ برساں چار سو
انھرے بسرساں پائے دگر

بتیاں ستر چھہ سات سو
اس وضع سوں میں جو کہا
باباں ہے چالیس پانچ جو
اسکوں یقیں کر تو شمر
چار بیس پندرہ سات سو
ہجرت سوں تھی اس مصطفیٰ
دسویں ربیع آخر جو تھا
ہور صبح صادق دن قمر

نازش جہاں میں میں کیتا
کیتا برائی کے جو بھی
قطبی دھریا اسد یو
لایا ہوں سب صاحب نظر [۱]

[۱] تاریخ زبان اُردو -

آپس کون دیکھے کھول کر جوں انکھیاں
دیوے خاک تن کا وطن کا نشاں

فور و مشورہ

توں اندیشہ پر کام میں بھوت کر
کہ اندیشہ ھے بھوت عالي گھر
نکر کام ھرگز توں اندیشہ باج
کہ اندیشہ ھے کام کے سر پو تاج
کر اندیشہ ہر کام میں بے حساب
کہ اندیشہ بن کام ھوتا خراب [۱]

ابن نشاطي

نام کا پتا نہیں ، ابن نشاطي تخلص یا کنیت سے مشہور ھے ، گولکنڈے کا رھنےوالا عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر تھا زبان زیادہ صاف اور خالص ھے -

اور حال معلوم نہ ھو سکا -

اس کي تصانیف میں ۱ - پھول بن ۲ - طوطي نامہ دو مثنویاں ھیں - اول الذکر کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ اور اخرالذکر کا بقول میجر استوارٹ سنہ ۱۰۶۴ھ ھے - [۲]

[۱] اُردو شہ پارے -
[۲] تاریخ زبان اُردو - دکن میں اُردو از ھاشمی -
نوٹ - مرتب اُردو شہ پارے کي راے ھے کہ طوطي نامہ ابن نشاطي کی تصنیف نہیں -

تجے دل میں چھایا ہوں اپس کے
خراپے میں لگایا، ہوں دیوا میں
رچایا ہوں ترے غم کے پہاڑاں
عجب ہے نیں سینا پھٹکر موا میں
صنم تیرے بدل ہوکر برھمن
گلے میں اپنے بہایا جانوا میں
منجے کیا دیکھتی از ماں گل اندام
پرانا ہوں نہیں عاشق نوا میں

گل اندام کا جواب

تجے حاصل نہیں ہے مجھ تے بن غم
نکو کر غم میں اپنا پا نو محکم
ترا دل ہو گیا پھوڑا دکھوں تے
نہیں اس زخم کا مجھ پاس مرہم
کد ہاں تک غم توں کھا گا بول بارے
منجے توں چھوڑ دے آج بہوت خرم
پنا کا اس چمن میں تے توں میو
ہوا کوتہ سخن واللہ اعلم

حب وطن

جکوئی یاد کرتا نیں اپنا وطن
او مردا ہے پیرن ہے اصل کا کفن
اگر کوئی غربت میں شاہی کرے
اگر مال ہور ملکاں اور لاکھاں دھرے

سعادت کي نين کا نور ھے توں
شجاعت کی گگن کا سور ھے توں

(آغاز کلام)

جکو نئی ھے باغباں اس پھول بن کا
چمن لاتا ھے یوں تازي سخن کا
کتے ایک شہر مشرق کی کدھن تھا
جو اس کا نانوں سو کنچن پٹن تھا
حصار اس کا نہا دریا کے کنارے
دسے خندق ھور دریا تس بندارے

(ابتداے افسانہ)

کتے کوئي پادشاہ یک اس کدھن تھا
حکومت میں سلیماں کے نمن تھا
تھے اس کے زیر دیواں جگ کي سارے
پریاں اس حکم تھے نہیں نہیال کنارے
بني آدم جیوں خدمت میں یکسر
ھوئے تھے و حش و طیر اس کے مسخر
نہ تھا بیٹا سو کوئي اس شاہ کے گھر
ھوا تھا راج بیٹي پر مقرر

اخر میں لکھتے ھیں :—

مسلماناں سو ھے امیدواري
سخنداناں سو ھے امیدواري

نمونه پھول بن

(حمد)

اول میں حمد رب‌العالمیں کا
دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں کا
خداوندا تجھي هے جـم خدائي
هميشه تجکوں سا جي کبر پائی
ازل سوں نہیں سمجے تیرا هدایت
ابد کو فهم نیں تیرا نہایت

(نعت)

کروں میں لي هات ابتدا نعت
سچیں حق کي پیمبر کا ادا نعت
مـحـمد پیشوا هے سروراں کـي
الهي سر خیل سب پیغمبراں کي

(منقبت حضرت علی)

زباں کوں میں ادب کے ساتھه کھولوں
نبي کی جانشیں کا مدح بولو
علي ساری نیاں میں هے سپهدار
علي ساري ولیاں کا هے سردار

(مدح عبدالله قطب شاہ)

شہـاں کا شـاہ عبدالله غـازي
خدائي هے تري جم پیش بازو

اتھا جس وقت سال ھجرت ھزار
اس اوپر نود اس کے اوپر چھار
ھوا قصہ رضوان شاہ کا تمام
نبي ھور ولي پر ھزاروں سلام

قصہ کا آغاز اس طرح کرتے ھیں :-

چڑھیا باپ کے تخت رضوان شاہ
جمع ھور وزیراں بھي ساري سپاہ
کھتک کو دے انعام کھنا نہال
کسے مال دینا کسے گوشمال
قدیمی وزیراں کو عزت دیا
انوجیوں نصیحت کئي یوں کہا

قصہ کا درمیاني حصہ :-

و ساعت بھوت سعد تھي ظاھرہ
کرے کر شفقت یو او ساحرہ

سنے جب منوچھر کي سب خبر
سو شیشے کو لے سات آئی اتر

شاھی

نام شاہ قلي خاں ' حیدرآباد کا باشندہ ' قطب شاہ کے لشکر میں سپاھی تھا غالباً اسي نسبت سے اپنا تخلص شاھي اختیار کیا -

کرینگے تو میرا یہ یو پھول بن لیر
کھوں یکبارگي جو عاقبت خیر

نوري

شجاع الدین نام ' نوري تخلص ' گجرات کا رهنے والا تانا شاہ کے وزیر (سید مظفر) کے لڑکوں کا معلم تھا - کلام میں طرز ادا کي سادگي کے ساتھہ لطف زبان بھي هے -

نوري ایس کے دل کي کسي سے نہ کہہ بتھا
حاصل بھلا اب اس سے دوانے جو تھا سو تھا [۱]

فائز

نام کا پتا نہیں ' فائز تخلص (هي سے مشہور) هے ' گولکنڈے کا رهنے والا تانا شاہ کے زمانے میں موجود تھا -

کلام میں عربي اور فارسي الفاظ اور ترکیبوں کي آمیزش هے - صاف اور ستھرا پرسوز کلام هوتا هے -

قصہ رضوان شاہ و روح افزا کو سنہ ۱۰۹۴ھ میں نظم کیا هے [۲] -

اول نام حق کا لے بولوں سخن
بندوں اس کي توحید کھولوں دهن

[۱] تاریخ ادب قدیم - تذکرۂ میر حسن

[۲] اردو شہ پارے - دکن میں اردو -

شعرائے بیجاپور

نصرتي

نصرت نام ' نصرتی تخلص ' وطن بیجاپور - ان کے آبا و اجداد فوج میں ملازم ' قوم کے شیخ اور علی عادل شاہ کے درباري شاعر تھے ' ملک الشعرا کا خطاب حاصل کیا تھا -

پرگوئي اور کثرت مشق کے باوجود کلام میں روانی کم ھے مذھب کا عنصر غالب ھے -

تین مثنو یاں (علی نامہ - گُلشن عشق - گلدستہ عشق) مجموعہ قصائد ' دیوان غزلیات ' ان کي تصنیف ھیں -

سنہ پیدایش ۱۰۳۷ھ سے پہلے قیاس کیا جاسکتا ھے سن وفات ۱۰۹۵ھ ھے -

نمونہ علي نامہ

حمد

سـرانا سـري اس سکـت دار کـوں
کـہ آدھـار ھے ان نـرادھـار کـوں
دیا دور رستم کے پلنچے میں زور
پڑیا ڈرتي جس دل ٠ھیں در یار شور

کلام میں صفائي زيادہ ھے بندش بھی بھتر ھوتی ھے -

ملنا تمن کا غیر سے کوئي جھوٹ کُو سچ مجھہ کھے
کس کس کا منہہ موندوں سجن کوئی کچھہ کھے کوئي کچھہ کھے

مرزا [۱]

نام ابوالقاسم، حیدرآباد کے باشندے تانا شاہ کے مصاحب خاص تھے اور حالات معلوم نہ ھو سکے -

کلام میں صفائی اور رواني کے سانھہ گداز کافي ھے -

عارض نہیں چندر کا ترے گال سوں اچھا
سمجھیں ھمن کلف کر نہ تجھہ خال سوں اچھا
مرزا وہ نونہال کدھر مت گئے چمن
لگتا تھا جن کے ھاتھہ یہ گُل ڈال سوں اچھا

(مرثیہ)

الودا الودا اے شاہ شہیداں الودا
الودا ابن علي دو جگ کے سلطاں الودا
اس جفا کے تھر بیٹھے ھیں گگن کے تن اوپر
نہن ستارے پھر یو سب دستے ھیں پیکاں الودا
شہہ کا ماتم من دریا کے موج نت نعرا کرے
غرق ھیں اس غم سوں سب لو لوے مرجاں الودا [۲]

---

[۱] عالمگیر نے جب اورنگ‌آباد فتح کیا اس وقت وہ موجود تھے - ان کو اتنا صدمہ ھوا کہ وہ گوشہ‌نشین ھو کر تھوڑے دنوں کے اندر انتقال کر گئے - تذکرۂ میر حسن -

[۲] اردو شہ پارے -

نظارے میں عارف نظر بار کوں
دسیں ہر طرف قدرت کا موں

اس زمانے کے معترضین نے نصرتي کي زبان پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب علي نامہ میں اس طرح دیتے ھیں :—

خرید۔دار کو خوب سودے سے کام
نہ دکان کا دیکھنا سقف و بام
مضامین سوں جابجا بات بول
دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول
یک یک فن میں کي سحر کي بہت چھند
خبیثاں کي جیباں کو کیتا ھوں بند
کیا ھوں سخن مختصر بے گماں
کہ یو شاھنامہ دکن کا تو جان
کہ ہر اک زبان حضرت غیب داں
سکھایا سب آدم کو سو تھے نہاں
ہوئی پستہ جو نسل آدم کي اصل
چکا ناں انہیں کے ھوے فصل فصل
انو میں جو تھے شہر کے اوستاد
گیا وہ زمانہ رھے شعر یاد
سخن بن نزاکت کے نا دیکھ بھول
کہ خوش باس سوں قدر پاتا ھے پھول
نہ کہتا ھوں میں بے وقوفوں کي بات
نہ کم بھول مثالوں تو حاسد نے مات

(منقبت شہر خدا)

زہے پیشۂ لا مکاں کا دلیر
علي ولي او خدا کا شیر
تو ایک کوٹ ہے برج جس کے تمام
او بارا اماماں علیہ السلام

مدح بادشاہ

قلم آج جو مجھہ جہانگیر ہے
صفت شہ کي لکھنے کی تاثیر ہے
زہے شاہ عادل سخي ولي
علی ابن سلطان محمد بلي

(مذمت طمع)

طمع اهل عزت کو کرتی ہے خوار
کرے جگ میں بے قول و بے اختیار
طمع نام و ناموس کا کال ہے
طمع جیوں کو سکہ کے بھونچال ہے

(مدح خواجہ گیسو دراز)

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز
محمد حسیني ہے گیسو دراز

توں دانش سوں سب کھول نہ محفوظ اچھے
ترا مدرسہ لوح محفوظ اچھے

(تعریف عقل و عشق)

اچھي عقل یک دولت ناپدید
اچھي عقل مشکل کے جال کي کلید
اچھي عشق خلقت کے جگ کا سبب
اچھي عشق گنجینۂ راز رب

(آغاز داستان)

کہتا ریوں فیصلہ دلپذیر
کبھي کھول کر بات یوں بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن
سخاوت تھي بھرا کہ در عالم نمن
سو مکھہ هات دھونے نے فارغ ہو سب
کیا اپني راني تی پوچھوں طلب
دنب تار کوں دن کي جھوکي یہ لال
دھری عشرت کا دن بھوجن کا تھال
سنبھا هات جیوں شاہ نعمت کی دھیر
پکاریا جھمن نل تلک اک فقیر

(خاتمہ)

هر اک داستاں بولتا دل کي نین
هر یک بیت هر یک محل جانشین

وے جو سخنداں ہیں صاحب تمیز
کہ ریجھہ اس ہنر کو دکھیں نت عزیز

گلشن عشق

(مدح)

عنایت کا تجھہ ہت ہے عالم نواز
کوئي ذرہ خورشید تھي سرفراز
وہ عالم کوں سو چانوں لک بات میں
دیکھنا چھپاتا ہي تجھہ ہات میں
دیا ہے توں خاکي کو ایسا شرف
جو تس سجدہ توري کبھی صف بہ صف

(نعت)

یو نعت سرور عالم محمد مصطفے کا ہے
کھلایا گلشن ہستی اول جس نور کا پاني

(مدح بادشاہ)

خصوصاً شہنشاہ عادل علي
ترا نانوں کا رہی جو ہے رت بلي
فضیلت میں تجھہ اج ہے بے خطا
کہ علم لدنی تجھے ہے عطا

غزل ریختی

اگر کوئی آکے دیکھےگا تو دل میں کیا کہےگا
مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاؤنگی چھوڑو
رضا گر مجھے کر دیتے ہی کرونگی گھر میں میں دو
اگر مجھ ہوویگی مرمرت صبح پر آؤنگی چھوڑو

عاجز

عارف‌الدین خاں نام ' عاجز تخلص ' دکن کے باشندے تھے ' اورنگ‌زیب کي فتوحات دکن کے وقت موجود تھے - کلام کے اندر گداز ' کہنہ‌مشقي اور طرز ادا کي خوبي موجود ہے - قصہ فیروزشاہ ' قصہ ملکہ مصر ' قصہ لال و گوہر ' مجموعہ اشعار اُردو (دیوان) ان کي تصانیف ہیں -

نہیں چھوڑا انہوں کا نام مجھ دل میں ترے غم نے
نہیں باور تو ظالم چوک مت چیر دے کنار اپنا
نہ جاوں کیوں کہ پھر پھر کے ظالم کوہ و صحرا میں
وہاں فرہاد اپنا مونس اور مجنوں ہے یار اپنا

بڑا پگڑ بڑا شملہ بڑا کلہ بڑا دھاڑا
بڑھایا ہے بڑي محنت سے زاہد نے وقار اپنا

شیخ مسجد کو چلا شیخ شتابي چھپ جا
دیکھ ہووےگی ترے دیں کي خرابي چھپ جا

هاشمي

سید میران نام، هاشمی تخلص، بیجا پور کے رہنے والے سید شاہ ہاشم اس دور کے مشہور بزرگ کے مرید تھے، پیر کے نام کي نسبت سے اپنا تخلص ہاشمی اختیار کیا - اپنے پیر کي فرمایش سے یوسف زلیخا کو سنہ ۱۰۹۹ھ میں دکھني زبان کي مثنوي میں ڈھالا ھے -

کلام میں آورد کا اھتمام زیادہ ھے -

سن پیدائش نا معلوم، وفات سنہ ۱۱۰۹ھ ھے -

(حمد)

ثنا حمد اس کو سزاوار ھے
سکل طلق جس کا یو ستار ھے

(مناجات)

سکت کسی میں ھے جو کرے سر بسر
ابتا "ہاشمی" تو مناجات کر

مرے شعر کرے بادشاھاں پسند
پسند کر کرورا کہیں جو سب ھوشمند

مرے شعر میں دے شجاعت کا بل
جو خوش ھوے سنکر دلیراں سکل

نوٹ - ہاشمی مادرزاد اندھے تھے، ہاشمی مولف "دکن میں اردو" کي راے ھے کہ ہاشمي ریختي کے موجد ھیں -مرتب -

جب بحر اشک میرا کرتا ہے جوش طوفاں
ساتوں فلک کی چادر تر کر کھنگالتا ہوں

کیونکر آویں شہر کے نزدیک ' صحرا کے غزال
ہے انہوں کی چوکڑی میں رم ہماری آہ سے
شمع کے شعلہ کو کیا طاقت جو تہامے اس کا زور
برق کے اعضا میں ہے گا خم ہماری آہ سے

دل تیری نگاہوں کے ' تیغوں کی نگاہوں میں
کچھہ وار نظر آویں ' کچھہ یار نظر آویں
ہم آنکھیں تری دیکھیں ' اور تری بھویں دیکھیں
خونریز نظر آویں ' تروار نظر آویں

لکھوں جب اپنی آہ داغ دل کے شور کر دہ عاجز ؟؟
قلم توپ اور سیاہی بس بھری باروت بن جاوے

کیفی نگاہ بن دل رنجور ہو رہا ہے
یہ شیشہ مے کی خاطر سب چور ہو رہا ہے

خیال اس شوخ کا کب مجھہ دل بیتاب میں تھہرے
کہاں بجلی کا سایہ چشمۂ سیماب میں تھہرے

جہاں آباد سے گرمي میں کوئي ظالم نہیں ملتا
سمندر دود کا ھے تو وطن کو آگ دے "عاجز"

کیا کاتوں کو یوں پامال میں پھر پھر کے صحرا میں
کہ مجنوں آہ کر میرا قدم پکڑا کہا بس بس

محتسب کے ھوش کو دارو سے دیتے ھیں اڑا
قلعۂ مینا کو جب مستی سے ھلاتے ھیں ھم

مسجد میں اذاں و بتکدے میں ناقوس
وصف اس کے کمال کا کہاں ھے کہ نہیں

لالے کي فصل شاید آئی ھے گلشنوں میں
سب گلرخوں نے لب پر مسي جمائیاں ھیں

مت ستا محتسب اب ھم کو کہ بے جام و شراب
ھم تو اُس نرگس مخمور کے متوالے ھیں
اس کے ھم دام محبت میں پھنسے ھیں "عاجز"
بال جس شوخ ستمگر کے گھنگروالے ھیں

وہ دوانا ہوں کہ اب شہر کو صحرا سمجھوں
چتر شاہي کو بگولے کا چھلاوا سمجھوں
یار کے کاکل و رخسار میں ایسا ہوں دنگ
کہ اندھیرے کو نہ جانوں نہ اجالا سمجھوں

اگر اس شعلہ‌خو کي بزم میں جوں شمع جل سکتے
پتنگے کي طرح جی سے فدا ہونے کو جل سکتے

عجب شور جنوں ہے ان دنوں میرے خیالوں میں
کہو مجنوں کو دو دن چپ رہے مجھول بن جاوے
اڑا لوں جب چمن کی خاک سر پر اس رنگیلے بن
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

دوانو کوہ و صحرا پر جنوں میرا ہوا حاکم
کوئي جاکر کہو فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

مجھسے بیدل کي اگر تصویر کھینچا چاہیے
اے مصور صورت دلگیر کھینچا چاہیے

دیکھہ دامنگیر محشر میں ترے ہوئیں گے ہم
خوں ہمارا اپنے دامن سے نہ اے قاتل چھڑا

محبت کے چمن کا گل جو بویا ہے یہی دل ہے
بہار عشق کا بلبل جو گویا ہے یہی دل ہے

جدائی کے سخن کو جب گریباں پھاڑ لکھتا ہوں
قلم فی الفور قینچی ہوکے کاغذ کو کترتا ہے

سنگ طفلاں سے گیا شہر سے ڈر کر مجنوں
ہم رہے ہم کو کہاں اتنی یہ دانائی ہے

زردپوش تم ہو اگر شاخ زعفران
"عاجز" بھی باغ عشق کا رنگیں پلنگ ہے

تری برگشتہ مژگاں کا خیال آتا ہے یوں دل میں
دکن کی فوج جوں بھالے پکڑ جلگاہ پر آوے
تری بانکی گلی میں ہم گذر کر سر سے بیٹھے ہیں
خدا وہ دن کرے قاتل کہ تو اس راہ پر آوے

جنجال زندگی سے ' کیا ہو گیا جو چھوٹے
"عاجز" ابھی پڑا ہے ملک عدم کا جھگڑا

خوش نگہ کي ياد ميں ساغر کو جب گرداں کروں
بے تکلف گردن مينا کو نرگس واں کروں
اس حنائي هاتهہ کي تعريف خون دل سے لکهہ
ريشۂ نخل قلم کو پنجۂ مژگاں کروں

چمن ميں جاکے وہ رنگيں ادا . . مسکراتا هے
گلوں سے رنگ اڑ کر لال سا جلنگل کو جاتا هے
همارا اشک خونيں ياد ميں گل‌رو کے بہ بہ کر
نگہ کو رشتۂ تسبيح يا قوتي بناتا هے [۱]

مثنوي کا نمونہ

جنوں کے دشت کا بن کر بگولا
خرد کي راہ کو وحشت سے بهولا
سحر سے شام تک مانند خورشيد
طلب کے فرق پر رکهہ پائے ماليد
غزالوں سرگرم دم تها
بيابان اس کو گلزار ارم تها
برس دو لگ چلا جب راہ ميں آہ
نظر ميں اس کے آيا دشت جانکاہ

[۱] چمنستان شعرا - رائے لچهمن نرائن ' شفيق ' اورنگ‌آباد - م انجمن ترقي اردو اورنگ‌آباد - تاريخ زبان اُردو - دکن ميں اُردو -

"عاجز" ہوں شاہ، ملک جنوں میرے واسطے
سورج کلاہ و چتر فلک ہے زمین تخت

ہے ہمارے بت کا دل پتھر کے چہرے کی طرح
کیا کروں اس کی صفت ہے سخت ہیرے کی طرح

ہر سحر کیا دیکھتے ہو آرسی اے سادہ‌رو
ہے تمہارے حسن کے دفتر کی دونوں صاف فرد

جب سے اے رنگیں‌ادا تیرا ہے رنگ گل میں نقش
تب سے میری آہ کا ہے سینۂ بلبل میں نقش

"عاجز" بھی آہ شمع جلاتا ہے باغ میں
روشن اگر گلوں سے ہوا ہے چراغ باغ

باغ میں اس لالہ‌رو کے آہ جب جاتے ہیں ہم
دل کے داغوں کو گلوں کے تازہ کر آتے ہیں ہم

عشق سے خوش‌قامتوں کے سبزپوشی کر پسند
سرو کے بوٹے قبا پر اپنے چھپواتے ہیں ہم

پلچھی

حکیم‌الدین نام ' پلچھي تخلص ' بلگرام کے رھنےوالے تھے -
حیدرآباد میں قیام کر لیا تھا -

پہلے اپنا تخلص عاجز کیا لیکن عارف‌الدین خاں "عاجز" کا
شہرہ ہوا تو پلچھي رکھہ لیا - اس سے زیادہ حالات معلوم نہ
ہو سکے - غزل میں گداز اور طبیعت میں فطرت‌نگاري ہے - [1]

صنم بنا تو خدائي کا تجھکو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

قیامت ہے تر گھونگٹ کے اوٹوں میں لٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ھنسکر مٹک جانا
نہیں تم سے چلي ہے ناز کي یہہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکي نہ ملنا اور ٹھٹک جانا

[1] عارف‌الدین خاں عاجز کے معاصر تھے ' بعض تذکرہ‌نویسوں نے ان کا زمانہ
سنہ ۱۰۹۹ھ لکھا ہے - مرتب -

کروں اس دشت کی کیونکر صفت کو
زباں پر کس طرح ڈالوں لغت کو
وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار
اجل کا کھیت تھا وہ دشت خونخوار
بیاباں عدم کے تھا برابر
وہاں تھا جہاں عزرائیل کو ڈر
وہاں کی ریت ہیرے کی کنی تھی
وہاں کے کانٹے بھالوں کی انی تھی
وہاں کی گرد تھی پاؤں کی دارو
وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو

سخن کے درکا مجھکو جوہری کر
سخن سنجوں کو میرا مشتری کر
سخن کا لال دے میری زباں کو
دو ملمہ ہے بھر میرے بیاں کو

کلام میں تصوف کا عنصر غالب ہے ' زبان بھي بہتر ہے ' ہر صنف میں سوز و گداز ہے ' سب کے آخیر میں مثنوی " من لگن " لکھي ہے جو نکات تصوف پر مشتمل ہے -

(حمد)

اے روپ ترا رتی رتي ہے   پربت پربت پتی پتی ہے

(نعت)

اوٹ اے قلم اس گھڑي نہ گھر جائیں
تک نعت‌نگر کي سیر کر آئیں
ہے نانوں احد نشاں احمد
سرخي سواحد ہے پان احمد

(مدح پیر)

مولا کے محب نبي کے نائب
مانس نہیں مظہر العجائب
ساگر ہیں سپور معرفت کے
بل عین ہیں نور معرفت کے

(مدح عالمگیر)

اب بول توں مدح بادشہ کا
ہور اس کي کمالیت کلہ کا
جس کي یو دوبال پن کي عادت
عالمگیری ہے اور عبادت

اس قدر ناداں نہیں ہوں میں کہ دل باتوں میں دوں
عمر گذری اے سجن تم رہی سے عیاروں کے بیچ

کفر و اسلام کی کچھہ بات نہ پوچھو ہم سے
بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہیں
در بدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
پر کنھوں نے نہیں پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں

شاید کہ آج آوے "پلچھی" ترا تماشا
پھڑکے ہے آنکھہ ہر دم ' دل کو لگے ہیں دھڑکے

بہ تنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا
قفس میں کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے [۱]

بحری

قاضی محمود نام ' ان کے والد بحرالدین قاضی دریا کے لقب سے مشہور تھے - قصبہ گوگی کے رہنےوالے تھے - دکنی زبان میں ان کے تمام اصناف سخن کا کافی ذخیرہ تھا جو برباد ہو گیا -

[۱] چمنستان شعرا -

جو درگاہ اس کی اہے بے نیاز
اپس سول اپس ہے وہ بے نیاز
نہ قادر ہے قدرت میں اس سار کا
نہ پیدا کیا ہے اپس سار کا

(آغاز مثنوی)

زباں اور نظر دونوں مل یار ہو
چلے ہیں تماشے کو اک ٹھار ہو
چلے جب تماشے کو مل کے ملوک
تو دیکھتے تمیز کر کو کرتے سلوک
سلوک سوں ہر ایک ملک کالے خبر
تو واقف ہو پھرتے تھے کرتے نظر
کتے ہیں ولایت کو اے دونوں
عجائب شہر ایک پائے دونوں

(تاریخ ف)

یو بارویں صدی میں پھر یو قصہ تمام
جو چودا برس نہیں ہوئے تھے تمام

(نام)

اس عاجز کا ناؤں شاہ بیر اللہ فقیر
جو سید میراں اس کا ہے دستگیر [۱]

[۱] دکن میں اُردو -

ہوئے جو بھ'ر دونوں مل مقابل
پڑیا لرزا زمیں لستمان کے دل

(نمونۂ غزل)

ہے سروقد سکے کا جوں پھول ڈال نازک
مکھ پھول پھل رہیا ہے جیسا گلال نازک
مکھ پھول نار کی سوں ڈالی پھول پھل رہیا ہے
پلکڑیاں سو پھول کیا ہوں دستیں میں گال نازک
بن کہا کہ ناز کی سوں لٹکی سکی اگن میں
گویا دیاں شفق میں دستے حلال نازک [۱]

مجرمی

شاہ بیراللہ نام، بیجاپور کے رہنےوالے تھے، کلام میں روانی کا عنصر کم ہے، لیکن قدرت کا پتا چلتا ہے [۲] ان کی تصنیف مثنوی "گلشن حسن دل" ہے جو سنہ ۱۱۰۴ھ میں لکھی گئی، نمونہ یہ ہے:-

(حمد)

جتا حمد ہے سو خدا کونج ہے
ثنا ہور صفت بھی اسی کونج ہے

[۱] دکن میں اردو -

[۲] دکن میں اردو -

ان کی تصنیف ذیل کی دو مثنویاں ھیں -

[۱] رتن پدم -
[۲] روضۃالشہداء -

ریاست خاں ، رئیس ساتگڑہ نے ان کي بہت قدرداني کي تهي ، کچھ دنوں ان کے دربار میں رہے ، اس کے بعد نواب عبدالمجید ساکن کڑپا کے پاس آئے ، نواب نے ان کو سدھوت کے قلعے میں ایک عہدے پر مامور کر دیا -

" رتن‌پدم " میں ولي نے اپنے ان واقعات کا اس طرح ذکر کیا ھے :—

ریاست خاں امیر ایک نامور تھا
سکونت‌گاہ اس کو ساتگڑھ تھا
اتھا او اھل درد و نیک اعمال
رفاقت میں اتھا میں اس کي خوشحال
قضاراں واں سوں ھو قسمت نے برخاست
سو آیا میں طرف کڑپا کے دھرخواست
نواب عبدالمجید ، ابن الحمید ایک
اتھا واں نامور ، صوبہ سعید ایک
سو او بعد شجا پروانہ لکھ کر
بہ سلک نوکراں مجھ منسلک کر
تعین کر مجکوں سدھوت کو روانہ
کیا او صاحب شہرۂ زمانہ
سو حسب‌الحکم میں سدھوت کو آیا
رنگارنگ واں تماشے میں لے پایا

نتھر اولیا

تہر عالم نام، ایک مثنوی ان کی تصنیف ہے اس کا نمونہ یہ ہے اور حالات معلوم نہ ہو سکے [۱] - کلام میں روانی ہے -

---

عجب میں جو زاھد جھٹک آستیں
تما شبکوں جو جوڑی نظر پاک بیں
ایسے دھات شو گشب میں تھار تھار
جہاں شو کھڑا ہے نہیں واں نہار

بچھایاں مرصع کے کرسی اُدھر
بندیا درمیاں پردہ، باریک تر

ولی دکھنی [۲]

محمد فیاض نام، قوم سید، وطن ویلور (احاطہ مدارس) ہے - عالمگیر کے معاصر تھے -

کلام میں، اُردو زبان پر ھندی عناصر کا غلبہ ہے، روانی اور سلاست کافی ہے -

[۱] دکن میں اُردو -

[۲] - یہ مشہور شاعر ولی اورنگ‌آبادی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، بلکہ بالکل دوسرے شخص ہیں - مرتب -

صبائي

احمداباد کے رهنے والے ' ولی کے معاصر تھے [۱] - بالکل عامیانہ مذاق میں کہتے تھے :-

زر سے ہے آشنائي ' زر سے ملے ہے بھائی
زر نہیں تو ہے جدائي ' دنیا میں جو ہے زر ہے

احمد

احمد نام اور تخلص ' گجرات وطن ہے ' زیادہ حالات معلوم نہیں - عربي فارسی کے علاوہ سنسکرت اور بھاشا زبانوں کے بھی عالم تھے ' ولی کے معاصر تھے - نمونہ کلام :-

احمد بتائیں کیا کریں اب راہ عشق میں
سر پر تو سانجھ [۲] پڑگئی اور پانوں تھک گئے

آگاہ [۳]

محمد باقر نام تھا - ذی علم شخص تھے ' تصانیف کثیرہ ان کي طرف منسوب ہیں ' زیادہ تر نظم هي ان کا میدان

[۱] دکن میں اردو -

[۲] لفظ '' سانجھ '' بجائے '' شام '' استعمال کیا ' اس سے ان کے صحت مذاق کا پتا چلتا ہے کیونکہ '' تو '' اور '' پڑگئي '' کے درمیان '' سانجھ '' مناسب اور موزوں ہے - مرتب -

[۳] دکن میں اردو

" ولي " تھرے کرم کي ھے مجھے آس
نہ کر ، اُس آس سوں ہرگز تو تھراس

" ولي " ھے یو سبب خالي بھانا
اسي کا کام ھے دینا دلانا [۱]

"روضۃالشہدا" میں ولي نے واقعات کربلا نظم کئے ھیں اس کے علاوہ انھوں نے ایک مناجات بھي لکھي ھے جس کا نمونہ یہ ھے :—

(مناجات)

یا الٰھي زھد و تقویٰ نیں ھوا مجھ ھات سوں
کچھ عبادت ھور ریاضت نیں ھوا مجھ ذات سوں
سر بسر ھوں منفعل اس کام ھور اس بات سوں
یا غفورالمذنبیں مجھ حال پر احساں کرو

محمود

محمود بیگ نام ، محمود تخلص تھا - بیجاپور کے رھنے والے ، ولي کے شاگرد فقري کے معاصر تھے - [۲]

نمونۂ کلام یہ ھے :-

لوگاں کہیں پتھر سوں کچھ سخت نہیں و لیکن
جو کوئي پیا سوں بچھڑا وہ سخت ھے پتھر سے

---

[۱] تاریخ زبان اردو -

[۲] تذکرۂ میر حسن - چمنستان شعرا -

جب اِس سے حسن مطلق ہے نمودار
هوا یہ نام اس کے تئیں سزاوار

نمونہ ھشت بہشت :—

سال نہم میں وفود آے بہت
ایمان اس شاہ اُپر لاے بہت
نام اس سال کا ھے سال وفود
معنے اس کے ھے جماعت سن زود
جو وفود آے ھیں نزد سالار
ساٹھ سے کچھ ھیں زیادہ اے یار
ھور اس سال میں ھے جنگ تبوک
جس کی سختی میں نہیں ھے کچھ چوک
اس سبب سے بکلام علم
اس کے تئیں " ساعت عسرت " ھے نام

(آغاز سیرت)

شروع حسن سیرت کو کرتا ھوں اب
بیاں مختصر اس کا کرتا ھوں اب
تھے اخلاق سب شاہ کے باکمال
نہ تھا اول ملے کوئي اس کي مثال
کہا عائشہ پاس آ ایک جوان
" کہ اے مادر مہرباں کر بیاں
شہنشاہ کے اخلاق تھے کس وضا
مجھے یک بیک اس کے تئیں سب سنا "

رها ہے - ''آگاہ'' پہلے شخص ہیں جنہوں نے اُردو نظم میں سیرت کی مکمل اور صحیح روایات پر مبنی کتاب لکھی ہے ' عروض کی پابندیوں کے ساتھ ادبی وادی میں رواں ہیں ' ان کی تصنیف میں " ۱ - ہشت بہشت " " ۲ - من در پن " دو کتابیں ہیں -

پہلی کتاب سیرت میں ہے اور دوسری میں معجزات نبی بیان کئے ہیں -- سنہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی [۱] -

''نمونہ من درپن''

(آغاز)

بحول و قوت پروردگار اب
میں لکھتا ہوں اسے با اختصار اب
بہ ترتیب لطیف و حسن اسلوب
کہ جو دیکھے سو بولے ہے بہت خوب
اگرچہ ' معجزوں کے ذکر اندر
ہیں نسخے بہوت دکھنی اے برادر
ولے اکثر غلط اس کا بیاں ہے
محدث پاس جھوٹ اس کا عیاں ہے
حدیثوں میں نہ ہو جس کوں ٹھکانا
حرام اس کا ہے پڑنا ہور پڑانا
میں ''من درپن'' رکھا ہوں نام اس کا
جلا دینا ہے دل کو کام اس کا

[۱] محبوب الزمن -

شراب عشق سوں ، کر دل کو سر مست
پکڑلے نیستی نا ہوئے کا دست
مرادِ دل سمجھ لے ، نا مرادی
کہ غم سوں پائیگا توں راہ شادی
بہشتی حور طوبیٰ قد ، پری رخ
مبارک شکل چھرا فال فرخ

پری صورت ہے توں ، لیکن پری نیں
کہ انساں بن یو حسن دلبری نیں
کہ اے روشن گھر ، ماہ جہاں تاب
سوا تج کوں جوانی کا اچھو لاب
فلک اک گوشۂ ایوان ، اس کا
زحل سو کمتریں ، درباں اس کا
کرے مریخ وہاں ، خنجر گذاری
اتی خورشید کوں ، چوکی کی باری
مقابل مطرباں کا راگ ، ہور رنگ
بجی طنبور سر مندل دف و چنگ
عجب دلکش ہے بزم مے پرستاں
خصوصاً ہوے جب ، ہاے ہوے مستاں

کریگا کون ، میری کارسازی
دوستی ہوئیگی ، عاشق نوازی

کہی عائشہ اسکوں اے ہوشیار
ہے تفصیل اس کی، نہایت سی بہار
و لیکن میں کہتی ہوں اب مختصر
کہ خُلق اس کا قرآن تھا سر بسر

وجدی

وجیہ‌الدین نام، قوم شیخ، کرنول کے باشندے تھے، کلام میں سلاست زبان کا لطف غالب ہے طرز ادا میں بے ساختگی ہے - دکنی اُردو میں ان کی حسب ذیل مثنویاں ہیں -

۱ - باغ جانفزا ضخیم مثنوی ہے - سنہ ۱۱۴۵ ھ میں تصنیف ہوئی چنانچہ باغ جانفزا تاریخی نام ہے -

۲ - پنچھی باچھا، شیخ فریدالدین عطار کی مشہور مثنوی منطق‌الطیر کا ترجمہ ہے - سنہ ۱۱۴۹ ھ میں تمام ہوئی -

۳ - تحفۂ عاشقاں، یہ بھی شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی ''گل و ہرمز'' کا ترجمہ ہے - سنہ ۱۱۵۲ ھ میں ختم ہوئی -

نمونہ باغ جاں فزا

دنیا میں رہ کے دنیا سوں جدا اچھ
جدا ہوکر، طلبگار خدا اچھ
قلندر ہو کے ست دے خود پرستی
دیوانا ہو کے دکھلا جوش مستی

اے پلنچھی پیارے ، سخن آغاز کر
حمد سوں ، حق کے ، بلند آواز کر
شوق سوں ، ایسا روچایا یک چھجا
جو رہے تر لوگ کا ، عالم لوبھا
گلشن وحدت ، ہے تہرا آشیاں
احدیت کا راز ، سب تجھہ پر عیاں
سر کشی سب چھوڑ دے ، ہو سر نگوں
درد سوں کر ، دل کوں اپلي غرق خوں
گر تجھی ہے ، ہمت معلے بلند
دل نکو بردار و تباں سات بند
جانے کا دونوں جہاں سو کر گذر
بیٹھہ ذوالقرنین کی ، جاہات پر

ایک دن ، سب جگ کی پنچھي جانوو
مل کر بیٹھے ، جمع ہو یک تھار پر
ہے ہر یک فرقہ ، میں یک بادشا
نہیں ہمن کوں بادشاہ ، سو کیا کیا

خاتمہ کي تاریخ لکھتے ہیں :—
جب کیا تارخ کا ، دل میں حساب
تب ہوا میزان کیا خاصا کتاب
سنہ ۱۱۲۶ھ

١ - باغ جانفزا کي تاريخ اس طرح نکالي هے :—

يو هے بيان خاتمه جي شکر سوں بولیا هوں ميں
تاريخ جس کے ختم کا ، آيا هے باغ جاں فزا

---

٢ - پنچهي نامه يا پنچهي باچها :—

اصل ميں يو تها ، کلام فارسي
اهل معنے کو ، مثال آرسي
خوشتريں تصنيف شيخ نامدار
پيشواے عارفاں روز کار
شيخ صاحبدل ، فريد نامور
خاص جن کا هے لقب عطار کر

تها ولے جوں ، فارسي ميں ، يو کلام
کم سمجهه سکتے تهے اس کو، خاص و عام
گرچه ميں بهي کچهه نهيں، معنے شناس
کاں مجهے ، اس کے سمجهنے کا قياس
ليکن اس کو ديکهه کر ، دلچسپ بول
يک بيک يوں دل ملے ، آيا کلول
جو موافق فهم اپني کے ضعيف
اس کتاب خاص کا ، نظم شريف
قصد کر ، دکهني زباں ميں ليکے آؤں
تار هے دنيا ملے ميرا بهي ناؤں

خاکي

سید محمد جمال‌الدین نام ' قادري لقب ' خاکي تخلص تھا ' قریب قریب ھر صنف میں شعر کہے ھیں ' ان سب میں خوبي زبان ' طرز ادا اور مضامین تصوف کا غلبہ ھے - سنہ ۱۱۴۱ھ میں مثنوی '' فیض عام '' لکھي -

جائز نہیں تھیں ' ھجر کي شب کی ' شکایتیں
مجکوں خصوص تو روز وصال تھا

اپنے معشوق سنگ ھو رھنا
ایک دل ایک رنگ ھو رھنا
حال واصل کا ' ھے یہي '' خاکي ''
دیکھہ دلبر کوں دنگ ھو رھنا

احمد ' اگر ظہور نہ ھوتے جہان میں
پائے خدا کي ذات کوں ' کس کا مجال تھا

صدق ' میں صدیق اکبر ' کبریا
زھد اور تقوی سٹي او بے ریا

۳ - تحفۂ عاشقان :—

(آغاز) ر۲

کروں پاک دل ' هور زباں پاک سوں
ثنا پاک ' اس عاشق پاک سوں

قضارا دسیا مجکوں ' یک بار کا
گل و هرمز ' اس شیخ عطار کا
هوا شوق پیدا ' منجھے بعد ازاں
کہ دکنی زباں سو ' کروں ترجماں

قافیہ کے لئے ترجمہ کو ترجمان کیا ھے -

سال تصنیف میں لکھتے هیں :—

دسے اس کی تاریخ مجکوں عیاں
پچھا نو اسے تحفۂ عاشقاں [۱]
سنہ ۱۱۵۳ھ

[۱] دکن میں اردو -
تاریخ اردوے قدیم -

صنم کا ناز ' عاشق کی نیازی
نزاکت ھے ' نزاکت ھے ' نزاکت
ھوا ' جب کعبۂ مقصود مشہور
زیارت ھے ' زیارت ھے ' زیارت

ھوش کھو ' محو ھو رھا ھوں
دیکھہ کر ' میں ترا ادا ' اے شوخ

پیو ' کل میں محیط ھو بالا
ھے او ظاھر ' نہاں ' کچھ کا کچھ

هشیار اے ، او ' بے خبر ' ھے جسم میں ترے ' یزید
یا مار کر غازي ھو توں ' یا مر کہ ھو اس سوں شہید

ھوں میں کل قید غیریت سوں ' خلاص
بلکہ دایم ھوں عیلیت سوں خلاص
پیو سوں ' نا جدا ھوں ' نا شامل
ھو رھا ھوں میں عبدیت ' سوں خلاص

اب تلک ' منتظر ھیں ھم ' پیو کے
پیو نہ آیا نظر ' خدا حافظ

ہیں عمر ' دائم عدل سوں بے بدل
اس صفت سوں ' اُن کوں حق نازل کیا
ہے حیا کے سنگ نت ایماں قرار
صاحب ایمان عثماں با حیا
ہے ولایت اور شجاعت جس پہ یار
او علی مہلی ہیں ابلیا
یو خلیفے چار ' برحق جان توں
بے شبہ ' حق مرتبہ ان کوں دیا

مست ہوکے خیال میں رہنا
گُم اُسی کے جمال میں رہنا
ناقصوں کا ہے کام اے '' خاکی ''
اپنے فخر و کمال میں رہنا

بلبل کوں ' گل سے مطلب ' خاروں کی کب ہے پروا
جو عشق میں دیا سر ' ماروں کی کب ہے پروا

حق کے مخفی راز کا ' سن لے بیاں
پوچھہ مت ہم ' سن تو اخبار بہشت

تاب کاں ' ہم میں ' جو تصویر صنم کی دیکھیں
نقش ہوجائیں ' کھو دیکھہ اسے دیوار کے سات

هوش دیکر ، کبھي کریں بےھوش
پھر کبھي ، هوشیار کرتے هیں

بندگی کون تو چھوڑ بیٹھا هوں
موں ، خدائي سوں موڑ بیٹھا هوں

دلوں په نقش هوا هیگا ، یار کے هاتھوں
بني هے صورت زیبا ، نگار کے هاتوں

، خاکی ،، سخن کہا هے ، تصوف کے باب میں
کر غور ، اس کے شعر سوں ، انکار مت کرو

اصل تیرا هے نام ، بسم‌الله
ورد کر ، صبح و شام بسم‌الله

کون هے تجھ بنا مرا والي
جو کروں اس سوں داد و فریادی

جسکے بر میں روز و شب دل دار هے
بت پرستی سوں ، اُسے در کار هے

ہے نگھہ بان ' در پہ ' مہوش کے
سگ دربان سوں ' رقیوں کب لگ

نیں ہے مجکوں خوف کچھ ' روز جزا
یا محمد ' توں ہوا ہے جب کفیل

کیوں کروں ' میں غیر کے اوپر نگاہ
نیں جدا ' میری نظر سوں ' او صنم

نور سوں رب کے ' محمد ہے عیاں
ہے عیاں نور نبی سوں ' کل جہاں

ہمارے سرکا چھتر ہے ' " جمال " اے " خاکی "
دئے ہیں ' دست کوں ہم ' سایہ دار کے ہاتھوں

ارے دل کی ہے روشنی ' جاگنے میں
کہ ہوتا ہے مفلس غنی ' جاگنے میں

تری آنکھوں کی کیا کروں ' تعریف
حوض کوثر کے ' خاص کانسے ہیں

'' شاہ گلشن '' مشہور فقیر اور شاعر سے ' ملاقات کی اور اپنے اشعار سنائے ' انہوں نے صلاح دي کہ

'' ایں ہمہ مضامین فارسي کہ بے کار افتادہ اند
در ریختہ بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواهد گرفت

(تذکرۃالشعرا - مہر)

ولي کے کلام میں سلاست اور رواني اس قدر ھے کہ کہا جا سکتا ھے کہ وہ اس دور کے '' داغ '' ھیں - زبان کو خالص اردو بنانے کي پوري کوشش کرتے ھیں ' اپنا مطلب اس طرح ادا کرتے ھیں کہ سننے والا متاثر ھو جاتا ھے غزلوں میں سوز و گداز ' مثنوي میں روانی ' قصائد میں شکوہ ' رباعیوں کے اختصار میں تفصیل مسائل دور سے نمایاں ھیں -

کلیات ولی - نورالمعرفت (تصوف میں) ان کي تصانیف ھیں - بہقول '' آزاد '' ولي سعداللہ گلشن کے شاگرد تھے - ولی کے شاگردوں میں بعض تذکرہ نویسوں نے مرزا '' داؤد '' کا نام لیا ھے جیسا کہ وہ خود کہتے ھیں :—

کہتے ھیں سب اهل سخن ' اس شعر کو سن کر
تجھہ طبع میں ' '' داؤد '' '' ولي '' کا اثر آیا

سنہ ۱۰۷۹ھ میں بمقام اورنگ‌آباد پیدا ھوئے اور سنہ ۱۱۵۵ھ میں احمدآباد (گجرات) میں وفات پائی -

کہتا ھوں ' ترے نانوں کوں ' میں ورد زباں کا
کرتا ھوں ' ترے شکر کوں ' عنوان بیاں کا

عشق بازی میں کرے عاشق غرور
کم نگاهي کيے؟ سزا درکار هے [۱]

آزاد [۲]

فقيرالله نام ' وطن حيدرآباد تها ' اُن کي غزل پر ولي نے غزليں لکهي هيں -

(نمونۂ کلام)

" آزاد " سے ليتا هوں ' يه مصرعۂ مناسب
جس سے که يار ملتا ' ايسا هنر نه آيا

سب صنعتيں جهاں کي ' " آزاد " همکو آئين
پر جس سے يار ملتا ' ايسا هنر نه آيا

شعراے اورنگ آباد

۲۰ — ولي اورنگ آبادی

محمد ولی نام ' اورنگ آباد کے رهنے والے تهے -

ولی دهلي بهي گئے تهے ' بعض تذکرہ نويسوں نے لکها هے که وهاں اُن کي بهت قدر هوئی -

[۱] سالنامۂ اخبار رهبر دکن - (حيدرآباد دکن) -
[۲] دکن ميں اُردو - چمنستان شعرا -

تجھہ تل سے ' اے آفتاب طلعت
ممنون ھوں ' ذرہ پروری کا

محبت یار بےپروا کی ' دیلے میں ھے ' رات ھور دن
یہي مطلب ھے ' رات ھور دن نمازي ' ھور نیازی کا

شغل بہتر ھے ' عشق بازي کا
کیا حقیقی و کیا مجازي کا
ج تیري نگہ نے ' مسجد میں
ھوش کھویا ھے ' ھر نمازی کا

چاھتا ھے اس جہان میں گر ' بہشت
جا تماشا دیکھہ ' اس رخسار کا
آرزوئے چشمۂ کوثر ' نہیں
تشنۂ لب ھوں ' شربتِ دیدار کا

کیا کرے تعریف دل ' ھے بےنظیر
حرف حرف ' اس مخزنِ اِسرار کا
گر ھوا ھے ' طالب آزاد گي
بند مت ھو ' سبحہ و زنّار کا

هر ذرۂ عالم میں ہے ' خورشید حقیقی
یو بوجھہ کے ' بلبل ہوں ہراک غنچہ دہاں کا
جاري ہوئے آنجھو مرے ' یو سبزۂ خط دیکھہ
اے خضر قدم ! سیر کر اِس آب رواں کا

کتابت بھیجنی ہے ' شمع بزم دل کوں اے کاتب
پر پروانہ اوپر لکھہ ' سخن مجھہ جانفشاني کا
عزیزان بعد مرنے کے نہ بوجھو تم ' کہ تنہا ہوں
لکھا ہوں ' پردۂ دل پر ' خیال اس یار جاني کا
شراب جلوۂ ساقي اِسوں ' مت کر منع ' اے زاہد
یہي ہے مقتضا ' عالم میں ' ہنگامِ جواني کا

کیا مدہوش مجھہ دل کو ' انیندي نین ساقی نے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا

ہوئي ہے آرسي جوگن ' ترے مکھہ کے تصور میں
بھبھوتی مکھہ پہ لیا ' دم مارتي ہے خاکساري کا

طالب نہیں ' ماہ و مشتری کا
دیوانہ ہوا ' جو تجھہ پری کا

اے ''ولي'' ' درد سر کي دارو هے
مجکوں ' اس صندلي قبا کی ادا

دل عشاق کیوں نه هو ' روشن
جب خیال صنم ' چراغ هوا

جو ''ولي'' هے ' مرجع هر جز و کل
وہ مرا مقصودِ جان و تن هوا

سینۂ بلبل و قمری کو کیا ' محشر درد
جبکه اس سرو نے ' سیر گل و شمشاد کیا

تب سے هوا هے ' محمل لیلی کي شکل دل
جب سوں ' ترے خیال نے ' دل میں گزر کیا

خدا دیا هے مجھے ' سو هزار عجز و نیاز
جو سر سے پاؤں تلک ' تجھکوں شکل ناز کیا

صحن گلشن میں جب' خرام کیا
سرو آزاد کو ' غلام کیا

-ھوں لالہ ' بجز آتش خاموش لب یار
مرھم نہیں عالم میں ' "سوئی" داغِ جگر کا

روح بخشے ھے کام ' تجھہ لب کا
دم عیسیٰ ھے نام ' تجھہ لب کا

آئینہ تجھہ سے ھو کے ' ھم زانو
حیرت افزا ھوا ھے ' گلشن کا

اس قد سے ' جس چمن میں ' وہ نو نہال ھوگا
کیا سرو ' کیا صنوبر ' ھر اک نہال ھوگا

یاد آتا ھے مجھے جب ' وہ گلِ باغِ وفا
اشک کرتے ھیں مکاں ' گوشۂ داماں میں آ
حسن تھا پردۂ تجرید میں ' سب سوں آزاد
طالب عشق ھوا ' صورت انسان میں آ
دردمندوں کو بجز درد نہیں صیدِ مراد
اے شہِ ملکِ جنوں ' غم کے بیاباں میں آ

نقش دیوار کیوں نہ ھو ' عاشق
حیرت افزا ھے ' بےوفا کی ادا

کیمیا عاشق کے حق میں ھے، نگاہ گل رخاں
گل رخاں سوں جگ کے، پایا ھوں "ولی" یہ کیمیا

(نعتیہ)

لا مکاں پر بلا احمد ، جو بلا بٹھلایا
تب ملائک نے وھیں ، صلوا علیکم گایا
حور و غلماں نے ، ترانے سوں ، وہ نغمے بولے
قاب قوسین کا نوشہ ، تو ھے سب کو بھایا
تھے براتي وھاں ، آدم سوں لگا ، تا عیسیٰ
اور جبرئیل امیں ، گوندھ کے سہرا لایا
حق نے ، لولاک لما حق میں محمد کے ، کہا
ان سوا ، کون سے مرسل نے ، یہ رتبہ پایا

——

کیوں ھو سکے ، جہاں میں ، ترا ھمسر ، آفتاب
تجھ حسن کي اگن کا ھے ، یک اخگر آفتاب
دیکھا جو تجھکوں ، آپ سے روشن جہان میں
سر سوں لیا ، نقاب زریں مکھ پر آفتاب

——

ترے جلوے سوں ، اے ماہ جہاں تاب
ھوا دل سر بسر ، دریاے سیماب

غمزۂ شوخ نے ، بہ نیم نگاہ
کام عشاق کا ، تمام کیا

ہے قد ترا سراپا ، معشوقِ ناز گویا
پوشیدہ میرے دل میں ، آتا ہے راز گویا
ہر یک نگہ میں تیرے ، ہے نغمۂ محبت
ہر تار تجھ نگہ کا ، ہے تار ساز گویا
ہے قبلہ رو ہمیشہ ، محراب میں بھواں کے
کرتی ہیں تیری پلکاں ، مل کر نماز گویا

پی کے ہوتے ، نہ کر تو مہ کی ثنا
معتبر نیں ہے ، حسن دور نما
باعث نشۂ دوبالا ، ہے
حسن صورت کے ساتھ ، حسن ادا
اے گل باغ حسن ، مکھ سوں ترے
جلوہ پیدا ہے ، رنگ و بوئے حیا

کم نما ہے نو جواں میرا ، برنگ ماہ نو
ماہ نو ہوتا ہے دائم ، اے عزیزاں کم نما
مدعائے عاشقاں ہر آن ہے ، دیدار یار
یار کے دیدار بن ، دوجا عبث ہے مدعا

لب ترے پر ، کہ روح کا ہے قوت
کاتب ناز نے ، لکھا ہے سکوت
جو موا داغ عشق میں ، اس کوں
تختۂ لالہ سوں ، کرو تابوت
اے "ولي" سبزۂ لب دلبر
خوشنمائي میں ہے ، لب یاقوت

روایت خضر سے ، پہونچي ہے ، مجھہ کو
کہ اس کا خط ہے ، موج آب یاقوت

شوخ مہرا ، بے میا ہے ، الغیاث
صاحب جور و جفا ہے ، الغیاث
وہ صنوبر قامت گل‌زار حسن
محشر ناز و ادا ہے ، الغیاث
اس کماں ابرو کا ، ہر تیر بلا
جیوں خدنگ بے خطا ہے ، الغیاث
پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ، جیوں حنا ہے الغیاث
بلبل باغ وفا ہوں ، میں "ولي"
وہ سراپا بے وفا ہے ، الغیاث

انکھوں کو تیرے دیکھہ کے ، گلشن میں گلبدن
نرگس ہوا ہے شوق سوں بیمار ، الغیاث

ملیا وہ گلبدن جس کوں ' اسے گلشن سوں ' کہا مطلب
جو پایا وصل یوسف ' اس کو پیڑاھن سوں ' کہا مطلب
سخن ' صاحب سخن کا ' سن کے ملنے کی هوس مت کر
جواهر جب هوے حاصل تو پھر معدن سوں ' کہا مطلب

ترے مکھ پر ' اے نازنیں ' یو نقاب
جھلکتا ہے ' جیوں مطلع آفتاب
ادا فہم کی ' دل کی تسخیر کوں
ترا قد ہے ' جیوں مصرعۂ انتخاب

مدت کے بعد ' آج کیا جو ادا سوں بات
کھلنے سے اس لباں کے ' هوئی حل مشکلات
دیکھے سوں مجھکوں آج شب و روز نیک ہے
وہ زلف و رخ ' کہ جن سوں عبارت ہے دن و رات

زبان حال سوں کہتا ہے یو شمشاد ' هر ساعت
پڑیں گے قید میں ' اس قد کوں دیکھ ' آزاد هر ساعت
بچے گا کب تلک ' اے طائر دل ' زور وحشت سوں
نگہہ کا دام ' لے آتا ہے وہ صیاد ' هر ساعت

هر درد پہ کر صبر ' '' ولی '' عشق کی رہ میں
عاشق کو نہ لازم ہے ' کرے دکھ سوں شکایت

اگر اشارت ابرو، کرے وہ ماہ تمام
ہلال بزم میں، ہو چرخ زن، بجائے قدح

کیا ہے دفع، مرے درد سر کوں، رونے نے
ہوا ہے حق میں مرے خون دیدہ، صندل سرخ

همیشه ہے، بہار سرو آزاد
نہ جائے، دولت حسن خدا داد
خلاصی کیونکہ پائے، بلبل دل
نگاہ مہرباں ہے، دام صیاد

گر آرزو ہے تجھکوں، مقصد کے گل کا کھلنا
ٹک بند کر زباں کو، مکھہ میں، کلي کے مانا

کُھلا ہے، عقدۂ دل، تجھہ پلک کی سوزن سوں
ترے نہین کا، اشارہ ہے، قفل دل کي کلید

اے ''ولي'' ترک علائق، دل کو، لذت بخش ہے
جیوں ہے، دنیا دار کو، فکر سروساماں، لذیذ

ہے جلوہ گر صنم میں ' بہار عتاب آج
لیتا ہے ' اس کے ناز و ادا کا حساب ' آج
عالم کا ہوش کھونکہ رنگ کا ' عجب ہوں میں
چوتا ہے اس کے نین سوں ' رنگ شراب آج
کیا ناز ' کیا غرور ہے اس نوبہار میں
دیتا نہیں ' سلام کا میرے جواب ' آج

جولاں گری میں ' گرم ہے وہ شہسوار آج
سینے سے عاشقوں کے ' اُٹھے ہے غبار آج
بے شک کریگا ' خاطر عشاق باغ باغ
آیا ہے التفات پہ ' وہ نوبہار آج

آخر کو رفتہ رفتہ ' دل خاکسار نے
تیری گلی میں ' آ کے کیا ہے مکاں ' آج
شعلے کوں ' دل کے ہیچ ہے - جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں ' آہ سوں میں ' نردبان آج

بے تاب آفتاب ہے ' تب سوں جہان میں
دیکھا ہے تجکوں ' جب سکے ' اے رشک نور صبح

زہے طرب ' کہ ہوا بزم عیش میں دم ساز
صنم کے لعل سوں ' یاقوت بے بہاے قدح

رحم بھجا ، ستم برابر ھے
تو رقیباں اُپر ، کرم مت کر

کیا درد کہے ، کون کہے درد مرا ، جا
اے آہ ، مرے درد کی ، تو جا کے خبر کر

اے "ولی" آیا ھے ، وہ مقصود دل
خانۂ دل ، خوں سوں ، رنگ آمیز کر

صنعت کے مصور نے ، صباحت کے صفحے پر
تصویر بنائی ھے تری ، نور کو حل کر

میں ، تجھے آیا ھوں ایماں بوجھہ کر
باعث جمعیت جان ، بوجھہ کر
رحم کر ، اس پر کہ آیا ھے "ولی"
درد دل کا تجھکوں ، درماں جان کر

جلوۂ عشق ھوا ، اس قدر زمیں کو محیط
کہ پارسا کو ھوئی ، موج بوریا زنجیر
زبان قال نہیں ، طفل اشک کوں ، لیکن
زبان حال ، سوں کرتے ھیں عشق کی تقریر

یاد ' تجھ خط سبز کي ' اے شوخ
زخم دل پر ہے زہ مرہم زنگار
بسکہ پایا ہے ' تجھ جفا سوں شکست
خانۂ دل ' ہوا ہے ' آئینہ وار

تشبیہ ' جو تجھ خط کو دیا ' مشک ختن ' سوں
عالم کوں ' وہ آگاہ کیا ' اپنی خطا پر

مت تغافل کو راہ دے ' اے شوخ
جگ ہنسائي نہ کر ' خدا سوں ڈر
ہے جدائی میں ' زندگي ' مشکل
آ جدائي نہ کر خدا سوں ڈر
عاشقاں کوں ' شہید کرکے ' صنم
کف ' حنائی نہ کر ' خدا سوں ڈر
آرسی دیکھ کر ' نہ ہو مغرور
خود نمائی نہ کر ' خدا سوں ڈر
اس سوں ' جو آشنائے درد نہیں
آشنائی نہ کر ' خدا سوں ڈر
اے " ولي " غیر آستانۂ یار
جبہ سائي نہ کر ' خدا سوں ڈر

اے " ولی " اس کا زهر ' کیوں اترے
جن نے کهایا هے ' تیرے عشق کا نیش

ذوق دیدار یار هے ' جس کو
طلب عشق میں سدا هے ' حریص

جیوں گل ' شگفته رو هیں ' سخن کے چمن میں هم
جیوں شمع ' سر بلند هیں ' هر انجمن میں هم

شراب شوق سے ' سرشار ' هیں هم
کبهو بے خود ' کبهو هشیار هیں ' هم
دو رنگی سے تری ' اے سرو رعنا
کبهو راضی ' کبهو بیزار هیں ' هم

اے آفتاب طلعت ' دل پر مرے نظر کر
تا یک پلک میں ' آوے تجهه پاس مثل شبنم

صنم کے لعل پر ' وقت تکلم
رگ یاقوت هے موج تبسم
سختی کے بعد ' عیش کا امید وار رہ
آخر هے روزہ وار کوں ' اک روز عید یہاں

ان نے ' پایا ہے منزل مقصود
عشق جس کا ہے ہادی و رہبر
ترک لذت کی ' جس کوں ہے لذت
شکر اس کو ہے زہر ' زہر شکر
آشنایاں کوں ' موج آب وفا
ہے محبت کی تیغ کا ' جوہر

ہوا نہیں ' وہ صنم صاحب اختیار ' ہنوز
بجائے خود ہے ' رقیباں کا اعتبار ہنوز
'' ولی '' جہاں کے گلستاں میں ' ہر طرف ہے خزاں
ولے بحال ہے ' وہ سرو گلعذار ہنوز

آزاد ' اپنے عشق سوں مت کر ' '' ولی '' کے تئیں
تیرا غلام ' جگ میں کہایا نہیں ' ہنوز

خواب میں دیکھا تھا ' تیری زلف کوں
دل میں ہے ' باقی پریشانی ' ہنوز

تشنۂ ' آب زندگانی ہوں
بوسہ دیکر بجھا ' تو میری پیاس

پروانہ وار عشق میں تیرے ' جو جھو دیا
اس کا کفن ہے ' رشتۂ شمع نگاہ سوں

سیہ روئی نہ لے جا ' حشر میں دنیائے فانی سوں
سیہ نامے کو ' دھو اے بےخبر ' انجھوؤں کی پانی سوں

میری طرف سوں ' جا کہو اس ماہ عالم تاب کوں
یک رات ' فرش خواب کر ' مجھ دیدۂ کم خواب کوں
گر عشق میں آیا ہے توں ' اے دل! گریباں پارہ کر
لیتے ہیں ' اس بازار میں ' بےتابئی سیاب کوں

خدا یا : ملا صاحب درد ' کون
کہ میرا کہے درد ' بے درد کوں

اس کے قدم کی خاک میں ہے ' حشر کی نجات
عشاق کے کفن میں رکھو ' اس عبیر سوں

بخشی ہے ترے نین نے ' کیفیت مستی
تجھ مکھ نے ' خبردار کیا ' بےخبری کوں

دل ہوا ہے مرا ' خراب سخن
دیکھہ کر ' حسنِ بےحجاب سخن
راہ مضمون تازہ ' بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے ' باب سخن

گریۂ عشاق سوں ' خنداں ہے ' باغ بزم حسن
مغز پرانہ سوں ' روشن ہے ' چراغ بزم حسن

خوبئی اعجاز حسن یار ' اگر انشا کروں
بے تکلف ' صفحۂ کاغذ ' ید بیضا کروں
ہندوئے زلف پری رو ہے ' پریشانی فروش
بیچ دیوے مجھکوں ' سودے میں اگر سودا کروں
رات کو آؤں ' اگر ' تیری گلي میں ' اے حبیب
زیور لب ' ذکر " سبحان‌الذي اسری " کروں

میري طرف سے ' جا کے کہو ' اس حبیب سوں
گر مجھہ کوں چاھتا ہے تو ' مت مل رقیب سوں
اس بےوفا کي طرز سوں ' شکوہ نہیں " ولی "
ہے جنگ ' رات دن مجھے اپنے نصیب سوں

تیرے خیال آنے کی ' پاوں اگر خبر
سینے کوں ' داغ عشق سوں گلزار کر رکھوں

اگر وہ شوخ ستمگر ' عتاب میں
جرات جواب کی ' نہ رہے آفتاب میں
تیری نگاہ مست ' کہ ہے جام بےخودی
رکھتی ہے کیفیت ' کہ نہیں ہے شراب میں

عیاں ہے رنگ کی شوخی سوں ' اے شوخ
بدن تیرا ' قبائے صندلی میں

دل نے تسخیر کیا ' شوخ کوں ' حیرانی میں
آرسی ' شہرۂ عالم ہے ' پری خوانی میں
دل بیتاب ' کہ اک آن نہیں اس کوں قرار
زلف دلدار سے ہمسر ہے ' پریشانی میں

کیونکہ سیری ہو ' حسن سے تیرے
دھوپ کھانے سے ' پیٹ بھرتا نہیں

اے نور جان دیدہ ' ترے انتظار میں
مدت ہوی پلک سوں پلک ' آشنا نہیں

کرے فردوس ' استقبال اس کا
تصور جو کرے ' تیری گلی کوں

فدائے دلبرِ رنگیں ادا ' ہوں
شہید شاہد گلگوں قبا ' ہوں
کیا ہوں ' ترک نرگس کا تماشا
طلبگار نگاہ با حیا ' ہوں
رکھتا ہوں شوق ' اس کے سخن کا
تشنۂ آب بقا ہوں
قدم اس کے پہ رکھتا ہوں سدا سر
" ولی " ہم مشرب رنگ حنا ' ہوں

میں عاشقی میں تب سوں ' افسانہ ہو رہا ہوں
تیری نگہ کا سوں ' دیوانہ ہو رہا ہوں
شاید وہ گنج خوبی ' آوے دسو طرف سوں
اس واسطے ' سراپا ویرانہ ' رہا ہوں

میں ' یو تجھ لب کوں ' قند بولا سوں
لب کوں ترے ' قند بولا ہوں
قد کو تیری ' کہا ہوں سرو سہی
بات یو ' میں بلند ' بولا ہوں

کیونکہ نکلے ' برہ کے کوچے سوں
زلف تیری نے ' مارڈالے ہیں

صدق ہے ' آب و رنگ گلشن دیں
پاک بازی ہے ' شمع راہ یقیں
جبکہ رویا ہوں ' یاد کرکے تجھے
چشم میری ہے ' دامن گلچیں

——

زلف تری برھمن ' مکھہ ہے ترا آفتاب
مکھہ ہے ترا آفتاب ' زلف تری برھمن

ہے قصہ دراز کے ' سلجھنے کی آرزو
اُس زلف تابدار کی ' تعریف سر کرو

مت تمھیں ' انتظار ماہ کرو
ماہ رو کو ' چراغ راہ کرو
سفر عشق کا اگر ہے ' خیال
ہمت دل کو ' زاد راہ کرو
سرخ روئی ہے ' عاشقاں کی تمام
گر رقیبوں کو ' روسیاہ کرو

مجھے ، گلشن طرف جانا روا نہیں
اگر گلشن میں ، وہ رنگیں ادا نہیں

مجھہ کوں ، تجھہ بن کسو سے کام نہیں
فکر ناموس و ننگ و نام نہیں
صف عشاق کو ، بہ کعبہ قسم
بجز آوارگی ، امام نہیں

زندگی ، جام عیش ہے لیکن
فائدہ کیا ، اگر مدام نہیں

خوش قداں ، دل کو ، بلند کرتے ہیں
نام اپنا ، بلند کرتے ہیں

خوبرو ، خوب کام کرتے ہیں
ایک نگہ میں ، غلام کرتے ہیں
کم نگاہی سے ، دیکھتے ہیں وہ
کام اپنا ، تمام کرتے ہیں

گل مقصد کا ، ہار ڈالے ہیں
نقد ہستی ، جو ہار ڈالے ہیں

مبادا محتسب ' سرمست ' سن کر تان میں آوے
طنبورا آہ کا ' اے دل بجا آہستہ آہستہ

وفاداری نے دلبر کی ' بجھایا آتش غم کوں
کہ گرمی ' دفع کرتا ہے ' گلاب آہستہ آہستہ
" ولی " مجھ دل میں آتا ہے ' خیال یار بے‌پروا
کہ جیوں انکھیاں منیں آتا ہے ' خواب آہستہ آہستہ

ہوا ظاہر ' خط روئے نگار ' آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے ' بہار آہستہ آہستہ

گریاں ہے ابر ' چشم مری اشکبار دیکھ
ہے برق بیقرار ' مجھے بیقرار دیکھ
اے شہسوار تو جو چلا ہے رقیب پاس
سینے میں عاشقوں کے ' اُٹھا ہے غبار دیکھ

مجھکوں لگتا ہے ' اے پری پیکر
آج تیرا جمال ' کچھ کا کچھ
اثـــر بـــادۂ جـــوانـــی ہے
کر گیا ہوں ' سوال کچھ کا کچھ

اپنی خوبی کے ' اگر طالب ہو
اپنے طالب کو ' جلایا نہ کرو
پاکبازوں میں " ولی " ہے مشہور
اس سوں ' چہرے کوں چھپایا نہ کرو

غفلت میں ' وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہوشیار ہو
کب لگ رہے گا ' خواب میں بیدار ہو بیدار ہو
وہ نو بہار عاشقی ' ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
اے دیدہ ! وقت خواب نیں ' بیدار ہو بیدار ہو

موری طرف ' ساغر بکف آیا ہے ' وہ مست حیا
اے دل ! تکلف بر طرف ' مستانہ ہو مستانہ ہو
مجھ کوں ' خمار ہجر سوں ' پیدا ہوا ہے درد
اے گردش چشم پری ' پیمانہ ہو پیمانہ ہو
اے عقل کب لگ وہم سوں ' یکجا کریگی خارو خس
آیا ہے سیل عاشقی ' ویرانہ ہو ویرانہ ہو

ترے حسن کو ' جس نے دیکھا نہیں
نصیبوں میں اس کے ' ندامت اچھو

میں اپنی آنکھوں کو ' واللہ فرش راہ کروں
گزر جو میری طرف کوں ' وہ شہسوار کرے

سست ہونا عشق میں تیرے ' صنم
ناکسی ہے ' ناکسی ہے ' ناکسی
باعث رسوائی عالم ' " ولی "
مفلسی ہے ' مفلسی ہے ' مفلسی

اشک خوں آلود ہے ' سامان طغرائے نیاز
مہر فرمان وفاداری ہے ' داغ عاشقی
گر طلب ہے تجھکوں ' راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں ' روشن کر چراغ عاشقی

دیکھا ہوں جب سوں ' خواب میں وہ چشم نیم‌خواب
صورت خیال و خواب ہوئی مجھکوں ' خواب کی

زلف نہیں ' تجھ مکھ پر ' اے دریائے حسن
موج ہے یہ ' چشمۂ خورشید کی
تجھ دھن کو دیکھ کر ' بولا " ولی "
یہ کلی ہے ' گلشن امید کی

اے "ولی" دل کوں آج کرتي ہے
بوے باغ وصال ' کچھہ کچھہ

حشر کا خوف "ولی" کو تو نہیں ہے واللہ
ہے شفاعت جو وہاں ' احمد مختار کے ہاتھہ
ہوا ہے جب سوں ' وہ نور نظر انکھاں سوں جدا
نہیں نظر میں مري ' تب سوں فیر بے خوابي

اس سجن سوں آشنا ہے درد مند
درد دوري ہے وبال دوستي
اے "ولی" ہرآن کر مشق وفا
ہے وفاداری ' کمال دوستي

طریقہ عشق بازاں کا ' عجب نادر طریقہ ہے
جو کُئی عاشق نہیں ' اس کوں مسلماں کر نہیں گنتے
گریباں جو ہوا نہیں چاک ' بے تابی کے ہاتھوں سے
گلے کا دام ہے ' اُس کوں گریباں کر نہیں گنتے

وہ راحت دل و جاں ' جب وہاں مقام کیا
ہوا ہے مرہ ' دل و جان بےقرار کرے

غنیمت بوجھہ ملنے کوں ' " ولی " کے
نـگاہ پاکـبـازاں کـیـسـا ہـے

گر تجھکو ہے ' عزم سیر گلشن
دروازۂ آرسـی کُـھـلا ہے
یک دل نہیں آرزو سے خالی
برجا ہے ' مثال اگر خلا ہے
تسخیر کیا ہے گوش گل کوں
بلبل کا ' " ولـی " عجب نلا ہے

عدم ہے ' تجھہ دہن کا جگ میں ثانی ' اے پری پیکر
اگر " بالفرض والتقدیر " ثانی ہے ' تو عنقا ہے

قد ترا ' رشک سرو رعنا ہے
مـعـنـی نـازکـی سـراپـا ہے
ساقی و مطرب ' آج ہیں ہم رنگ
نشۂ بے خـودی ' دوبـالا ہے
اِس کے پیچوں کا' کچھہ شمار نہیں
زلف ہے ' یا یہ موج دریا ہے
سـبـب دل ربـائـی عـاشـق
مہر ہے ' لطف ہے ' دلاسا ہے

بے عزیزاں ' سمر گلشن ہے گل داغ الم
جلت احباب ہے ' معنی میں باغ زندگی
کیوں نہ ہووے اے "ولی" ' روشن شب قدر حیات
ہے نگاہ گرم گل رویاں ' چراغ زندگی

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اُسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے
نہ ہووے اُسے جگ میں ہرگز قرار
جسے عشق کی بے قراری لگے

تعریف اُس پری کی ' جسے تم سناؤگے
تا حشر ' اُس کے ہوش کوں ' اُس میں نہ پاؤگے

نہ جاوے تجھکو چھوڑ ' اے گلشن ناز
مرا دل بلبل باغ وفا ہے
مرا دل کیوں نہ جاوے ' اس گلی میں
گلی ' اس دل ربا کی دل کشا ہے
سجن کے حسن کوں ' تک غور سے دیکھ
کہ یہ آئینۂ " معنی نما " ہے
نہیں واں آب ' غیر از آب خنجر
شہادت گاہ عاشق ' کربلا ہے

لعنت دل پر، خط لکھا ہوں یار کو
داغ دل، مہر سر مکتوب ہے

ولی "! جو عشق بازی میں، حقیقت سوں نہیں واقف
سخن اُس کا قیامت میں، گل باغ ندامت ہے

غم نہیں، مجنوں کو، ہرگز اے "ولی"
خانۂ زنجیر، اگر آباد ہے

کیوں نہ ہو، فوارۂ خوں، جوش زن رگ رگ ستی
ہر نگاہ تیز خوباں، نشتر فصاد ہے
آسماں اوپر، نہ بوجھو چادر ابر سفید
جا نماز زاہد عزلت نشیں، برباد ہے
سرو کی وارستگی اوپر نظر کر، اے "ولی"
باوجود خود نمائی، کس قدر آزاد ہے

عشق میں صبر و رضا درکار ہے
فکر اسباب وفا درکار ہے
چاک کرنے جامۂ صبر و قرار
دلبر رنگیں قبا درکار ہے
زلف کو وا کر، کہ شاہ حسن کوں
سایۂ بال ہما درکار ہے

آ شتابي ' نہیں تو جاتا هوں
کیا کروں ' دل اُداس ہوتا ہے
تجهه جدائي میں ' نہیں اکیلا میں
درد و غم ' آس پاس هوتا ہے

مرا دل ' مجهه سے کرکے بے وفائي
پسند خاطر خوباں هوا ہے
عزیزاں ! کیا ہے پروانے کے دل میں ؟
کہ جی دینا اسے ' آساں هوا ہے
برنگ گل ' فراق گل رخاں میں
گریباں چاک ' تا داماں هوا ہے

دیکهه ! اُس کي کلاہ بارانی
چاند پر ' آج ابر آیا ہے

ظاهر هوا ہے مجهه پہ ' ترے ناز سوں صنم
رنگیں بہار حسن ' بہار عتاب ہے
پوشیدہ حال عشق رہے کیونکر ' اے "ولي"
غماز تار زلف ' خم پیچ و تاب ہے

عاشق بے تاب سوں ' طرز وفا
جیوں ادا محبوب کي ' محبوب ہے

چھوڑ اے شوخ! طرز خود کامی
مت ہو ' ہر دیدہ باز کا ' دامی
اے " ولي " ! فہر عشق ' حرف دگر
پختہ مغزوں کے نزد ہے خامی

سجن ! تیري غلامي میں ' کیا ہوں سلطنت حاصل
مجھے ' تیری گلی کي خاک ہے ' تخت سلیمانی
'' ولي '' کوں ' گر ترے نزدیک گُئي دیکھے ' تو یوں بوجھے
لگي ہے صفحۂ هستي اُپر ' تصویر حیراني

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے ' اس کوں
کرتي ہے نگہہ ' جس قد نازک پر گرانی
ت دور ہو' اک آن ' ''ولی'' پاس سوں ہرگز
اے باعث جمعیتِ ایامِ جوانی

جو میرے حال کي گردش کوں ' دیکھے
اسے گرداب گرداں ' یاد آوے
' ولی " ! میرا جنوں جو کُئي کہ' دیکھے
اسے کوہ و بیاباں ' یاد آوے

اُس وقت ' مجھے دعوئے تسخیر ' بجا ہے
جس وقت ' مرے حکم میں ' وہ مشوہ گر آوے

عزم اس کے وصل کا ھے ' اے "ولی" !
لیکن امداد خدا درکار ھے

مت نصیحت کر '' ولی '' کو ' اے سخن ناآشنا
ترک کرنا عشق کا ' دشوار ھے ' دشوار ھے

نہ سمجھو خود بخود دل بے خبر ھے
نگہہ میں ' اس پری رو کے ' اثر ھے
مروت ترک مت کر ' اے پری رو
محبت میں مروت معتبر ھے
ترے قد کے تماشے کا ' ھوں طالب
کہ راہ راست بازی ' بے خطر ھے

اگر پوچھے ' وہ بے پروا مرا ناؤں
کہوں '' مشتاق رند لا اُبالی ''

نثار اس کے قدم اوپر ' کروں انجھواں کے گوھر
اگر کرنے کوں دلجوئی ' وہ سرو خوش ادا نکلے

ھر اک نقش قدم سوں ' دستۂ گل جلوہ پیرا ھو
اگر سیر گلستاں کوں ' وہ رشک صد چمن نکلے

انچھوں کي ' اگر مدد نہ ھووے
مجھہ دل کا غبار ' کیونکہ جاوے

کہاں ھے آج یارب ! جلوۂ مستانۂ ساقي
کہ دل سوں تاب' جي سوں صبر' سر سوں ھوش' لے جاوے

چمن میں جلوہ گر ' جب وہ گل رنگیں ادا ' ھو وے
خزانِ خاطرِ عاشق ' بہار مدعا ھووے

آلودہ کیوں نہ ھووے دامان پاک زاھد
جب دست نازنیں میں ' جام شراب ھووے
تیرے لباں کے آگے بےرجا ھے ' اے پري رو
گر آب زندگاني ' موج سراب ھووے
کیوں بےخودي نہ آوے' اس وقت' اے "ولي" مجھہ
وہ سرو نازپیکر ' جب مست خواب ھووے

تجھہ رخ سے جب کنارے صبح نقاب ھووے
عالم تمام روشن ' جیوں آفتاب ' ھووے

وہ ' مصحف میں تیري ' فاني ھوئے
روز و شب ' جو محو حیراني ھوئے

جاسے ملوں ' غنچے کی نمن ' رہ نہ سکوں میں
گر پی کی خبر لے کے ' نسیم سحر آوے

سرود عیش گاویں ہم ' اگر وہ عشوہ ساز آوے
بجاویں طبل شادی کے ' اگر وہ دل نواز آوے
جنوں عشق میں ' مجھکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کو ' وہ زلف دراز آوے
'' ولی '' ! اس گوہر کان حیا کی ' کیا کہوں خوبی
مرے گھر اس طرح آتا ہے ' جیوں سینے میں راز آوے

عالم میں ' ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں
ایسا تو نہ کر کام ' کہ مجھ پر سخن آوے

مستی نے تجھ نین کی ' بے خود کیا '' ولی '' کوں
آوے جو بزم مے میں ' کیوں ہوشیار جاوے

دل چھوڑ کے ' یار کیونکہ جاوے
زخمی ہے شکار ' کیونکہ جاوے
جب لگ نہ ملے ' شراب دیدار
انکھیاں کا خمار ' کیونکہ جاوے
ہے حسن ترا ' ہمیشہ یکساں
جنت سوں بہار ' کیونکہ جاوے

زندۂ جاوید ، شہدا کیوں نہ ہوں
موجۂ آب بقا ، شمشیر ہے
کیوں نہ ہوے ، آپ سر سوں تا قدم
جوہر کان حیا شمشیر ہے
کعبۂ فتح و ظفر میں ، اے "ولی"
شکل محرابِ دعا شمشیر ہے

کیا کہے حیراں تیری تعریف ، اے آئینہ رو
مو بمو تیرا سراپا ، ناز کی تصویر ہے

غیر حیرت ہے ، خبر اس آئینہ رو کی کسے
راز کے پردے میں ، جس کی خامشی آواز ہے
رو برو ہونے میں اس کے ، حال دل ظاہر ہوا
جلوۂ آئینہ رویاں ، کاشف ہر راز ہے
درد مندوں کی نظر سوں ، اس کا کرنا ہے بجا
جو برنگ طفل اشک عاشقاں ، غماز ہے

کرنے کو ، سیر راہ حجاز و عراق عشق
عشاق پاس ، ساز و نوا سب نیاز ہے

ہے گل رعنا ، بہار حسن کا
ناز تیرا ، جو نیاز آمیز ہے

عشق میں' اُس رشکِ لیلیٰ کے' "ولی"
مثلِ مجنوں کے' بیابانی ہوئے

عشاق کی تسخیر کوں' بالا یہ بلا ہے
یا ناز مجسم ہے' کہ تصویر ادا ہے
یا لفظ ہے رنگین' ہم‌آغوش معانی
یا بر میں' گل اندام کے' گلرنگ' قبا ہے
جاتا نہیں گلشن کی طرف' صبح وہ گلرو
بوجھا ہے کہ' وہاں آہ میری باد صبا ہے
بیماریٔ عاشق ہے' تجھ انکھیاں ستی لیکن
صد شکر کہ تجھ لب ملیں' ہر دکھ کی دوا ہے

تری تعریف کرتے ہیں ملائک
ثنا تیری' کہاں حدِ بشر ہے ؟

رگِ جاں سوں' ہوا ہے خوں جاری
یاد تیری پلک کی' نشتر ہے
مکھ ترا' بحرِ حسن ہے جاناں ؟
زلف پر پیچ' موجِ عنبر ہے
تجھ بن' اے نورِ بخشِ محفلِ دل
جالِ مجلس' تمام ابتر ہے

کہا تری زلف ، کہا ترے ابرو
ہر طرف سوں ، مجھے کشا کش ہے
تجھ بن ، اے داغ بخش سینہ و دل
چمن لالہ ، دشت آتش ہے

مست جام عشق کوں ، کچھ غم نہیں
خاطر ناصح ، اگر ناصاف ہے
جب سوں ، وہ آتا ہے ہمراہ رقیب
درد مندان کا مکاں ، اعراف ہے
اے '' ولی '' ! تعریف اس کی ، کیا کروں ؟
ہر طرح ، مستغنی از اوصاف ہے

اے دوست ! تیری یاد میں ، دل کو کمال ہے
نقش مراد آئینہ ، تیرا خیال ہے
آ اے مہ دو ہفتہ ، مرے پاس ایک روز
ہر آن ، تجھ فراق کے سینے پہ سال ہے
روے زمیں کا ، خال ہے زینت میں اے صنم
تیرا ، جو مثل نقش قدم پائمال ہے

عشق کے راہ کے مسافر کوں
ہر قدم ، تجھ گلی میں منزل ہے

شوق کے مرکب کوں ' راہ عشق میں
اے سجن ! تری نگہ ' مہمیز ہے
تجھ تغافل سوں ' ہوا ہے رو نما
گریۂ عاشق ' کہ خوں آمیز ہے

آج گلگشت چمن کا ' وقت ہے اے نوبہار
بادۂ گل رنگ سوں ' ہر جام گل لبریز ہے

ہم کوں شفیع محشر ' وہ دین پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری ' عذر گناہ بس ہے
دل لے گیا ہمارا ' جادو سوں وہ پری رو
دیوانگی ہماری ' اس پر گواہ بس ہے

اے صنم ! تیرے دہن کے شوق سوں
ہر کلی میں ' نغمۂ ناقوس ہے

دیکھنا تجھ قد کا ' اے نازک کمر
باعث خمیازۂ آغوش ہے
کیوں نہ ہو امید کا ' روشن چراغ
شمع محفل ساقیٔ مے نوش ہے

ولی " ایراں و توراں میں ہے " مشہور
اگرچہ ، شاعر ملک دکن ہے

عارفاں پر ، ہمیشہ روشن ہے
کہ فن عاشقی ، عجب فن ہے
دشمن دیں کا ، دین دشمن ہے
راہ زن کا چراغ روشن ہے
عشق میں ، شمع رو کے جلتا ہوں
حال میرا ، سبھوں پہ روشن ہے

کہو زاہد سے ، " جاے اس گلی میں "
اگر ، مشتاق فردوس بریں ہے

گلی میں ، اس ستمگر کے ، نہ جا اے دل نہ جا اے دل
کہ جاں بازی میں آفت ہے ، قیامت ہے ، خرابی ہے

مفلسی ، سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار ، کھوتی ہے
کیونکہ ملنا صنم کا ، ترک کروں
دلبری ، اختیار کھوتی ہے

اے "ولی" طرز عشق آساں نہیں
آزمایا ہوں ، میں کہ مشکل ہے

نشہ بخش عاشقاں ، وہ ساقي گلفام ہے
جس کی انکھیاں کا تصور ، بے خودي کا جام ہے
ت قدم رکھہ اس طرف ، اے زاهد خلوت نشیں
غمزۂ خوں خوار اس کا ، دشمن اسلام ہے

تنہا ، نہ بند عشق میں تیرے ہوا ، "ولی"
یہ زلف حلقہ دار ، دو عالم کا دام ہے

سراپا ناز ہے تو ، اے پري رو
مجھے ، تیرے سراپا کی قسم ہے

وفا کر ، حسن پر مغرور مت ہو
وفاداری ، بہار بے خزاں ہے
"ولی" اس کي جفا سوں خوف مت کر
جفا کرنا ، وفا کا امتحاں ہے

تري یہ زلف ، ہے شام غریباں
جبیں تیری ، مجھے صبح وطن ہے

مضطرب عشق سوں ہوں ، مجھکو ملامت نہ کرو
تپش دل نے کیا ، رشتۂ سیماب مجھے

کیونکر بیٹھوں گوشۂ آرام میں ؟
کھینچتا ہے ، وہ کماں ابرو مجھے

وفا دشمن نہ ہو ، اے آشنا رو
وفا پر ہے ، مدار آشنائی
مروت کے ہمیشہ ہاتھہ میں ہے
عنان اختیار آشنائی

بات رہ جائیگی قاصد ، وقت رہنے کا نہیں
دل تڑپتا ہے ، شتابی لا خبر دلدار کی
اے " ولی " ! اس بے وفا کی مہربانی پر ، نہ بھول
دل کا دشمن ہے ، مگر کرتا ہے باتیں پیار کی

مخمس

عشق کو ، اے دل ! سدا تجرید کی
عاشقی ہے ، ابتدا توحید کی
ترک مت کر ، گفتگو تفرید کی
جس کوں ، لذت ہے سجن کے دید کی
اس کوں ، خوش وقتی ہے صبح عید کی

اے "ولی" آب، اس پری رو کی
میرے دل کا غبار، کھوتی ہے

شب فرقت میں، مونس و ہمدم
بے قراری و آہ و زاری ہے
اے عزیزاں! مجھے نہیں برداشت
سنگ دل کا فراق بھاری ہے
اب "ولی" نے، یہ تیری صورت حسن
صفحۂ دل اُپر، اتاری ہے

عشق، بے تاب جاں گدازی ہے
حسن، مشتاق دل نوازی ہے
پاک بازوں سوں، یہ ہوا معلوم
عشق، مضمون پاک بازی ہے

تجھ سوں، ہرگز جدا نہ ہوں اے جان
تلک، مجھ میں زندگانی ہے

اے "ولی"! رہنے کوں، دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ یار ہے، یا گوشۂ تنہائی ہے

مدح شاہ وجیہ الدین

فکر تیری ہے ' آب دانش و ہوش
ہر گل عقل ' تجھ سے ہے سیراب
اے تو ' مجموعۂ فراست تمام
دل ترا ' مطلب ہزار کتاب

ہر سحر ' آفتاب کرتا ہے
تیرے روضے اُپر ' زر افشانی
زندگی بخش ہے ' خیال ترا
یاد تیری ہے ' آب حیوانی

کیا کہوں ؟ گنبد شریف کو میں
اُوج میں ہے ' فلک سوں وہ ہمسر
تجھ سے خورشید کوں ' وہ پایا ہے
کیوں نہ ہووے ' فلک سے بالا تر

قصائد

حمد - نعت - منقبت

فکر اُس کا ' محیط اعظم ہے
وہ ہے ' سلطان بارگاہ ازل

چھب ہے تیری ' نشۂ صہبائے حسن
رنگ ہے تیرا ' چمن آرائے حسن
قد ہے تیرا ' رحمت والائے حسن
زلف نہیں' تجھ مکھ پہ ' اے دریائے حسن
موج ہے ' یا چشمۂ خورشید کی

ترجیع بند

مرے دل میں ' وہ سرو گلفام ہے
کہ جس شوخ کا ' خوش ادا نام ہے
رخ روشن و زلف مشکین یار
مجھے یاد ' ہر صبح و ہر شام ہے
خلاصی نہیں ' تا دم زندگی
نگہہ شوخ کی ' جیو کا دام ہے
برہ میں ' طلب مت کرو صبر کوں
برہ ' دشمن صبر و آرام ہے
جو دل ' یار کی مجھکو دیوے خبر
نہیں دل ' وہ جمشید کا جام ہے
سدا تجھ پری رو کی ' خدمت ملیں
یہی درد مندان کا ' پیغام ہے
شتابی خبر لے ' کہ یہ تاب ہوں
ترے عشق میں ' بے نوا خواب ہوں

محمد وہ کہ جس کے حق میں "لولاک"
کہا ہے، خالق املاک و افلاک
عجب گلزار ہے وہ مظہر کل
کہ ہے، جس باغ کا، خورشید اک گل
اسی کا ذکر ہے، ایمان مومن
اسی کی یاد، اطمینان مومن

ہوا جب چار باغ دین روشن
شریعت کا کھلا، اس بیچ گلشن
سنواری، گرد اس کے چار دیوار
حقیقت میں سمجھ، ہیں یار وہ چار

تعریف شہر سورت

عجب شہراں میں ہے، پرنور یک شہر
بلا شک وہ ہے جگ میں مقصد دہر
اہے مشہور اس کا نام سورت
کہ جاوے، جس کے دیکھے سے کدورت
چمکت کے آنکھہ کا گویا ہے یہ نور
اچھو اس نور سوں، ہر چشم بد دور
عجب قلعہ ہے وہاں، اک با قرینہ
انگوٹھی میں دنیا کے، جیوں نگینہ

جس کی ہیبت کی ہے ترازو میں
دو جہاں ' مثل دانۂ خردل
اس کی مجلس میں ' آ ہوا ہے کھڑا
صف آخر میں ' جو ہو اول
ہیں یہ چاروں ' ستون شرع متین
دیں کا ہے ' ان سوں مستقیم محل
مشرق و مغرب و جنوب و شمال
سب کوں ' ان چار ذات سوں ' ہے بل
چار عنصر ہیں ' دین کے تن کے
چار دیوار باغ شرع نچھل
ہیں یہ ' اسلام کے صحیفے پر
چار اطراف صورت جدول
ہر دو ' سلطان کشور کونین
ہر دو ' مقبول شاہ روز ازل

عشق تیرا ہے ' موج طوفاں جوش
جس سوں ' ہے عقل کی بنا میں ' خلل
دل ' جو تجھ زلف بیچ ' بند ہوا
کون کھولے ' یہ عقدۂ لا حل

عاشقوں پر ' چلا ہے یہ غمزہ
ہاتھ میں ' لے کے تیغ تیز اجل

رباعیات

(۱)

اے جیو دو عالم کا ' ترے مکھ پہ فدا
محتاج تری ذات سوں ' سب شاہ گدا
مجھ عاجز و بیکس پہ ' نظر رحم سوں کر
ہو ناظر و منظور

منقبت حضرت علی

ہر ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں ' چرخ کے نیرنگ
ہوا ہوں ' غنچۂ صنعت جگ کے باغ میں ' دل تنگ
جہاں کے گل بدناں ' جلوہ گر ہوے ہیں جہاں
اُڑاے ان کی تجلی سوں ' عاشقاں کا رنگ
ہو دستگیر مجھے ' یا علی ولی اللہ
کہ اس فلک نے کیا ہے ' کمال مجھ کوں تنگ
وہ شہر حق ' کہ جہاں میں وہ ناصر دیں ہے
کہ جس صدا سوں ہیں ' وحشی جنگل کے مست و تنگ

مدح بیت الحرام

خلقت حق میں ' تو عرفاں کی نظر کھول کے دیکھ
نورے نورے کی بھتر ' یہاں ہے جدا اک عالم

فراق گجرات

گجرات کے فراق سوں ہے خار خار دل
بیتاب ہے سینے منیں ، آتش بہار دل
مرے سینے میں آکے چمن دیکھ عشق کا
ہے جوش خوں سوں ، تن میں مرے لالہ زار دل

قطعات

(۱)

حسن دلبر کا ، خواب میں دیکھا
نور حق تھا ، حجاب میں دیکھا
خود فنا ہو کے ، ذات میں ملنا
یہ تماشا ، حباب میں دیکھا

(۲)

گنج معنی کی نہیں کنجی ہے ، بسم اللہ بن
قفل دل کھلتا نہیں ہیکا ، ہمارا آہ بن
رود نیل آنکھوں سوں جاری ہے ، ندی نالے میں آب
باولی ہو گئی ہے یوسف کی زلیخا ، چاہ بن

چمن میں شوق کے ' دل کھول ' جیوں گل
اسی گل کے اُپر ' کر دل کوں بلبل
یہ دل معمور کر ' جیوں شیشۂ دل
پریشانی نہ دے ' مانند سنبل
شتابی سوں ' دے اے ساقی مہرباں
برہ کا جام ' جیوں سورج درخشاں
کہ خورشید نبوت کے ' مدح میں
کنول کا دل کھلا ' سینے کے دح میں
میخانۂ جگ کا ' جسے سر جوش کہا
اس ہاتھہ سوں ' عالم نے قدح نوش کیا
اس سید عالم کوں ' جو دیکھا یکبار
یکبار گی عالم کوں ' فراموش کیا

رکھتا ہوں میں دل میں ' درد جانکاہ ہنوز
اے شوخ ! نہیں ہوا تو آگاہ ہنوز
تجھہ غم سوں ہیں ' گرچہ چشم پر آب ' ولے
سینے میں بجا ہے ' آتش آہ ہنوز

کونین ' حسن حسین کا ' ممنوں ہے
اس یاد سوں ' عشرت کا سن محزون ہے
اینسوں کے اُپر روا رکھا داغ ' فلک
جس داغ سوں ' لالۂ جگر پر خوں ہے

اس کے مشتاق ھیں ' سب اھل زمیں ' اھل سما
شوق کا جس کے لیا ' چرخ پہ؟ خورشید علم

مدح حضرت میراں محیؒالدین

ترے فراق نے ' عشاق کوں کیا امداد
فدائے خون جگر ' ہور لباس عریانی
تجھہ اشتیاق کی آتش سوں ' سرفرازئی دل
کہ سر پہ آگ کا شعلہ ھے ' تاب سلطانی
ترے چمن کی صبا ' گر کرے چراغ کوں گل
گل چراغ دسے ' جیوں گل گلستانی

مدح شاہ وجیہ‌الدین و روضہ

چراغ یہاں کے ' ستارہ نمن ھیں ' گرداں نت
دئے ھیں چرخ کوں ' تعلیم سبحہ گردانی
تری طبع کوں ' دیا حق نے ' فہم پر مقصد
تری زباں کوں ' سزاوار ھے سخن دانی
ھے ملک دیں میں ' تری ذات کو شہنشاھی
ھے نقد علم ترا ' سکۂ مسلمانی

مثنویاں

الہی ! دل اُپر دے ' عشق کا داغ
یتھیں کے نیں کوسیت " گھل ما زاغ "

کیا کام اس کوں ' پھر کے شراب طہور سوں
پي ' جس نے تجھہ لباں سے ' شراب دو آتشہ

از بسکہ شکستہ دل ہوں ' غم سوں
لکھتا ہوں ' شکست خط سوں نامہ

اي کعبہ رو ' کھڑا تو ہوا ' جیوں ادا کے ساتھہ
بولے اکابراں نے ' کہ " قدقامت‌الصلوٰة "

لام نستعلیق کا ہے ' اس بت خوش خط کي زلف
ہم تو کافر ہوں ' اگر بندے نہ ہوں ' اسلام کے

اس ملاحت کے نون کي ' لذت
جس کا دل ہو کباب ' سو جانے

جب کہ تو ' نین میں سماتا ہے
جیو میرا ' آنکھاں میں آتا ہے

مکھہ ترا ' بحر حسن و زلفاں موج
گردش چشم ' عین طوفاں ہے

فردیات

باج حق کے ، نہیں کوئی واقف ، ہماری آہ کا
مد ہے ، یہ دیوان بیتابی کی بسم‌اللہ کا

مذہب عشق میں ، تری صورت
دیکھنا ہم کوں ، فرض عین ہوا

میں نہ جانا تھا ، کہ تو نادان ہے
دل دیا تھا تجھکو ، دانا بوجھکر

اس نہالے کی ، سن خبر آیا
چشمۂ آفتاب گرم ، نکل

کیا غم ہے اس کوں ، گرمیٔ خورشید حشر سوں
بخت سیاہ ، جس کے سر اوپر ہے سائباں

گر تمنا ہے کہ ہوں روشن دلوں میں سر بلند
مجھ سوں پروانے اپر ہو ، موم دل اے شمع رو

آج کی رین ، مجکوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں میں ، پھر آب نہ تھا
آہ پر آہ کھیلچتا تھا میں
آج کي رات ، کچھہ حساب نہ تھا

وہ هلال ابرو ، برنگ ماہ نو
ان دنوں میں ، کم نما ہے الغیاث
پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ، برملا ہے الغیاث

سجن کے غم سوں ، نکلتا ہے نالۂ بیتاب
ہر ایک رگ ستي ، تار رباب کے مانند

دیکھے ہے ترے داغ کے جلوے کوں ، جگر پر
کیا خوب ، اُتھا نقش ، عقیق جگري پر

غنیمت جان ، اس تن کے قفس میں ، مرغ دم اپنا
نہ پھونچیگا ، بغیر از شوق تا حب‌الوطن ہرگز

تجھہ طرف اکثر ھیں ' آھن دل رجوع
دل ترا ' کیا ؟ سنگ مقناطیس ہے

شعلہ خو ' جب سوں ' نظر آتا نہیں
تب سوں انگاروں پہ لوٹتے ہے " ولی "

میں ھوں ' تیرے فراق سوں ' اندھا
مردمک ھو کے ' مجھہ نین میں آ

سوز ' یار گداز ہے ' ھمدم
مونس جاں ہے ' آہ اور نالا

سبزۂ خط نے ' رخ یار کو ' بخشا ہے جلا
دیکھو یہ رنگ عجب ' آئینہ پرواز ھوا

بیداد ہے بیداد کہ وہ یار نہ آیا
فریاد ہے ' فریاد ' کہ غم خوار ' نہ آیا
میں جیو کوں ' رکھیا عشق کے بازار میں لیکن
ھیہات ' مرے جیو کا خریدار ' نہ آیا

سدا ہم کو ، خیال رنگ روے یار جانی ہے
ہمارے شیشۂ دل میں ، شراب ارغوانی ہے
تواضع کی توقع ، نونہالاں سوں ، نہ رکھ اے دل
کہ بے باکی و شوخی لازم وقت جوانی ہے

چار در چار

صنم سات ، جب آکے یاری لگے
یو دکھ ، درد ، آ عمر ساری لگے
جسے عشق کا ، تیر کاری لگے
اُسے جیونا ، پھر کے بھاری لگے

مستزاد

دل چھوڑ کے ، یار کیونکہ جاوے   کھتا ہے عیاں
زخمی ہے ، شکار کیونکہ جاوے   بسمل ہے یہاں

جس گرد اُپر ، پانوں رکھیں تیرے رسولاں   اے بار خدایا
اُس گرد کو ، میں کحل کروں ، دیدۂ جاں کا   صدیق ہو من سوں

اُس مکاں سے ' تو بھاگ اے دانا
جس مکاں میں ' ہوے ہیں کاناں جمع

زلف و رخ ہے ترا ' جو لیل و نہار
مجکوں '' واللیل والضحیٰ '' کي قسم
یک قدم ' چھوڑ کر نہ جاؤنگا
مجکوں ہے ' تیری خاک پا کي قسم

کم نگاہی سوں ' دیکھتے ہیں '' ولي ''
کام اپنا ' تمام کرتے ہیں

سوز سوں ' عشق یار کے ' یاراں !
جیوں شمع ' سر سوں گل کے ' جل جاناں

عاشق کوں ہے ' بے تابي و بے طاقتی دل
بن عشق ' جو عالم میں ' فراغت سوں جیا ہے

رہے کیوں ہوش عاشق کا سلامت ' دیکھ یو آفت
تبسم ہے ' نگہہ ہے ' زلف ہے ' چہرا گلابی ہے
'' ولي '' اس بےوفا کے قول پر ' کیا اعتبار آوے
کہ ظالم ہے ' ہےرنگي ہے ' ستمگر ہے ' شرابي ہے

شاخ گل ہے ' یا نہال راز ہے
سرو قد ہے ' یا سراپا ناز ہے

دود آہ شوق مشتاقاں نہیں
خط نہیں یو حسن کا اغاز ہے

نبض عاشق میں ' تان کا ہے جیو
تانت بجنے میں ' راگ بوجھا ہوں

تو ہے حق سٹی ' ہم زباں ' ہم کلام
ترا ' قاب قوسین ' ادنیٰ مقام

جب نقش ' اس صنم کا ' نقاش کھینچتا ہے
بازو کے ' کھینچنے میں ' وہ ہات کھینچتا ہے

دیکھ کر ' پانوں کی ترے ' مہندی
مجھکو ' تلوؤں سے آگ لاگی ہے

پیار کو دیکھ ' میں ہوا قرباں
اس تجارت میں ' مجھ کو وارا ہے

قطعہ

آہ سوں ، مجھہ جگر میں چھید ہوے
فاش ، مجھہ عاشقي کے بھید ہوے
اس سیہ دل سوں ، جا کہو یاراں
رو رو دیدے مرے ، سفید ہوئے

فردیات

پتنگ ! جل کہ تجہ موے پیچھے
شمع ، ثابت قدم ہے جلنے میں

عشق کرنا ، تو ایک سیں ، کرنا
عشق دو ٹھور ، بے حیائي ہے

مکھہ ترا ، جیوں روز روشن ، زلف تیري ، رات ہے
کیا عجب یہ بات ہے ، یک، ٹھار ، دن اور رات ہے

آج دلبر نے ، مجھہ پیام کیا
شکر اللہ ، فلک نے کام کیا

تجھ اُپر جیوں سورج ہویدا ہے
مطلب جملہ ' مضمر عالم
اس زمانہ میں حق نے تجکوں کیا
مہتر خلق و بہتر عالم
اے امام جمیع اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہ الدین

(نعت)

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یاد کے گلزار پر ' دو نین کر ' ابر بہار
پیچ کہاسیلے میں ' دل کوں سنبلستانی کرے
مرتبہ خلعت پناھی کا وہ پاوے جو کئی
مثل اسماعیل اول جی کوں قربانی کرے
جوش دے یک بارگی دریا کوں دل کے لہو ستی
گوہر اچھواں کوں ' دو دو رنگ مرجانی کرے
جو اپس تن کوں جلا دے عشق میں ہر صبح و شام
وہچہ کامل ہر سو جیسے ماہ تابانی کرے
سرخرو ہو آبرو دو جگ میں پاوے اے عزیز
دل کوں لوہو کر ' اول لوہو سوں جو پانی کرے
عشق کی آتش میں جا لے تن کوں جو گئی رات دن
وہ قیامت لگ سو جیوں سورج درخشانی کرے

تا چند کہوں ' بات تری خوش شکلی کی
اے شوخ ' ترے غمزے نے ' جو کی سو بھلی کی

ترجیع بند

مدح شاہ وجیہ‌الدین

اے تو مقبول سرور عالم
دے تو فہرست دفتر عالم
جلوہ گر تو ہے آفتاب یقیں
تجھہ سوں ' روشن ہے پیکر عالم
علم ظاہر و علم باطن سوں
تو ہے عالم میں رہبر عالم
دل عرفاں سرشت ہے تیرا
مظہر خلق و مظہر عالم
ہے زمیں پر یہ آستان شریف
مرجع خلق و منظر عالم
نام تیرا ہے ' ورد صاحب درد
ذات تیری ہے مفخر عالم
دستگیری ہے تیری ظاہر نت
جب کہ برپا ہو محشر عالم
ہے تیرے نام پر سدا قرباں
روز و شب سال و مہ سر عالم

حمد و نعت و منقبت

لے زبانوں پر تو ' اول اول
نام پاک خدائے عزوجل

لائق حمد نیں ہے ' اس بن اور
اس اُپر متفق ہیں ' اہل ملل

یاد اُسکی ہے ' سب اُپر لازم
شکر اُس کا ہے ' مدعائے سکل

آسمان اور زمین کے ' سب ساکن
یاد کرتے ہیں اُس کوں ہر پل پل

شکر اس کا ' محیط اعظم ہے
وہ ہے ' سلطان بارگاہ ازل

اسکے بہیتر ' اگر شناور ہوں
روز محشر تلک ' سکوں نہ نکل

بعد حمد خدائے پھمتا
یاد کر نعت سید مرسل

جسکی ہمت کی ہے ترازو میں
دو جہان مثل دانۂ خردل

اُسکی مجلس میں ' آ ہوا ہے کھڑا
صف آخر میں جوہر اول

گر ہو وہ آفتاب ' گرم عتاب
آسمان جائیں ' مثل موم پگھل

دیکھہ ' اسکے جلال و عظمت کوں
بادشاہاں کا دنگ ہے ' دنگل

وهيچه پارے مطلب " راضيةً مرضيةً "

مصحف للّٰه جگ میں جو اعمال پنهاني کرے
عشق سوں فارغ جو گئي وہ نحس اکبر هے مدام

ساتواں کهیڈ پر اگر ایوان کهواني کرے
اپنے مطلب کے سوں ' لیلیٰ کا وهی دیکهے جمال

عشق میں دل کو جو مجنون بیاباني کرے
حشر میں شهریں هو وہ حق سوں سلے شیریں بچن

شوق میں دل کوں جو فرهاد کهستانی کرے
یا محمد دو جهاں کي عید هے تجهه ذات سوں

خلق کوں لازم هے جي کوں تجهه پہ قرباني کرے
وہ اچهے آزاد جو بازار میں تجهه حسن کے

بندگي میں آپ کو ' جیوں ماہ کنعاني کرے

دل جام حقیقت ستي ' جو مست هوا
مجازی سوں ' زبردست هوا

یہ باغ دسا ' نظر میں تنکے سوں کم
اور عرش عظیم پگ تلے ' پست هوا

هے حسن کي اقلیم میں ' توں شاہ هنوز
خوبی کا تري مشتری هے ماہ هنوز

اس وقت میں تو هے ' مالک مصر بهار
یوسف کوں هے ' تجهه عزیز کي چاہ هنوز

مدح شاہ وجیہ‌الدین

ہوا ہے خلق اُپر ' پھر کے ' فضل سبحانی
کیا ہے ابر نے رحمت سوں گوہر افشانی

یہ آب صاف میں گوہر کوں دیکھ ' خجلت سوں
صدف کے پیٹ میں گل کر ہوا ہے جھوں پانی

تمام پات '' یسبح بحمدہ '' کے بحکم
زبان حال سوں کرتے ہیں ذکر سبحانی

قطار قطرۂ شبنم سوں ' آج سبزۂ خضر
لے سبحہ ہاتھ میں ' کرتا ہے ادعیہ خوانی

ہر اک طرف جو ہوئی ' بسکہ ریزش باراں
کیا ہے آج تفرج نے جوش طوفانی

اِس آب روح فزا کے کمال اطف کوں دیکھ
چھپا ہے پردۂ ظلمت میں آب حیوانی

ہوئی ہے غنچہ نمن ' جگ کوں بسکہ جمعیت
عجب ہے ' اب رہے سنبل ملیں پریشانی

ہر ایک قطرۂ شبنم ہے غیرت گوہر
ہر ایک پات پہ برسا جو ابر نیسانی

ادب سوں ' حضرت حق کے ' زبسکہ سنگی ہے
ہر اک کلی ہے ' سو جیوں کودک دبستانی

چمن میں اُس کے کرم نے دیا ہے ' حکمت سوں
ہر ایک پھول کی پکھری کوں ' رنگ مرجانی

یہ لطف دیکھ ہوا ہے ' دماغ بسکہ بحال
بدل ہوئی ہے اِتی ' حافظے سوں نسیانی

گر کرے بحر پر ' غضب کی نظر
منھاں جائیں جل کے سبھکر جل

اس فصاحت کے ' دسے مجھکوں
نطق سحبان عبارت مہمل

کاملاں سوں ' سنا ہوں یہہ نکتہ
عشق اس کا ہے ہادی اکمل

دیکھہ اس زلف و مکھہ کوں ' بے جا ہے
بحر اور برمیں علبر و صندل

بعد اس آفتاب انور کے
چار ہیں اهل علم و اهل عمل

صاحب صدق و عدل و علم و حیا
ایک سوں ایک اکمل و افضل

ان کوں اصحاب میں سباقت ہے
دین کوں جو کیے قبول اول

ہیں دجے وہ کہ دین کے بل سوں
کفر کے دست و پا کوں کیئے شل

ہیں تجے وہ کہ جن کے لوهو سوں
رنگ پکڑا کلام عز و جل

ختم خلفا کی کیا کہوں میں بات
جس کے رتبہ کا عرش پر ہے محل

پلکاں کے خنجراں کی صلابت کوں دل میں رکھ
تیری نگھ کے تیر کی ہیبت کوں دل میں رکھ

سورج نے تن اپس کا سراسر سپر کیا
ہے تجھکوں مرتبے ملیں ٭ کیواں سوں بر تری
تجھ مکھ کوں دیکھ دنگ ہیں: کیا حور ٭ کیا پری
ناھید میں کسی نے نہ دیکھی ٭ یہ دلبری
تجھ مہر کا ہوا ہے ٭ دل و جان سوں ٭ مشتری
جب سوں ٭ ترے جمال پہ مہ نے نظر کیا

داؤد

مرزا داود ٭ داؤد ٭ اورنگ‌آبادی ٭ کلام ٭ زبان کے ساتھ سوز و گداز میں ممتاز ہے - سن وفات ۱۱۶۸ھ -

---

عزیزاں ! خواب میں دیکھا ہوں ٭ آج اُس سرو قامت کو
ہوا معلوم: وقت آیا ہے میری سر فرازی کا

ہوا ہے ابر گریاں ٭ دیکھ میری چشم گریاں کو
پڑا ہے شور دریا میں ٭ مرے اس اشک جاری کا

قانون شفا! نطق میں ہے یار کے موجود
اے دل ٭ نہ ہوا محتاج طبیباں کی دوا کا

تمام ملک ہوا حق کے فضل سوں آباد
رہا نہیں ہے جگت میں نشان ویرانی
چراغ گرد میں روضے کے جو ہوئے روشن
ہر اک چراغ ہے جیوں آفتاب نورانی
ہوا ہے بسکہ طراوت سوں ' یہ مکاں سرسبز
ہر اک سفال پہ دستا ہے رنگ ریحانی
ہے ملک دین میں ' تری ذات کوں شہنشاہی
ہے نقد علم ترا سکۂ مسلمانی
ہر اک کوں اس سوں ' خبر نیں ہے جگ کے صفحے پر
تجھے جو کشف ہوئے رازہائے پنہانی
دیا ہے حق نے تجھے جامع الکمالاتی
عطا کیا ہے تری ذات کوں ہمہ دانی
عجب نہیں جو دوے ' عقل کوں وہ آج سبق
جو اِس جناب میں آ کر کیا سبق خوانی

مخمسات

تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں عالی نظر کیا
تجھ مُکھ نے شوق بدر کوں دل سوں بدر کیا
لب نے ترے ' عقیق کوں ' خونیں جگر کیا
مستی نے تجھ نین کی مجھے بے خبر کیا
دل کوں مرے ' بھوؤں نے تری جیوں بھنور کیا
تجھ چشم نیزہ باز کی جرأت کوں دل میں رکھ
تیری بھواں کی تیغ کی دہشت کوں دل میں رکھ

ہے شراب و کباب و فصل بہار   کوئی اس وقت میں بہا لا دو

کہوں نگہہ کا قدم رہے برجا
مکھ پہ تیرے صنم صفائی سوں

پھر جام چشم مست جسے تم دکھاؤ گے
تا حشر اُس کو ہوش سے اُس کے بھلاؤ گے

محمد مصطفیٰ کی یاد سیتی   میرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

اس صنم کے خیال ابرو نے   ناتواں مجھکو جوں ہلال کیا

مجھ بزم میں ، رقیب عبث سرکشی نہ کر
شعلہ پرا ہے ، شمع پہ مجھ سوز آہ کا

کہتے ہیں عاشقاں مرا احوال دیکھ کر
شاید تو دل دیا ہے کسی بیوفا کے ہات

مست رنگیں کو ، دیکھ کر تیرے
رنگ مہندی چھپا ہے پانوں ہات

سند یہ بس ہے تجھے مصرعۂ ولی "داؤد"
کہ تجھکو شور قیامت سے ہے نیاز کیا

مسند ہے اہل دل کو بساط زمیں کا فرش
ہے بے ریا کو، بوے ریا، نقش بوریا

لالہ‌رو کو دیکھ کر، لال کا پھول
داغ دل لے هاتھ دکھلانے لگا
هجر میں ابرو کے، ابر چشم رخ
اشک کا برسات، برسانے لگا

دیکھ تجھ جام چشم کا اک دور
دل کے تئیں نشۂ شراب هوا

گل بدن هنستا ہے، مجھ رونے کو دیکھ
خندۂ گل گریۂ شبنم هوا

رنگ کاغذ هوا ہے فاختئی
جب لکھوں سروقد کے تئیں مکتوب

کرو مت وعدۂ کل جان من عشاق بیکل هیں
جو آپی کل سوں بیکل ہے اسے کیا کام ہے کل سوں

سیہ روزی میں ، میری قدر کو احباب کیا جانیں
اندھیری رات میں ، کس کو کوئی پہچانتا ہوگا

اُس کو پہونچی خبر ، کہ مرتا ہوں
کسی دشمن سنے سنا ہوگا

بجز رفاقت تنہائی ، آسرا نہ رہا
سوائے بے کسی ، اب اور آشنا نہ رہا

جلایا مصحف دل تو نے ، کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں ، تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آنا

" عزلت " گمان یوں تھا ، کہ جل کر ہوا ہے راکھ
پھر دود آہ دل میں ، مرا دیدہ تر کیا

کدھر بہکا پھرتا ہے ، اے گریۂ غم
کہ آنکھوں سے ، تیرا خریدار ہوں میں

چین ابروے سجن میں ، مرا دل الجھا ہے
دل کھلے گر کبھی ، دونوں میں گرہ پڑ جائے

کھولکے سیر چاندنی کرنے کو نکلے وہ صنم
دیکھنے مہ کا تماشا ' آفتاب آتا نہیں

تیمم اس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ہے
کیا ہے جن نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

مرا احوال ' چشم یار سے پوچھ
حقیقت درد کی ' بیمار سے پوچھ
مرے حال پریشاں کی حقیقت
صنم کی زلف کے ہر تار سے پوچھ

اے زاہداں ! اٹھاؤ جبیں کو زمین سے
جو سر نوشت ہے اسے کان لگ مٹاؤ گے

عزلت

سید عبدالولی ' سعداللہ سورتی کے بیٹے تھے - ۱۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے - فارسی اور بھاشا میں بھی شعر کہتے تھے - موسیقی اور مصوری میں مہارت رکھتے تھے - ۱۱۶۴ھ میں دہلی آئے اور خان آرزو کو کلام دکھاتے رہے کچھ عرصے بعد اورنگ‌آباد جاکر سکونت اختیار کرلی - ۱۱۸۹ھ حیدرآباد میں وفات پائی اور وہیں میر مومن کے دائرے میں دفن ہیں -

تجھ بنا ' اے '' سراج '' بعد ولی
کوئی '' صاحب سخن '' نہیں دیکھا

شکر للہ ' ان دنوں تمہرا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و ستم ' فی الجملہ کم ہونے لگا

ڈورے نہیں ہیں سرخ ' تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون ' کسی بے گناہ کا

آہ سوزاں سے مرے ' دامن صحرا میں '' سراج ''
قبر مجنوں پہ ' چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

یار کا دیدار پایا کر ' اے '' سراج ''
شکر رحمٰن کر کے ' تو واصل ہوا

آیا پیا ' شراب کا پیالہ ' پیا ہوا
دل کی دیو کے جوت کا کاجل ' دیا ہوا

تجھ قبا پر ہے ' نرگسی بوٹا
گویا نرگس کا پھول ' ابھی ٹوٹا

لعل تمری بھووں کے ' سچے ہیں
کیوں نہ یاقوت کو ' کہوں جھوٹا

سدھارے گل کہاں ' سوئے پڑے ھیں گلستاں ابھ
گئي ھیں بلبلیں کیدھر ' جلا کر آشیاں اپھ

دیکھہ مت رنگیں چمن کو ' دل مرا غمناک ھے
گل کے ھاتھوں ' خون بلبل کا ' گریباں چاک ھے

اے بلبل ! اتنی روکے دعا ' ھر سحر تو مانگ
حق تیری آہ سرد ' چمن کي ضیا کرے [۱]

سراج

سراج الدین نام - قوم سید ' اورنگ آباد وطن تھا ' اورنگ آباد کے مشہور بزرگوں میں تھے ' فارسي اور اُردو دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے -

بعض اھل راے کے نزدیک اس دور میں ولي کے بعد تمام خصوصیات میں سراج کا دوسرا درجہ ھے -

فارسي اور اُردو کے دو دیوان ھیں - حمزہ دکني کے شاگرد تھے [۲] سنہ ۱۱۲۷ھ [۳] میں پیدا ھوے اور سنہ ۱۱۷۷ھ میں [۴] وفات پائي -

[۱] چمنستان شعرا -
[۲] تذکرہ میر حسن - نکات الشعرا - میر تقي -
[۳] تاریخ زبان اُردو -
[۴] چمنستان شعرا -

نوٹ — " بوستان خیال " نام کی ایک مثنوي بھي ان کي طرف منسوب کي جاتي ھے - اپنے دیوان کا ایک انتخاب بھي طیار کیا تھا - مرتب -

ہائے وہ گئی ، دل میں دامنگیریوں کی آرزو
سبزۂ تربت مرا ہے پلنجہ گیرا حضور

کیا شراب محبت نے ، دل کے خم میں جوش
عجب نہیں ، جو قیامت تلک رہوں بیہوش

جام مے الست ہے ، بیخود ہوں اے "سراج"
دور شراب ، ہمیشہ پرمل سے ، کیا غرض

ب وہ سرو گلزار ادا خوش قد ہوا واقع
پر بلبل ، نشان گل کو دست رد ہوا واقع

شعلہ خو ، جب سے نظر آتا نہیں   لوٹتا ہے تب سے ، انگاروں پہ دل

مجھ نگین داغ دل پر ، نقش ہے حرف وفا
عشق کی اُمت میں ہوں ، مہر نبوت کی قسم

کافر ہوا ہوں ، رشتۂ زنار کی قسم
تجھ زلف حلقہ دار کے ، ہرتار کی قسم

ہرگز مریض ہجر کا ، بن وصل نہں علاج
اس کے ادا کی نرگس بیمار کی قسم

درشن دکھا کے ، آتش غم کو مری بجھا
میں تشنہ لب ہوں ، درشن دیدار کی قسم

عشق میں شوخ سنگدل کے ' " سراج "
شیشۂ ناموس و ننگ کا ، پھوٹا

جگت ڈھونڈھہ پھرا ' پیو کو نہ پایا ہرگز
دل کے گوشے میں ' مکاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

تو احد ہے ' نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پایا ' تجھہ صفت سوں ' ہر ورق قرآن کا

نہیں ہے تاب مجھے ' سامنے ترے جاناں
کہاں " سراج " کہاں آفتاب عالمتاب

شہید خنجر الفت ' ہوا ہوں
سلامت ہے ' سلامت ہے ' سلامت

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمري ہے ' طرۂ شمشاد

اے " سراج " آرزوے قند نہیں
شعر تیرا ہے ' جوں نبات لذیذ

کیا خاک آتش عشق نے ، دل بے نوائے " سراج " کو
نہ خطر رہا ، نہ حذر رہا ، مگر ایک بے خبری رہی

(رباعی)

تجھ غم میں ہے ، رنگ زردیاناں میرا
دشوار ہے ہر کسی کو پاناں میرا
درکار نہیں ، کہ تجھ گلی میں جاؤں
آنار تیرا بھی ہے ، جاناں میرا

صارم

(میر ، عبدالحئی نام ، صمصام الملک خطاب ، اورنگ آباد وطن تھا ، سلطنت دکن میں سب سے پہلے " قلمدان بردار تھے " [۱] ۔

کلام میں ذومعنین اور ایہام کا عنصر غالب ہے - سنہ ۱۱۷۲ھ میں وفات پائی :—

اک آن میں ، حیف کھل گئیں یہ آنکھیں
پھر موند پلک ، میں وہ نہ دیکھا رویا

از بسکہ تم ، اب عشق کی سیکھیں گھاتیں
بھول گئے شادی کی باتیں

[۱] دکن میں اردو ۔

پوچھو ' خود بخود کرتا ہوں تعریف اس کے قامت کی
کہ یہ مضمون ' مجھکو عالم بالا سے آتے ہیں

کیا چلے ' دام نگاہ مہربانی سے ترے
صید ہو جاویں یہاں ' صیاد کی صیادیاں

یاد رکھہ اے دل خوں گشتہ ' کہ جوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گیر نہ ہو

مدت سے گم ہوا ' دل بیگانہ اے " سراج "
شاید کہ جا لگا ہے ' کسی آشنا کے ہاتھہ

تم پر فدا ہیں ' سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے ' کیا صاف گال والے

خبر تحیر عشق سن ' نہ جنوں رہا ' نہ پری رہی
نہ تو تو رہا ' نہ تو میں رہا ' جو رہی سو بے خبری رہی
شہ بے خودی نے عطا کیا ' مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی ' نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمت غیب سے اک ہوا ' کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم ' جسے دل کہیں سو ہری رہی
نظر تغافل یار کا ' گلہ کس زباں سے بیاں کروں
کہ شراب حسرت و آرزو ' خم دل میں تھی ' سو بھری رہی

دو عالم ' نام پر ہے اُس کے شہدا
شہادت کا کیا عالم وہ پیدا

دیکھے عباس ' سرور کے علمدار
موے بھائي پڑے ہیں سارے بےکار
کسي نہیں ہے تن کے اوپر
کسی کے ہات کٹ گئے ہیں ' سراسر
کسي کا تن ہے ' سب زخموں ستي چور
پڑا نزدیک کوئي ہے ' کوئي دور [۱]

واقف [۲]

نورالعین ' واقف - اِن کے کلام میں صفائي ہے ' آورد اور تصنع کا عنصر غالب ہے ' ذومعنیین الفاظ اکثر استعمال کرتے ہیں -

آتي ہے بوے خوں مجھے اس لالہ‌زار سوں
اے باغباں! یہ کس کے شہیدوں کا کھیت ہے

تجھے دماغ نہیں کسو مجھے بلانے کا
کسو سے پوچھ کہ کیا حال ہے فُلانے کا
بہار دیکھی ہے اس باغ کي ' خزاں دیکھی
کوئی بھي ایک قراري نہیں زمانے کا

[۱] روضۃالاطہار -
[۲] واقف ' شفیق اورنگ‌آبادي کے ہم عصر تھے

مجھے ' گر جاں کنی کا حکم ' وہ شیریں دھاں کرتا
کہا اس کا ' خدا کی سوں ' ارے یارو بجاں کرتا

نہیں کھلتا ' بہار و باغ سوں دل
یہی عقدہ ' مجھے مشکل رہا ہے

شیدا

نوازش علي ' شیدا - کلام میں رواني کافي ہے ھلدي کا فلبہ کم ہے - ان کی دو مثنویاں مشہور ہیں - ۱ - اعجاز احمد - حضرت رسول‌الله صلعم کي سوانحعمری ' دو جلدوں میں ۲ - روضۃالاطہار - واقعات کربلا کو نظم کیا ہے -

لکھے راویاں ہیں ' روایت صحیح
میں کرتا بیاں ہوں ' سنو تم صریح
کہ بیٹھے تھے ' اک دن امام‌الرسل
مہاجر و انصار حاضر تھے ' کل
یہودي اک ' آتا ہے با احتشام
تھا نام اُس کا ' عبدالله ابن سلام
شرافت میں اُس سا نہ تھا دوسرا
اتہا عقل میں ' علم میں ' وہ رسا [۱]

اول ' حمد خدا سے ہو سرافراز
کروں میں " روضۃالاطہار " آغاز

[۱] اعجاز

جس وقت جان نکلي ، سجھ پاس کوئي نہ آیا
شمشیر تیري ، اک دم ، بیٹھي تھی میرے پر

صاف دل آرسي سا کوئی نہیں
لیک ، منھ دیکھي آشنائي ہے

نکلے ہیں اُجلے بال ، چلاتے ہیں تب سے ہم
بڈھوں کے بیچ ، ہم بھي جوانِ چلندہ ہیں

مهدي

محمد مرتضی ، مهدي ، میر دولت کی فوج میں ملازم تھے ، مرھٹوں کے مقابلے میں سنہ ۱۱۷۴ ھ میں مارے گئے - عبدالولی ''صاحب'' کے شاگرد تھے - کلام میں آورد زیادہ ہے -

نان ، داغ دل ہمارا : آب ، آنکھوں کا سرشک
عشق کي دولت سے ہم نے خوب کچھ کھایا پیا
چار دن بچھڑا سجن ہم پر قیامت آ گئی
''مهدی'' حیرت ہے کہ تنہا خضر اب تک کیوں جیا

ہر کسي مکھ کا تاب دیدہ ہوا
یوں جو آئینہ آبدیدہ ہوا

قفس میں دھوم مچا خوب سی تو مرغ اسیر
کہ تجھکو فکر نہیں کچھ بھی آب دانے کا

عزیز

عزیزاللہ ' عزیز ' اورنگ‌آبادی ' اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے -

مجھ ناتواں میں کیا سکت ' جو بولوں ولیاں کی صفت
" عاجز " عزیزاللہ پر دکھن کے سب پیراں ' مدد

ڈرتا نہیں ہوں بانک و کٹاری کے زخم سے
بانکی نگاہ دیکھ تری ڈر گیا ہوں میں

عاشق

میر یحیی نام (' عاشق علی خاں ' خطاب) برہان‌پور ' دکن کے رہنے والے تھے - کلام میں ایہام کا عنصر غالب ہے -

طبیب عشق سیں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا تجھ پر بھلا ہے سورۂ یوسف کا دم کرنا

جام کو لب سے آشنا مت کر   نام اس کا ' پیا ' کٹورا ہے

جیت ہے میری عشق بازی میں
جب سے دلبر نے مجھ کو ہار دیا

پڑھ نماز با ریا ، ہو وقت رندوں کو نہ چھیڑ
تجھ کو اے زاہد پرائی کیا پڑی ؟ اپنی نبیڑ
میکدے کی راہ ، اے زاہد ! نہ جا ؛ جائے خضاب
رند داڑھی کو تری دیویں گے لائی سے لتھیڑ

خاک ہونا کیمیائے عشق کی تدبیر ہے
پارۂ بیتابی دل مارنا ، اکسیر ہے

آبرو پائی شجاعت نے عطائے خضر سے
موج ، نقش بوریائے جوہر شمشیر ہے

ترش روئی سے ہوئی زاہد کو کھانسی آخرش
اِس بہانے اُس کو میں دارو پلاؤں تو سہی

دیکھ چشم "مہر" سے ، اے باغباں ! وقت خزاں
عندلیباں پھر کہاں اور یہ بہاراں پھر کہاں ؟

ضیا

مرزا عطا ، ضیا ، نے سنہ ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی - ان کے کلام میں میہوشی کے مضمون اکثر آتے ہیں -

---

گرمجوشي سنگي خورشيد لقا گهر سے نکل
ہو گئي صبح ' دم سرد کے بھرتے بھرتے

کرے ہے آج چشم عندلیباں روشن ' آئینہ
ہوا ہے اُس کے عکس رو سے رنگ گلشن ' آئینہ

مرزا

محمد بیگ یا محمدی بیگ ' مرزا ' دکن کے باشندے تھے - مضمون آفریني کی کوشش کرتے ہیں ' طرز ادا میں بیساختگي زبان میں شیریني ہے - ان کے شاگردوں میں مہر علي " مہر " مشہور ہیں -

---

مرا غم نامہ ' اے قاصد ! سجن کے ہاتھ دو ' دیجو
یہي مضمون ہے اس کا کہ انجواں سوں لکھو ' دیجو

" مرزا " کو آج حاجت قاصد نہیں رہي
پیغام بھیجتا ہے نگاہ رسا کے ہاتھ

مہر

مہر علي ' مہر ' اورنگ‌آباد کے رہنے والے اور مرزا کے شاگرد تھے - کلام میں رندانہ مضامین اکثر لاتے ہیں -

فضلی

شاہ فضل‌اللہ ' فضلي ' اورنگ‌آبادی بڑے پائے کے درویش تھے اور غازی‌الدین خاں فیروز جنگ اِن کے بڑے معتقد تھے - شاہ صاحب فارسی میں بھی شعر کہتے تھے - کلام میں ایہام کی کثرت ہے -

---

رکھا ہوں نیم جاں جاناں تصدق تجھ پہ کرنے کو
کیا سب تن کو میں درپن ' اجھوں درشن نہ پائے ہوں

دو بھواں دیکھ کر کہا میں یوں
دو گھڑي رات دن میں آئي کیوں

تجھ ملاحت کے لون کي لذت
جس کا دل ہے کباب ' سو جانے

مصور گر تري تصویر کو چاہے کہ اب کھینچے
لگا دے ایک سارا چاند چہرے کے بنانے کو

زلف کے سلسلے کے طالب کو
پیچ دے کر مرید کرتے ہیں

دیکھتے ہی اس کے خط کی شان ' دل مرجھا گیا
اس دھوئیں کو دیکھ آنکھوں میں اندھارا چھا گیا

تجھے کیا یاد ہے ساقی وہ عالم بے حجابی کا
اِدھر تو جام کا ہنسنا اُدھر رونا گلابی کا

اُدھر تو تم بھووں کو تان کر تیوری چڑھاتے ہو
اِدھر میں دل میں ' بسم‌اللہ بسم‌اللہ ' کہتا ہوں

کرتا ہے حشر برپا ' ساقی سے جلد کہنا !
گردن اُٹھا اُٹھا کر شیشے کا دیکھ رہنا

اے ساقی ! غم کے ماروں کی تسلی کر شتابی سے
گلابی کا بھرا آتا ہے منہ وہ بے حجابی سے

رنگ اُڑ گیا سمن کا ' نرگس بھی تک رہی ہے
گلشن میں گلبدن بن کھچڑی سی پک رہی ہے

تری آنکھوں کو ' ساقی ! دیکھ شاید جان جاتی ہے
گلابی پھٹتی ' منہ میں جام کے ' پانی چواتی ہے

تیرے بس میں ہیں ، ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ
آپ سے اب دام میں تدبیر کرنا کیا ضرور

بس ڈھاہی رہنے دو یہ بات ، میاں ! مت بولو
ہم تمہیں دیکھ لیا اور تمہارا اخلاص

جیوں جلا آگ کا آتش ستی ہوتا ہے بھلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا ہیگا عشق

شیخ جو آتے ہیں کس دھج سے پکڑ تسبی کو ہاتھ
مارئے گردن میں ایسا ، جائے جو منکا ڈھلک *

کیا کریں عرض حال تیرے پاس
ہم کو دل نیں ، تجھے دماغ نہیں
کوئی بچارا تجھے کہاں ڈھونڈے ؟
ایک جا کا. ترے سراغ نہیں

لائے جواب وہ کوئی ' صاحب ' کے شعر کا
جس کو کہ ذہن ثاقب و فکر دقیق ہو

ہمیں کنج چمن میں چھوڑ کر ، صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے ، یا ناشاد جاتا ہے

منورالدوله

امرائے دکن کے درباریوں میں تھے - کلام میں گداز اور صفائي دونوں موجود هیں -

گریباں چاک مطعون جہاں بدنامِ عالم هو
پڑے خاک اس طرح کے ' هائے ! رسوائي کے جینے میں

صنم نے میرے سخن کو سن سن ' کہا کہ اتنا نہ مضطرب هو
جو ابتدا کو نہیں سمجھتا ' تو کیا خبر هوگي انتہا کي

شفیق

لچھمي نرائن ' کائستھہ ' شفیق ' اور ' صاحب ' تخلص کرتے تھے - اُردو اور فارسی کے نامور شاعر تھے -

کلام میں کثرت مشق کا ثبوت زیادہ اور اثر کم هے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے -

ان کی تصنیف تذکرہ چمنستان شعرا مشہور هے -

۱۱۵۸ھ میں پیدا هوے [۱] -

بہار آئي جنوں نے سر اتھایا هے ' خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا هے ' خدا حافظ

---

[۱] مخزن نکات - چمنستان شعرا - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -

دور اول

حصۂ دوم

(شعرائے دھلی)

آرزو

سراج الدین علی خاں، آرزو، مشائخ اکبرآباد کے خاندان سے تھے۔ علوم و فنون کی تحصیل کی اور ۲۳ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی، اور فرخ سیر بادشاہ کی طرف سے گوالیار میں ملازم ہوئے۔ شاعری کا چسکا بچپن سے تھا۔

اردو میں ان کے کلام کی تعداد بہت کم ہے لیکن جو کچھ ہے تغزل کے اعتبار سے بہتر ہے، زبان سلیس، بندش چست، درد اور جذبات سے لبریز، اس لئے اثر انداز ہے اردو میں فارسی محاورات کا غلبہ ہے۔

ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں:—

۱ — تنبیہ الغافلین۔ اس میں حزیں کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں۔

۲ — موہبت عظمیٰ۔ علم معانی میں۔

۳ — عطیۂ کبریٰ۔ فن بیان میں۔

تجھہ زلف میں لٹک نہ رہے دل ' تو کیا کرے
بیکار ہے اٹک نہ رہے دل ' تو کیا کرے

جان تجھہ پر کچھہ اعتماد نہیں
زندگانی کا کیا بھروسا ہے

ہر صبح اوتا ہے تیری برابری کو
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو
دل مارنے کا نسخہ پہونچا ہے عاشقوں تک
کیا کوئی جانتا ہے اس کیمیا گری کو
اس تند خو صنم سے ملنے لگا ہوں جب سے
ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو
اپنی فسوں گری سے اب ہم تو ہار بیٹھے
باد صبا یہ کہنا اس دل ربا پری کو
اب خواب میں ہم اسکی صورت کو ہیں ترستے
اے " آرزو " ہوا کیا ' بختوں کی یاوری کو

فلک نے رنج تیر آہ سے میرے زبس کھینچا
لبوں تک دل سے ' شب نالے کو میں نے نیم رس کھینچا
رہا جوش بہار اس فصل گر یوں ہی ' تو بلبل نے
چمن میں دست گلچیں سے عجب رنج اس برس کھینچا
کیا یوں صاحب محمل نے سن کر شور مجنوں کا
تکلف کیا جو نالہ بے اثر مثل جرس کھینچا

۴ - سراج اللغت - لغت اور فرهنگ میں -

۵ - چراغ هدایت - فن اصطلاحات میں -

۶ - سکندر نامه اور قصائد عرفي کي شرح -

۷ - فارسي شعرا کا تذکره -

۱۱۶۹ھ میں وفات پائي [۱] -

رات پروانے کي الفت ستي روتے روتے
شمع نے جان دیا صبح کے هوتے هوتے

داغ چھوٹتا نهیں ' یه کس کا لهو هے قاتل
هاتھه بھي دکھه گئے دامن ترا دھوتے دھوتے

کس پریرو سے هوئي شب کو مري چشم دو چار
که میں دیوانه اُتھا خواب سے صوتے سوتے

عبث دل بیکسي اپني په توں هر وقت روتا هے
نه کر غم اے دوانے عشق میں ایساهي هوتا هے

میخانے آج جاکر شیشے تمام توڑے
زاهد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

---

[۱] گلشن هند - مرزا لطف ' رفاه عام اسٹیم پریس ' لاهور -

تھي زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلوں کا قیس
یہ عجب مظہر ہے ' جسکے مبتلا ہیں مرد و زن

وهی اک رشتہ ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہیں
کہیں تسبیح کا رشتہ کہیں زنار کہتے ہیں

ناز بے جا و لطف بے موقع
دلبروں کی ادا ہے کیا کیا کچھہ

کریں ہیں یہ ستمگر قتل بے تقصیر کیا کہیے
جو انکے ہاتھہ یوں مرنا ہوا تقدیر ' کیا کہیے

نہیں معلوم کیا حکمت ہے شیخ' اس آفرینش میں
ہمیں ایسا خراباتي کیا تجھکو مناجاتي [۱]

آصف

یحیی خاں نام ، آصف اور امیر تخلص [۲] ہزبر جنگ ' آصف‌الدولہ ' آصف جاہ القاب اور خطاب ہیں ' شجاع‌الدولہ نواب اودھ کے بھتیجے تھے -

---

[۱] چمنستان شعرا -
نوٹ - چونکہ سراج الدین علي خاں کے ہم عصر اور شاگرد تھے ' اس وجہ سے کم و بیش سنہ ۱۱۶۹ ھجري ان کا زمانہ قیاس کیا جا سکتا ہے - مرتب -
[۲] تذکرۂ مصحفي میں ان کي غزلیں امیر کي تخلص سے درج ہیں - مرتب -

نزاکت رشتۂ الفت کي ديکھو سانس دشمن کي
خبردار "آرزو" تک گرم کر گار نفس کھینچا

کھول کر بند قبا کو ' ملک دل غارت کیا
کیا حصار قلب ' دلبر نے کھلے بندوں کیا

دکھائي چشم مست اپني جو اس رند شرابی نے
نہ دم مارا کٹورے نے نہ ھچکي لي گلابي نے

بہار

ٹیک چند ' بہار ' کلام میں صفائي اور سوز و گداز بھي ھے
سراج‌الدین علی خاں آرزو کے شاگرد تھے -
بہار عجم مشہور لغت ان کي تصنیف ھے - غزل میں
درد اور بلاغت دونوں ھیں ' زبان بھی اُس وقت کے اعتبار سے
سلیس ھے -

کرے وہ سلطنت یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے
تکلف بر طرف ! خسرو کو کیا فرھاد سے نسبت

کہتے ھیں عندلیب گرفتار ' مجکو دیکھہ
امید چھوٹنے کي نہیں اس بہار میں

جب مرنے لگی بلبل شوریدہ قفس میں
"آصف" یہی کہتی تھی بہ تکرار دم نزع
صیاد تجھے بخش دیا خون میں اپنا
تک جا کے دکھا وہ مجھے گلزار دم نزع

کل ہنس کے بولا نالۂ بلبل پہ یوں پتنگ
کم ظرف دیکھ ہم بھی تو آخر ہیں زار شمع
رو رو کے یہ جواب دیا عندلیب نے
انصاف دل میں کیجیو اے دل فگار شمع
ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی
گر ہے پتنگ سوختہ جاں ' بیقرار شمع
پروانے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام
جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع
گل مہرباں سنا ہے کبھی عندلیب پر
تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع
میں آہ آہ و نالہ ' نہ کھینچوں تو کیا کروں
جلتی ہیں غم سے میری رگیں ' مثل تار شمع

جہاں تیغ اس کی علم دیکھتے ہیں
وہاں اپنا سر ہم ' قلم دیکھتے ہیں
جو جلوہ صنم تجھ میں ہم دیکھتے ہیں
خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ہیں

سنہ ۱۱۸۷ھ میں شاہ عالم بادشاہ کے زمانے میں فیض‌آباد کے وزیر ہوے ، کچھہ دنوں کے بعد لکھنؤ آئے ، ان کا نام " سخاوت " کے لئے '' حاتم " کی طرح مشہور ہے -

غزل میں بہتر رنگ ہے ، آمد کی نرالی شان ہے ، معلوم ہوتا ہے جو کچھہ کہتے ہیں دل کی زبان سے کہتے ہیں سلاست ، روانی سب کچھہ موجود ہے ، الفاظ کے پھیر میں معانی کو گم نہیں کرتے ، سنہ ۱۲۱۲ھ میں وفات پائی -

---

مسِ طاعت سے کچھہ اپنے تو نہیں پاس '' امیر "
مگر احمد کا ہوں ، اور ہے احمد میرا

یا ڈر ہے مجھے تیرا کہ میں کچھہ نہیں کہتا
یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھہ نہیں کہتا
کہتا ہے بہت کچھہ وہ مجھے چپکے ہی چپکے
ظاہر میں یہ کہتا ہے ، کہ میں کچھہ نہیں کہتا

کیا تو نے دیا تھا مجھہ کو ساقی
شیشے میں تو واہ کچھہ نہ نکلا

موا ہے تیرے لئے تیرا عاشق غم کش
ذرا تو فاتحہ پڑہ چل کے ، تا کجا وسواس

پوچھتے کیا ہو شب ہجر کی حالت، یارو!
میں ہوں، اور رات ہے اور بسترِ تنہائی ہے

"آصف" نہ چھوڑ دست سخاوت کو زینہار
لایا ہے کچھ نہ ساتھ، نہ جاے گا تو لئے

یاں تلک داغ محبت، دل نے کھائے ہیں کہ بس
سر سے پا تک ایک گویا صورت طاؤس ہے

ہزاروں مردے جیتے دیکھے تیرے بات کرنے سے
لب معجز بیاں میں تیرے، شاید آب حیواں ہے

تیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو، گھر جاتا ہے
اے مری جان کے دشمن، تو کدھر جاتا ہے

سرخ چشم ایسی، کہیں ہوتی ہے بیداری سے
لہو اترا ہے تری آنکھوں میں، مے خواری سے

جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے
ہم نے جانا کہ، دو جہاں سے گئے
تیرے کوچے میں نقش پا کی طرح
ایسے بیٹھے کہ پھر نہ واں سے گئے

بتوں کی گلی میں شب و روز '' آصف ''
تماشہ خدائی کا ' هم دیکھتے هیں

دل همارا خانۂ اللہ ' گو مشہور تھا
سو بتوں کے عشق میں اب وہ بھی بت خانہ ہوا

بڑی شکوہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا
چکے گا روبرو کس کے ' معاملہ دل کا

' آصف '' نہ چھتے عشق بتاں دل سے همارے
سو بار اگر پھر بھی بناویں اسے گھڑ کر

شوخیِ چشم کی شہرت کو تری ' سن سن کر
شرم سے باغ میں نرگس نے چھپائیں آنکھیں

مرے دل کو ' زلفوں میں زنجیر کیجو
یہ دیوانہ اپنا ہے ' تدبیر کیجو
مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ہے
یہ مہماں ہے اے شانہ توقیر کیجو

جس جگہہ آنسو گرے ہے ' آبلہ پڑ جائے ہے
آب سے آتش ہوئی کیوں کر بہم ' کیا جانئے

کم مت گلو ' یہ بہت سہاھونکا رنگ زرد
سونا وھي کہ ' جو ھو کسوتي کسا ھوا

انداز سے زیادہ نہت ناز ' خوش نہیں
جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ھوا
قامت کا سب جگت میں دوبالا ھوا ھے نام
قد اس قدر بلند تمھارا ' رسا ھوا

جدائي کے زمانے کي سجن کیا زیادتی کہئے
کہ اس ظالم کی ھمپر جو گھڑي بیتي ' سو جگ بیتا

چھرے نے سرخ تیرے ' سارے جگت کو موھا
اي لعل ' تیرے سر پر یہ آج خوب سوھا

رخسار کے گل اوپر شبنم ھے یہ پسینا
کیا سرخ ڈانک پر ھے الماس کا نگینا
خجلت سے تجھہ نگہہ کي ' مے ھوگئي ھے پاني
کہنا بجا ھوا ھے ' شیشے کو آبگینا

مشتاق عذر خواھي نہیں '' آبرو '' تو کیا ھے
یوں روٹھہ روٹھہ چلنا ' چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

شمع کی طرح رفتہ رفتہ ہم
سنیو اک دن کہ جسم و جاںؔ سے گئے

تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے کیوں گزرے
تری بلا سے ' مرا دم رہے رہے نہ رہے

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے
پر ہمکو چاہئے کہ تگ‌ودو لگی رہے [۱]

آبرو

نجم الدین نام ' شاہ مبارک لقب تھا ' لقب ہی سے مشہور تھے ' حضرت محمد غوث گوالیاری کی اولاد میں تھے ' خان آرزو سے قرابت تھی ' ابتدائے جوانی میں دھلی آئے اور آخر تک رہے - دیوان مختصر ہے لیکن بہتر ہے ' طبع نہیں ہوا ہے ' اس کا ایک نسخہ '' الاصلاح '' لائبریری دسنہ ' ضلع پٹنہ میں موجود ہے -

کلام میں گو سلاست نہیں لیکن درد ہے - محاورات میں لطف موجود ہے ' زبان کا خیال زیادہ کرتے ہیں - خان آرزو سے تلمذ تھا [۲] -

---

[۱] خمخانۂ جاوید - گلشن ہند - سخن شعرا - تذکرۂ مصحفی -

[۲] گل رعنا -

زمانے بھی لگے مردی پکڑنے کسب سیکھا چماری نے نری کا

دل تو دیکھو آدم بے باک کا عشق سے بھرتا ہے ، پتلا خاک کا

ہرہ کی راہ میں جو کوئی گرا ، سو پھر نہ اٹھا
قدم پھرا نہیں یاں آکے دستگیروں کا
وہ اور شکل ہی ، کرتی ہے دل کو جو تسخیر
عبث ہے شیہم ترا نقش یہ لکیروں کا

دل کے غنچوں کو کھول جب دیکھا
شوق پایا تمام تجھ لب کا
" آبرو " اب زندگی سے لذیذ
جان لیتا ہے جام تجھ لب کا

یہ رسم ظالمی کی ، دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر ہمارا ، دشمن ہوا ہے جاں کا

بیتابی دل آج میں دلبر سے کہوں گا
ذرے کی تپش مہر منور سے کہوں گا

ہر گدا گوشۂ قناعت میں شاہ ہے ، ملک بے نیازی کا

یہ سبزہ اور یہ آب رواں اور ابر یہ گہرا
دوانا میں نہیں ' گھر میں رہوں کیوں چھوڑ کر صحرا

بوسہ لباں سے دیئے کہا ' کہہ کے پھر گیا
پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

نین سے نین جب ملاے گیا
دل کے اندر مرے سماے گیا
تیرے جانے کی سن خبر ' عاشق
یہی کہتا موا ' کہ ہاے گیا
سہو کر بولتا تھا مجھہ سیتی
بوجھہ کر بات کو چباے گیا

مل گئیں آپس میں نظریں ایک عالم ہوگیا
جو کہ ہونا تھا سو کچھہ آنکھوں میں باہم ہوگیا
ساتھہ میں تیرے جو کچھہ تھا سو پیارے عیش تھا
جب سے تو بچھڑا هي تب سے عیش سب غم ہوگیا

نور دیدہ کم ہوا یعقوب کا گریہ کا جاتا ہے ' خالي قافلہ

حق میں عاشق کے مگر لطف ' ستم تھا یا رب
دل لیا جب سے ' مجھے تب سٹی آزار دیا

هر طرف عشق کي لگي هے هاٹ
دل همارا هوا هے بارہ باٹ

زندگی هے سراب کي سي طرح
باو بندي حباب کي سي طرح
کون چاهے کا گهر بسے تجهکو
مجهه سے خانہ خراب کي سي طرح
تجهه اوپر خون بے گناهوں کا
چڑهه رها هے شراب کی سي طرح

بلبل سے دل کو کهول کهو گل سے ٹک هنسے
پهر "آبرو" کا وقت کهاں ؟ جب گئی بهار

آج پهر هم سے کر دیا هے اُداس ان رقیبوں کا جاے ستیا ناس
فیر صحبت میں اب لگے جانے چهوڑ کر اپني "آبرو" کا پاس

نهیں تارے بهرے ، هیں شک کے نقط
اس قدر نسخۂ فلک هے غلط

سانورے کے رو برو هے دل همارا داغ داغ
دیکهه لو کالے کے آگے آج جلتا هے چراغ

لٹی ہے جب سے بات چمن کی زباں اُپر
رنگیں ہوا ہے تب سے بیاں عندلیب کا

جسے ہو زیب ذاتی ، اسکے تئیں ہے عیب آرائش
کرے ہے بد نما البتہ حسن ماہ کو گہنا

ہم سے چرا کے اور سے آنکھیں ملا گیا
ظالم کسی کو مار ، کسی کو جلا گیا

پہنے وہ زرد پوش ، جھلک سے بنا بسنت
چاروں طرف سے آج اٹھی جگمگا بسنت

دل نے پکڑی ہے یار کی صورت
گل ہوا ہے بہار کی صورت
کوئی گل رو نہیں تمہاری شکل
ہم نے دیکھی ہزار کی صورت
وصل کے پیچھے ہجر جائے بھول
جوں نشے میں خمار کی صورت
کچھہ* ٹھہرتی نہیں کہ کیا ہوگی
اس دل بے قرار کی صورت

عشق ہے اختیار کا دشمن   ہوش و صبر و قرار کا دشمن

لٹایا چاہتے ہیں خاک و خوں میں مجھ بچارے کوں
سمجھتا ہوں تری شمشیر ابرو کے اشارے کوں

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں
یاں لگ ' ہنر میں عشق کے کامل ہوا ہوں میں

اپنا جمال ' " آبرو " کو تک دکھاؤ آج
مدت سے آرزو ہے درس کی بچارے کوں

جب چمن میں جا کے پیارے تم نے زلفیں کھولیاں
لے گئی باد صبا ' خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

درد مندی سے اگر دل کے ' ہوئے ہو محروم
رحم فرما کے مرے حال کو اظہار کرو

جلوۂ حسن کو دلدار کے ' گلزار کہو
شوق کو دل کے مرے ' مستئی سرشار کہو
یار سے جاکے مرے درد کا بستار کہو
غم کہو ' رنج کہو ' حسرت دیدار کہو

کب زلیخا شہر میں رسوا ہوئي ' مجنوں سے کم
مرد ہو یا زن کوئي ' ہے سب کے تئیں بدنام عشق

افسردگئي یاس سے ہم کو ہوا وصال
پکڑا ہے آہ سرد کے کانٹے سے ہم نے لال

جلتا ہے اب تلک تری زلفوں کی رشک
ہر چند ہو گیا ہے چمن کا چراغ گل

جلتے تھے تجھکو دیکھ کے فہر ' انجمن میں ہم
پہونچے تھے رات شمع کے ہو کر بدن میں ہم

دلدار کی گلي میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھي تو پھر آکر گئے ہیں ہم

جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق
نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم

غم کیا ؟ اگر شراب کي مجلس میں ہم نہیں
ہم کو تمہارے عشق کا یہہ کیف ' کم نہیں

تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے
کہے ضد سے تمھیں ہووے سواے

زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو
کہ گویا، عرش میں لٹکتی ہے

تمھاری، لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے، کس طرح کی ہے، کدھر ہے ؟

دل کب آوارگی کو بھولا ہے   خاک اگر ہو گیا، بگولا ہے

زندگانی تو ہر طرح کاٹی   مر کے پھر جیونا، قیامت ہے

تبسم سے مجھے، اس کو نظر سے
کیا ہے دو کو راضی کس ہنر سے [۱]

مضمون

شرف الدین نام، اکبرآباد کے رہنے والے تھے - ابتداے شباب میں دہلی گئے اور وہیں رہ گئے -

---

[۱] مخزن نکات - گلشن ہند - تذکرۂ مصحفی -

کس نے ' آ باغ میں حیران کیا نرگس کو
نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہی ہے کس کو

کرے گی شہر میں فتنہ ' سجن ! خواہی نخواہی یہ
تری ' آخر کو سر کھولنچے گی ظالم کج کلاہی یہ

کیوں ملامت اس قدر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ
لگ چکا ' اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا ' دل ہے یہ

شوق ہے اس کی اشکباری کا " ابرو " چشم تر ' قیامت ہے

تم ' نے بٹھانے کو جب ہاتھہ بیچ ' نے لیے
مجنون ہوگئے سب ' یہ کس طرح کی ' لے ' لی

کرم فرما ! کہ تیرا نقش پا ' ہم خاکساروں کو
چمن میں سر بلندی کو ' گل دستار ہوتا ہے

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
وے عاشقی کے ' ہائے زمانے کدھر گئے

تمہارا دل اگر ہم سے پھرا ہے تو بہتر ہے ' ہمارا بھی خدا ہے

وہ ہے سونا جو ہووے خوب، کس میں
وہ ہے دلبر، جو ہووے اپنے بس میں

کرے ہے دار بھی کامل کو سر تاج
ہوا منصور سے یہ نکتہ حل آج

جس طرح سے رہے ہے مال کے اوپر کالا
یوں رہے زلف ترے مکھ کے اُوپر مار کے پیچ

تجھ بن زبس کہ پانی، جاری کئے ہیں رو کر
چشموں سے میں اب اپنی بیٹھا ہوں ہاتھ دھو کر

نہیں ہیں ہونٹھ تیرے پان سے سرخ
ہوا ہے خون میرا آکے لبریز

تیر مژگاں برستے ہیں مجھ پر
آب پیکاں کا اس طرف ہے تھال

کیا سمجھ بلبل نے باندھا ہے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا اور تس پہ جور باغباں

کلام میں سلاست اور درد ہے ' ساتھ ہی ساتھ زبان کی چاشنی اور محاورہ بندی بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے خان آرزو کے معاصر اور شاگرد تھے [۱] -

افسوس مار جھٹ پٹ ' دل کو رکھے ہیں اٹکا
کن ساحروں سے سیکھا ' زلفوں نے تیری ' لٹکا

خوبوں کو جانتا تھا ' گرمی کرینگے مجھ سے
دل سرد ہو گیا ہے ' جب سے پڑا ہے پالا

نہیں ہے زاہدوں کو مے سکی کام
لکھا ہے اُن کی پیشانی میں ' سر کا

هم نے کیا کیا نہ ترے غم میں ' اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا ' گریۂ یعقوب کیا

کوچے میں بیوفا کے مارے گئے ہیں عاشق
نکلا ہے ایک " مضمون " بھاگوں سے اپنی جھٹا

ترا مکھ ہے ' سر چشمۂ آفتاب
نہ لاوے تری حسن کی ماہ ' تاب

[۱] گل رعنا - گلشن بے خار -

اُس دھاں بیچ سخن رکھتا ہوں
مجھ پہ اس بات کو اثبات کرو

جب سے چاہا ہے ترا چاہ ذقن
آب چشموں سے مرے جاری ہے

نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کہیں
گذرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

مرے آئینۂ دل سے ترا نقش
جو دیکھا تو کسی صورت نہ جاوے

"مضمون" تو شکر کر کہ ترا نام سن رقیب
غصے سے بہت سا ہوگیا لیکن جلا تو ہے

نہ یہی فتنۂ قد و قامت ہے
ہنس کے پھر دیکھنا قیامت ہے [۱]

[۱] چمنستان شعرا - مخزن نکات - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -

وهي دلدار خوش آتا هے جو هووے بانکا
خوب لگتي نهيں وہ تيغ جو خمدار نهيں

کيا هوا جو خط مرا پڑهتا نهيں
جانتا هے خوب وہ " مضمون " کو

چلا کشتي ميں آگے سے جو وہ محبوب جاتا هے
کبهی آنکهيں بهر آتي هيں کبهي جي ڈوب جاتا هے
يہ ميرا اشک قاصد کي طرح اک دم نهيں تهمتا
کسي بيتاب کا گويا لئے مکتوب جاتا هے

يار کے قول کو نهيں هے قرار اس ستي دل کو بيقراري هے

ميرا پيغام وصل ' اے قاصد کهيو سب سے اسے جدا کرکے

هم فقيروں ميں تمهارا اے مياں کيا کام هے
تم تو طالب زر کے هو اور ياں خدا کا نام هے

کرنا تها نقش روے زميں پر هميں مراد
خالي اگر نهيں تو نهيں بوريا تو هے

تڑپ گئی کئی ملک ، جب کھولی لب دریا پہ زلف
حیف "ناجی" کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

نہ پوچھو ، خود بخود ہے عارض خورشید کی خوبی
لیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہرویاں سے کر چندا

قوس قزح سے ، چرچا کرتا ہے تجھ بھواں کا
شاید کہ سر پھرا ہے اب پھر کر آسماں کا

کر آزاد دام زلف سے دل بال باندھا غلام ہے تیرا

سخن سن ، اس بت کافرادا کا جیا ہوگا کوئی بندا خدا کا

رنگ تیرا گندمی دیکھ اور بدن مخمل سا صاف
ہوش کھو کر آدمی بھولے ہیں اپنے خور و خواب

دیکھ ! ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم
لب صدف کے تر نہیں ، ہر چند ہے گوہر میں آب

محبت سوں علی کی دیکھ "ناجی"
ہوا ہے دل مرا ، اب حیدرآباد

محمد شاکر نام ' امیر خاں محمد شاہیؒ کے داروغہ نعمت خانہ تھے - لیکن تیز اور ذہین تھے ' نوجوانی میں انتقال ہو گیا -

ان کے کلام میں پند و نصائح تغزل ' محاورہ بندی کے پھولوں کے ساتھہ کسی قدر ابتذال کے کانٹے بھی ہیں -

لفظی ایر پھیر میں اکثر معنی کی قربانی کر دیتے ہیں [۱] ۔

روا کب ہے مجھہ اوپر تیغ کو ہر دم علم کرنا
مری تقصیر بھی کچھہ کی ہے ثابت ' یا ستم کرنا

بلند آواز سے گھڑیال کہتا ہے کہ اے غافل
کٹی یہہ بھی گھڑی تجھہ عمر سے اور تو نہیں چیتا

نمکیں حسن دیکھہ کر پی کا رنگ گل کا مجھے لگا پھیکا

تری نگاہ کی کثرت سے اے کماں ابرو
ہمارے سینے میں تودا ہوا ہے تیروں کا

مجھکو باتوں میں لگا ' معلوم نہیں کیا کہہ گیا
لے چلا جب دل کے تئیں منہہ دیکھتا میں رہ گیا

(۱) گل رعنا - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -

نرگس کي تکھں مھں هرگز ' آتا نھھں نظر مھں
دیکھي ھیں مھں نے آخر پیارے تمھاري آنکھھں

نہ سیر باغ ' نہ ملنا ' نہ میتھي باتھں هیں
یہ دن بہار کے اے جان مفت جاتے ھھں

عید هوتي ' جو کوئی افطار کرتا جس کے گھر
اب بتاویں ' ھے کا روزہ دیکھ کر مہمان کو

ھے غرض ملنے میں نہ الفت کچھہ اس بیدرد کو
بوجھتا ھے کان زر ' عاشق کے رنگ زرد کو

آج تو " ناجي '' سجن سے کر تو اپنا عرض حال
مرنے جینے کا نہ کر وسواس هوني هو سو هو

زلف کیوں کھولتے هو دن کو صنم
مکھہ دکھایا ھے تو نہ رات کرو

غم نہیں گر دلبري سے دل کو لیجاتا ھے وہ
پاس میرے تب تو آتا ھے جو دل پاتا ھے وہ

گو سلیماں کا تخت دیں ، مت لے
کہ سب آخر کو جائے گا برباد

اغنیا کے دربدر ، مقدور جب تک ہو ، نہ جا
سخت حاجت ہو تو جا ، لاچارگی ہے جا ضرور

چاھئے اشراف کو ، مفلس ہو ، مجلس میں نہ جا
گو کہ وہ دبلا نہ ہو پر بوجھتے ھیں سب حقیر

انگوٹھی لعل کی کرتی قیامت آج اگر ہوتی
جلھوں کی آن پہونچی لو مرے وہ ایک چھلے پر

دیکھ دلبر تری کمر کی طرف
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
حشر میں پاک باز ھیں " ناجی "
بد عمل جائیں گے سقر کی طرف

کرلے کرم اے مہرباں ، پھر ہم کہاں اور تم کہاں
نہیں دیکھ سکتا آسماں ، پھر ہم کہاں اور تم

ملنے کو نوخطاں کے ، واعظ برا کہے ہے
مجبوں ھیں یہ باتیں ، ہم خوب جانتے ھیں

(مخمس)

قضا سے بچ گیا مرنا نہیں تو ٹھانا تھا
کہ میں نشان کے ھاتھی اُپر نشانا تھا
نہ پانی پینے کو پایا وھاں نہ کھانا تھا
ملی تھی دال ' جو شکر تمام چھاڑا تھا
نہ ظرف و مطبخ و دوکاں ' نہ غلۂ بقال [۱]

یکرنگ

مصطفی قلی خاں نام ' خان جہاں لودھی کے نواسے تھے ' سلسلہ ملازمت شاھی میں وابستہ تھے -

اشعار میں آمد کا رنگ غالب ہے ' تغزل میں گداز موجود ہے ' اکثر اشعار میں سلاست اور صفائی کا آئینہ لگا دیتے ھیں - بعض نے آبرو اور بعض نے آرزو کا شاگرد لکھا ھے بعض مظہر کا شاگرد بتاتے ھیں -

لب شیریں سے تلخ کاموں کو بولنا تلخ ' کام ھے تیرا
ھاتھ اُٹھا جور اور جفا سے تو یہی گویا سلام ھے تیرا

ترک عاشق میں ' ننگ و نام کیا
کام اپنا جو تھا ' تمام کیا

[۱] گل رعنا - نکات الشعرا - گلشن ھند - تذکرۂ میر حسن - مخزن نکات -

کہا فردا کا وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ہے

وظیفہ راگنی کے سُر میں زاہد! کفر ہے پڑھنا
نہیں تسبیح تیرے ہاتھ میں یہ راگ مالا ہے

اناالحق بولنے لگتا ہے اس کے زخم کا بسمل
کٹاری آبدار اس شوخ کی' منصور خانی ہے

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں
عارضی' میری زندگانی ہے [۱]

پیالہ پیوے ہے سو نہوروں سے کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب زر کے ہیں اور یہاں خدا کا نام ہے

تصور سے ترے رخ کے' گئی ہے نیند آنکھوں سے
مقابل جس کے ہو خورشید کیونکر اس کو خواب آوے

[۱] مصحفی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ شعر میر عبدالرسول نثار ہے' میں نے اس کی زبان سے سنا ہے۔ مرتب۔

وصل اور ہجر اِس صنم کا مجھ پر یکساں ہو گیا
درد سہرا ہی مجھے آخر کو درماں ہو گیا

مجھ کو اِس دل سے توقع تھي مدد کي ، وقت پر
تھر خوباں کا تو وہ " یکرنگ " پیکاں ہو گیا

کم نہیں کچھ بوے گل سیتی فغان عندلیب
برگ گل سے ھیگی نارک تر زبان عندلیب

میں روز و شب ، وصال سے تیرے ھوں کامیاب
کیونکر کہوں کہ تجھ سے یہ بہتر ھے آفتاب

زبانِ شکوہ ھے منہدي کا ھر پات
کہ خوباں نہیں ، لگاے ھیں مجھے ھات
خیال چشم و ابرو کر کے تھرا
کوئي مسجد گیا ، کوئی خرابات
مسخر حسن کے ، شاہ و گدا ھیں
رکھے ھے خوبرو ، ظاھر کرامات

یاد آتی ھے تازگئي بہار
دیکھ ، ہر خشک خار کی صورت
سچ کہے جو کوئی سو مارا جاے
راستی ھیگی دار کي صورت

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی
ہم بھي تو تم سے کبھي تھے آشنا

جب سکي ' گلرخوں سے یار ہوا
خلق کی میں نظر میں خوار ہوا
خلق '' یکرنگ '' کي ہوئي دشمن
جب سے تیرا وہ دوستدار ہوا

سکتا نہیں ہے بات ' کسي کي تو اے سجن
تجھ کو ترا غرور ' نہ جانوں کرے گا کیا

خون دل کا ' مجھے شراب ہوا　　جگر سوختہ ' کباب ہوا

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن
کوئي دشمن بھي ہوگا اپني جاں کا

اگر آوے مرے گھر وہ پیارا　　کروں اس ماہ کو پتلي کا تارا

مرا دشمن ہوا '' یکرنگ '' وہ شوخ
کیا کہوں عشق میں نے آشکارا

کیوں کھینچتے ہو تیغ ' ستم مجھ میں دم نہیں
پنہاں نگہہ تمہاری یہ ' کچھتی سے کم نہیں
کہتے ہیں ہم پکار ' سنو کان دھر سجن
گو غیر سے ملو گے تو دیکھو گے ' ہم نہیں

تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
" یکرنگ " کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لیکے جو دبدھے میں پڑے ہو اس بھانت
کیا سجن ? اس کا کوئی جگ میں خریدار نہیں
چاھتا تھا کہ کہوں عشق کی باتیں " یکرنگ "
کیا کرے ہائے اسے طاقت گفتار نہیں

ہرگز تم اب کسو کے سخن آشنا نہیں
سب خوبیاں ہیں تم میں ولے اک وفا نہیں

پارسائی اور جوانی کیونکہ ہو
ایک جاگہ آگ پانی کیونکہ ہو

نگہباں چاھئے سرشار کے اپاس
تری آنکھوں سے دل کیونکر جدا ہو

مجھ کو معلوم یوں ہوا کل سے
بھول جاتے ہیں اس سے دولتمند

کیوں ہوے ہو تم ' کہو ! دشمن ہمارے ' اس قدر
دوست کا دشمن کوئي ہوتا ہے پیارے ' اس قدر

ہوا نہ راحت جاں مہرباں حیف
مري محنت گئي سب رائگاں حیف

بنابر مصلحت ہے یہ جو تم سے
رہا ہے روتھ دن دو چار " یکرنگ "

محبت کا عجب ' " یکرنگ " ہے رنگ
کبھی عاشق کبھي معشوق ہیں ہم

روتھتا ہوں اس سبب ہر بار میں
تا گلے تیرے لگوں اے یار میں

برنگ شمع ' دائم تجھ لگن میں
سبھوں روتے پھرے ہم انجمن میں

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو وہ دماغ اور دل رہا ہے

جس کے درد دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں بھی ہو تو میرا پیر ہے

رونق اسلام تیرے رو سے ہے
کفر کا رشتہ ترے گیسو سے ہے
بے قراروں کے تئیں آرام دل
اے مرے پیارے ترے پہلو سے ہے

جدائي سے تري، اے صندلي رنگ
مجھے یہ زندگاني درد سر ہے

یکرنگ" پاس کیا ہے سخن اور کچھ بساط
رکھتا ہے دو نین جو کبھو تو نظر کرے

ہوا معلوم یہ فلک سے ہم کو
جو کوئي زر دار ہے سو سنگدل ہے

اس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک میں کیوں پڑتا ھے اے دل! جان بوجھ

برگ حنا اُپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا لگے اس دلربا کے ھاتھ

جو کوئی توڑتا ھے غنچۂ گل دل کو میرے شکستہ کرتا ھے

نہ کہو یہ، کہ یار جاتا ھے میرا صبر و قرار جاتا ھے
گر خبر لینی ھو تو لے صیاد ھاتھ سے یہ شکار جاتا ھے

لگے ھے جا کے کانوں میں بتوں کے
سخن "یکرنگ" کا گویا گُہر ھے

کیا جانئے کہ وصل ترا کس کے ھو نصیب
ھم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

اس کو مت بوجھو سجن اوروں کی طرح
"مصطفیٰ خاں" عاشق "یکرنگ" ھے

نہ کچھ برا ہوا پرویز کا نہ شیریں کا
ترے ہی سر پر اے فرہاد جو ہوا سو ہوا

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو' یہ مجنوں
کہیں اُس طرف ویرانے کے ہو گا

نقاب اپنے رخ کا جو تو باز کرتا
تو گُل اپنی خوبی پہ کیا ناز کرتا

تجھے برق خار سے کام کیا جو حیا ہے' حق کو تلف نہ کر
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کف پائے آبلہ‌دار کا

لگا جب غیرسیتی' ہم طبق ہونے وہ مہمان کش
وہ اپنا ہاتھ دھوتا تھا میں اپنا ہاتھ ملتا تھا

کیا ہوا زلف سے گرہ کھولی میرے سر کا تو یہ گرہ نہ گیا

وہی اک ہے جو اِن دونوں گھروں میں خلق ڈھونڈھے ہے
پس اے زاہد اگر مسجد سے بت‌خانہ ہوا تو کیا

(مرثیه)

زخمی برنگ گل هیں ' شهیدانِ کربلا
گلزار کی طرح هے ' بیابانِ کربلا
اندھیر هے جہاں میں که اب شامیوں کے هاتھ
هے سربریدہ ' شمع شبستانِ کربلا [۱]

سلیم

محمد حسین نام ' دهلی کے رهنے والے تھے میر تقی سے قرابت تھی - نظم اور نثر دونوں پر قدرت تھی -

شاعری کے علاوہ اپنی فضل و کمال علمی میں بھی مشہور تھے ' اشعار اگرچه صاف اور سلیس نہیں لیکن مضمون کے اعتبار سے بہت بلند هیں -

بیدل کی طرز کے پیرو تھے -

فصوص الحکم کا ترجمه اُردو میں کیا تھا عروض و قافیه میں ایک رسالہ اُردو میں لکھا - ایک کتاب نثر رنگین میں بھی لکھی هے -

هر تار پیچ زلف کا ' عالم کی جان هے
گویا یه اژدها تھا که سب کو نگل گیا

[۱] مخزن نکات - نکات الشعرا - چمنستان شعرا - گلشن هند

کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادہ آتا ہے نظر جوں زلف کج' برہم ہوا

پاسِ ناموسِ محبت ہے مجھے آن سے "کلیم"
باغ میں جاؤں نہ ہرگز بےرضائے عندلیب

رکھتا ہے زلف یار کا کوچہ ہزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو ہے راہ مار پیچ

زلف کو خواب میں دیکھا تھا جلوں سے شب کو
بیدار ہوا پائی گلے میں زنجیر

ہو گیا حشر، گئی دوزخ و جنت کو خلق
رہ گیا میں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

تو یار مل کے ہم سے، جب ایک ہو گیا ہو
کس کو بعید مانیں کس کو کہیں قریں ہم
تم ہو تو ہم کہاں ہیں، ہم ہیں تو تم کہاں ہو
یا تم ہی سب ہو ہم میں، یا سب کے سب ہمیں ہم

تری جناب میں آیا ہوں اے اِلٰہ نہ پوچھ
یہی کہ بخش دے اور مجھ سے کچھ گناہ نہ پوچھ

زبانِ موج سے ' یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
'' کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا "

اے شمع تیری باری ہے شب کو ' کہ شام تک
اپنے دنوں کو ' جتنا میں رونا تھا رو چکا

وہ نازک تن لطافت سے کسی کو نہیں نظر آتا
مقرر ایک جا تو ہے نہ کیا جانے کہاں ہوگا

گو روضۂ رضواں کو میں اک ان میں دیکھا
جب گل کی طرح جھانک گریباں میں دیکھا

لگتی ہے اب تو قلقل مینا سے دل کو ٹھیس
وے دن گئے '' کلیم '' کہ یہ شیشہ سنگ تھا

قبر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے " کلیم "
آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

عمر رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے " کلیم
آپ کو جوں شمع ' میں ہر انجمن میں گم کیا

درازي شب هجراں و زلف یار "کلیم"
نہ مجھ سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں

مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
بیکار باغ ہوں نہ سزاوار باغ ہوں

نے اور طنبور میں ، یہ سوز تو معلوم ہے مطرب !
کسی کا دل ہوا ہے شاید اس پردہ میں آ نالاں

غرور حسن ممکن کہاں ؟ کسی کی داد کو پہونچے
غرض تم سن چکے احوال ، ہم فریاد کو پہونچے

تجھے میں آنکھوں میں کیونکر رکھوں کہ ہے برسات
پھر ایسا گھر ، کہ یہ خانہ خراب ٹپکے ہے

اس کے ابرو کی اگر تصویر کھینچنا چاہئے
اول اپنے قتل پر شمشیر کھینچنا چاہئے

(رباعی)

دنیا کے ہاتھ سے جو دل ریش ہیں ہم
اس واسطے یاں عاقبت اندیش ہیں ہم

اب هم شمردگی سے مجهے کاروبار هے
هردم مرے حساب میں روز شمار هے

سو زخم کها چکا هے دل ' اس پر جگر جلا
کهتا هے زخم ' مجهه کو هے اک آرزو هنوز

هم هوگئے هیں ضعف سے جوں بومیان باغ
پهرتا هے رنگ گل ' که همارا کرے سراغ

پوچهه مت غم کی داستاں اے دل
گر پڑا ' توٹ آسماں اے دل

طریق عشق میں مجنوں و کوهکن کو نه کهه
هزاروں هوگئے غارت ' سو ایک دو معلوم

پیری کی بهی سیر کر گئے هم
اس پل سے بهی بس گزر گئے هم
واں غصه هوئے رقیب پر تم
یاں مارے ادب کے مر گئے هم

کروں میں شکوہ اگر تیری بے وفائی کا
جہاں میں نام نہ لے کوئي، آشنائی کا
ابھی حواس بھي ثابت مجھے نہیں آئے
خدا کے واسطے مت نام لے جدائي کا

نہ قاصد ھی پہونچ سکتا ھے اب واں، نہ کام اپنا
الھي مضطرب ھوں کس طرح بھیجوں پیام اپنا
بہت موقوف شکوے وصل پر تھے اس جفا جو کے
کیا سو اک نگہ نے اس کی، قِصّہ ھی تمام اپنا

دام سے زلف کے، پھر دل کو چھڑایا نہ گیا
سر سے اس بخت سیہ کا مرے، سایا نہ گیا
اچپلاھٹ اسے کہتے ھیں کہ شوخی سے وہ شوخ
میری آنکھوں کي تصور میں سمایا نہ گیا

دیار عشق میں ٹک دیکھ تو کیا ھے ستم "واقف"
نریں ھیں مُتہم اس سے، نہیں ھیں جس سے هم واقف

تیری نگہ لطف سے وابستہ ھیں یاں هم
جوں عکس ذرا پھیرنے میں رو، کے کہاں هم
کبھی اٹھتے، کبھی بیٹھتے نا طاقتیوں سے
جوں سایہ جہاں تو گیا اے دوست وہاں هم

دنیا داری و نوکری ' مصلحت و کسب
جب کچھ نہ بنا ' کہا کہ درویش ہیں ہم [۱]

واقف

(شاہ) واقف نام ' دهلي کے رهنے والے تھے بلند پایہ درویش تھے - منطق ' معاني و بیاں ' رمل وغیرہ کے ماهر تھے -

اشعار میں رواني اور درد دونوں هیں یہ دونوں صفتیں مشکل سے جمع هوتي هیں [۲] -

خیال وعدہ ترا بسکہ شب نظر میں رها
تمام رات مرا جي صداے در میں رها
جلایا مجھ کو مرے ضبط آہ نے جوں شمع
اٹھا جو شعلہ جگر سے تو پھر جگر میں رها

کبھي ایسا بھی اے خدا هوگا   وہ صنم هم سے آشنا هوگا
روز و شب مجھکو هے یهي دهڑکا   نہ ملوگے ملوگے کیا هوگا

یہ دل پھر آہ مژگاں بتاں سے بے طرح اٹکا
سمجھے جس خار کا ڈر تھا سو پہلو میں مرے کھٹکا

[۱] نکات الشعرا - مخزن نکات - تذکرہ میر حسن - سخن شعرا -

[۲] میر حسن کے سوا اور مشہور تذکرہ نویسوں نے ان کو معلوم نہیں کیوں نظر انداز کر دیا هے - مرتب

ہر آن ہم سے کھوں ہے عبث بدگمان تو
اپنا سا اور کو نہ سمجھ میری جان تو
اک روز کی جدائی میں مرتے ہیں یا نہیں
یکبار بھی یہ کرلے مرا امتحان تو
کیا کیا کہا تھا ' کیونکر لیا تھا ہمارا نام
قاصد خدا کے واسطے پھر کر بیان تو

صبا کہیو چمن کے عندلیبانِ غزلخواں کو
کرو تم چہچہے ہم دام میں ہو جائیں زنداں کو
ڈھلا دن آج کا بھی اور نہ آیا تو تو پھر ہم نے
چراغ آہ سے روشن کیا شام غریباں کو

جنّت و سایہ طوبےٰ نہیں درکار مجھے
بس ہے اے یار ترا سایۂ دیوار مجھے
ہوس سیر چمن ! لے تو چلی ہے یاں سے
پر کسی دام میں مت کیجو گرفتار مجھے

خوبرو ہوکے باوفا ہووے میں نہ مانوں ' اگر خدا ہووے

جب کہ یاد آتا ہے گلشن میں مرا گلرو مجھے
غش مرا ؟ بے خودی ہوتی ہے گل کی بو مجھے

ان رقیبوں سے گلے ملے ہیں کیا اے یار، ہم
وہ شریک بزم ہوویں اور نہ پاویں بار ہم

خون آنکھوں سے ہم جو روئے ہیں
تیری مژگاں کے کانٹے بوئے ہیں
جو، صنم تجھ سے دل لگاتے ہیں
سو وہ ہم سے، خدا کے کھوئے ہیں

پیار کی باتوں سوا، ہم بھی تو رہ سکتے نہیں
دل میں آتا ہے کہ کچھ کہئے، پہ کہہ سکتے نہیں

مژگاں تری اِدھر ہے کدھر پھر کے رو کریں
اب کس کے دل میں دیکھئے ناحق فرو کریں
ہرچند وہ جمال ہے آنکھوں کے سامنے
لیکن کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

کبھی کبھی جو کرم کی نگاہ کرتے ہو
غرضکہ جان مری! دل میں راہ کرتے ہو
ہمارا تھوڑے دنوں میں یہ حال پہونچایا
بھلا رقیب سے کیوں کر نباہ کرتے ہو
یہ کون ڈھب ہے کہ "واقف" سے میں نہیں واقف
وہی نہ جس پہ کرم کی نگاہ کرتے ہو

غیر کی جا، تو اگر ہم سے بھی اے یار ملے
عکس سے اپنے بھی، پھر آنکھ نہ زنہار ملے
سب سے ملتے تو ہو ظاہر میں، یہ دھڑکا ہے مجھے
کہیں مجھ سا نہ کوئی اور گرفتار ملے

صد نالۂ جانکاہ گرہ در تہ لب ہے
کیا جانئے کیا آج مرے دل پہ تعب ہے
غرہ نہ ہو، قرب کرم یار پہ "واقف"
اس ابر کے دامن میں نہاں برق غضب ہے

ہجر جانکاہ کس طرح گزرے
یار بن آہ کس طرح گزرے
تو کہیں، میں کہیں، بھلا اوقات
اپنی دلخواہ کس طرح گزرے

صبح پر، وصل یار کی ٹھہری
آہ پھر انتظار کی ٹھہری
کیا طرح اُس گلی میں، کہہ تو صبا
میرے مُشت غبار کی ٹھہری
مت بگڑ اُس سے بس کر اے "واقف"
اب تو دار و مدار کی ٹھہری

وداع یار سے دل پر ملال ہے سو ہے
زباں سے گو نہ کہا جي کا حال ہے سو ہے

نہ پوچھ حسن سلوک آہ مجھ سے اُس بت کا
وهي ستم وهي ایذا کي چال ہے سو ہے

تم تو شب ' وعدہ پر اپنے گھر سے چل کر رہ گئے
صبح ہوتے ہوتے ہم جوں شمع جل کر رہ گئے

آن ملنے ملنے کا اُس کے یاد آتا ہے سماں
اک قدم رکھا تو دس جاگہ مچل کر رہ گئے

جب تک وہ مقابل بت مغرور نہ ہووے
بیتابي دل کوئي طرح دور نہ ہووے
سرگوشي سے جو سامنے کرتا ہے مرے ' بات
ڈرتا ہوں اُسی کا کہیں مذکور نہ ہووے

درد جو بے اختیار ' ہم سے ہم آغوش ہے
یاد ہے '' واقف '' تو آج کس کي فراموش ہے

نہ پوچھو فتنہ برپائی کو میرے سرو قامت کی
اٹھا مجلس سے وہ اور اہل مجلس پر قیامت کی

جگر میں آہ ہے آنکھوں میں نم ہے
خدا جانے یہ کس کا تازہ غم ہے

جو صنم خاطر نہ رکھے عاشق رنجور کی
ایسے ملنے سے بھلی صاحب سلامت دور کی

حاتم

ظہورالدین نام ' دھلی میں سکونت تھی - پہلے اپنا تخلص رمز کیا اس کے بعد حاتم ' ان کادیوان بہت ضخیم تھا جس میں تمام اصناف شاعری شامل تھی ' آخر میں اپنے تمام کلام کا انتخاب کرکے اس کا نام دیوان زادہ رکھا - ان کا کلام سوز و گداز کا آتش خانہ ہے ' غزل میں خاص رنگ ہے ' آمد کی روانی موجزن ہے بعض اشعار کا ایک ایک لفظ چٹکی بھی ہے اور نشتر بھی -

ان کے اشعار غزل ' اخلاقیات ' پند و نصائح ' خمریات کے رندی سے مملو ھیں لیکن سب کا ایک رنگ ہے - " سودا " ان کے شاگردوں میں شاعری کے رکن اعظم گزرے ھیں - سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۰۷ھ میں وفات پائی -

روز خزاں، چمن میں جو دیکھا ہزار کے
اک مشت پر، پڑے تھے تلے شاخسار کے

آوارہ ہوکے دل سے شکیب و قرار و صبر
یارب کہاں بسیں گے یہ اُجڑے دیار کے

یارانِ ہمنشین و رفیقانِ دوستدار
سب آشنا ہیں زندگیِ مستعار کے

جب مُند گئی یہ آنکھ، تو اے دوست بعد مرگ
پھٹکے ہے پاس کون کسی کے مزار کے

صبا گلشن میں جاوے گی تو یہ کہہ دیجیو گل سے
تجھے اے بے وفا کیا فائدہ ہے خونِ بلبل سے
شکیب و طاقت و صبر و توان و دین و دل اپنے
سبھی آوارہ ہو کر اُٹھ گئے تیرے تغافل سے

کہوں کیا اُس کے وعدے کی حقیقت پوچھتے کیا ہو
وہی شام و سحر ہے اور وہی امروز فردا ہے

توقع زندگی کی دوستاں رکھیے گا کم، ہم سے
کہ جوں نقش قدم چھٹتا نہیں کوئے صنم ہم سے
ہے جس کی خرمی سے زندگانی اپنی وابستہ
خفا رہتا ہے وہ ساعت بساعت دمبدم ہم سے

اس تیغ نگہ سے ہو مقابل
ایسا کوئي نے جگر نہ دیکھا

رات ہم خواب میں اُس زلف کو پیچاں دیکھا
صبحدم حال دل اپنے کا پریشاں دیکھا
شہور اُس حسن کا یک چند تو ہم سنتے تھے
چشم‌بددور اب آنکھوں سے دوچنداں دیکھا
میرے اشکوں نے دیا آج دو عالم کو بہا
نہ کبھو ہم نے سنا تھا نہ یہ طوفاں دیکھا
کعبہ و دیر میں ''حاتم'' بخدا غیر خدا
کوئي کافر نہ کوئي ہم نے مسلماں دیکھا

تو زاهدوں کي طرح بیٹھ گھر میں مت "حاتم"
نکل کے قید سے تک دید کر خدائي کا

ہمارے حوصلے سے دور ہے محبوب کا شکوہ
جو کچھ گذري سو گذري کیا بیان کیجئے مصیبت کا
کہاں ہیں معصیت نامے تمہارے اے گنہگارو
کہ پھر شست و شو ہے منتظر باران رحمت کا

قفس میں پھینک ہم کو پھر وہیں صیاد جاتا ہے
خدا حافظ ہے گلشن میں ہمارے ہم صفیروں کا

شام کو کرتا ہے عزم قتل اور بخشے ہے صبح
کاشکے ایسے دورنگے سے نہ ہوتا آشنا
گرم ہو ملنا ہے سب اہل جہاں کا بے ثبات
آشنا چاہے تو ہو "حاتم" خدا کا آشنا

ہر گل اُس باغ کا نظروں میں دہاں ہے گویا
صورت غنچہ جو دیکھو تو زباں ہے گویا
"حاتم" اب اس کے سبھی منہ کی طرف دیکھیں ہیں
شیشہ مجلس میں یہاں پیر مغاں ہے گویا

صفا کر دل کے آئینہ کو "حاتم"
کیا چاہے اگر اُس کا نظارا

شانہ نہ کیجو زلف کو زنہار دیکھنا
بہتوں کے دل ہیں اس میں گرفتار دیکھنا
دیکھا تھا دور سے میں اُسے چھپ کے ' ایک روز
نظروں میں پا گیا وہ ستمگار دیکھنا

نہ بلبل میں نہ پروانے میں دیکھا
جو سودا اپنے دیوانے میں دیکھا
کسی ہندو مسلماں نے خدا کو
نہ کعبے میں نہ بت خانے میں دیکھا

ہمارا جان گیا ہم نے آہ بھي نہ کیا
یہ کیا غضب ہے کہ تم نے نگاہ بھي نہ کیا
میں اپنے دل کو بڑا کارداں سمجھتا تھا
پر ایک کام مرا سر براہ بھي نہ کیا

امتداد اس مرے آزار کا ' مت پوچھ طبیب
روز میثاق تلک زار ہوں ' کن کا ؟ اُن کا
ہے بجا فخر کروں اپنے اگر طالع پر
کفش برداروں کا سردار ہوں ' کن کا ؟ اُن کا

ہماري سیر کو گلشن سے کوئے یار بہتر تھا
فہر بلبلاں سے نالۂ ہائے زار بہتر تھا
کبھو بیمار سنکر وہ عیادت کو تو آتا تھا
ہمیں اپنے بھلے ہونے سے وہ آزار بہتر تھا

ہمارا دل اگر شیدا نہ ہوتا
تو ایسا عشق کا چرچا نہ ہوتا
برا ہوتا جو ہوتا عشق معدوم
بھلا ہوتا جو میں پیدا نہ ہوتا
نہ چاہا چاہ " حاتم " ! آفریں ہے
خدا جانے کہ ہوتا یا نہ ہوتا

ریختے میں ہند کی طوطی کا "حاتم" ہے غلام
فارسی میں خوشہ چیں ہے بلبل تبریز کا

خمارآلودہ ہوں ساقی تنک ظرفی نہ کر ظالم
میں تیرے ہاتھ سے مشتاق ہوں جام لبالب کا

اے باد مت اُڑا تو گریباں کی دھجیاں
لے ہے جنوں' حساب یہاں تار تار کا

نہیں معلوم میرے کام کا انجام کیا ہوگا
یہی ہے فکر ہر دن صبح کیا اور شام کیا ہوگا
خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جی دھڑکتا ہے
خدا جانے کہ اُس بے مہر کا پیغام کیا ہوگا

"حاتم" دیا ہے شیخ نے اب دل صنم کے ہاتھ
دیوانہ میں تو تھا یہ سیانے نے کیا کیا

دیکھو شعور اس دل خانہ خراب کا
عاشق ہوا ہے کس بت مست شراب کا
"حاتم" تعینات کا گر وہم دور ہو
اٹھ جائے درمیان سے پردہ حجاب کا

چلا جاتا تھا " حاتم " آج کچھ واھي تباھي سا
جو دیکھا ھاتھ میں اس کے ترے شکوے کا دفتر تھا

مستوں میں جو شیخ آ پھنسا تھا
میخانے میں طرفہ ماجرا تھا
مدت سے خبر نہیں کچھ اس کي
اک دل بھی ھمارا آشنا تھا

درد ھجراں کو ترے وصل نے درماں بخشا
للہ الحمد کہ محتاج طبیباں نہ ھوا

یک عمر بعد گھر مرے آیا وہ ناز سے
یعنی گذار اس کا قضاکار ھو گیا
آنے کي ماندگي سے اُسے نیند آگئی
گھر اپنا جان خواب میں دلدار ھو گیا
میں تب ادب سے اُس کے لگا پانوں دابنے
سوئے مرے نصیب وہ بیدار ھو گیا
" حاتم " عجب ھے رسم یہ اقلیم عشق میں
پاؤں کو ھاتھ لگتے گنھگار ھو گیا

ایک نے پائي نہ اب تک نبض کي رفتار حیف
درد میرا تختۂ مشق طبیباں ھو گیا

میرے بغل میں رات وہ مست شراب تھا
حسرت کی آگ میں دل دشمن کباب تھا
وقت سحر چمن میں وہ گل بے نقاب تھا
ہر ذرہ اس کي تاب سے جوں آفتاب تھا
ہر حال اپنے حال کے تئیں بوجھ مغتنم
آیندہ ہے خیال جو گذرا سو خواب تھا
نامے کو میرے دیکھ کے خاموش ہو رہا
قاصد کے تئیں جواب نہ دینا جواب تھا
فاني ہوا جو بحر میں، خود بحر ہوگیا
وہم حباب، پردۂ چشم حباب تھا
مجلس میں رات گریۂ مستاں تھا تجھ بغیر
ساغر بھرا شراب کا چشم پر آب تھا

نامہ بر دل کي تسلي کے لئے بھیجوں ہوں
ورنہ احوال مرا قابل مکتوب نہ تھا
طاقت اب طاق ہوئی صبر و شکیبائي کي
کب تلک صبر کرے دل مرا ایوب نہ تھا

کچھہ حسن کي ہوتی نہ یہاں قدر نہ قیمت
جو عشق کبھو اس کا خریدار نہ ہوتا

میں اپنے دست پر، شب خواب میں دیکھا کہ اخگر تھا
سحر کو کھل گئی جب آنکھہ، میرا ہاتھہ دل پر تھا

کہاں جاتا ہے ہمیں چھوڑ کے اے رونق بزم؟
تیرے اُٹھ جانے سے ہو جائےگا کاشانہ خراب
دل صد چاک مرا راہ یہاں کب اپنا ہے
کوچۂ زلف میں پھرتا ہے ترے ' شانہ خراب

—

ساقی کے تئیں بلاؤ ' اُٹھاؤ طبیب کو
مستوں کے ہے مرض کی جہاں میں دوا ' شراب

—

طالبِ باراں نہیں "حاتم" ہماری کشتِ عشق
اپنی چشموں سے وہاں ہم مینھ برساتے ہیں آپ

—

شہر میں پھرتا ہے وہ میخوار مست
کیوں نہ ہو ہر کوچہ و بازار مست
میکشو "حاتم" کو متوالا کہو
ایسا ہم دیکھا نہیں ہشیار مست

—

عشق میں پاس جاں نہیں ہے درست
اس سخن میں گماں نہیں ہے درست

—

دے کے دل اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ
ہم نے سودا کیا ہے دست بدست

مسجد میں آج وعظ کا ھنگامہ گرم تھا
میرے قدم سے بزم حریفانہ ھو گیا
" حاتم " کا دل تھا شیشے کے مانند بزم میں
ساقی کے فیض دست سے پیمانہ ھو گیا

وصف کہنے میں ترے حسن کے شرمندہ ھوں
اس کے قابل نہ زباں ھے نہ دھاں ھے اپنا

مرے رونے سے ناصح تو جو ناخوش ھے تو کیا باعث
دل اپنا ' دامن اپنا ' دیدۂ اشک رواں اپنا

کیا تھا دن کا وعدہ رات کو آیا تو کیا شکوہ
اسے بھولا نہیں کہتے جو بھولا گھر کو شام آیا
جواں مارا گیا " حاتم " بقول میرزا مظھر
برا تھا یا بھلا تھا الغرض جیسا تھا کام آیا

کہو تو کس طرح آوے وھاں نیند
جہاں خورشید رو ھو آکے ھمخواب
ھمیں بہتر ھے سونا جاگنے سے
بھلاتا ھے ھمارا درد و غم خواب

باغباں ے مقابل نہ ہو گل‌چیلی میں
جائے گل' لخت جگر ہیں مرے داماں کے بیچ

نیار نکلا ہے آفتاب کی طرح
کون سی اب رہی ہے خواب کی طرح

ہر قدم عمر چلی جائے ہے ایسی "حاتم"
جیسے جاتی ہے اُڑی ریگ بیاباں برباد

اسی کو خلق کہے ہے جہاں میں طالع مند
کرے جو دست گدا کی طرف کو دست بلند
ہوا جو رزق مقدر سو ہو نہ بیش' نہ کم
تلاش و فکر و تردد کیا کرو ہر چند

عمر گذری' کہ ہے کھلی "حاتم"
چشم دل انتظار کی خاطر

عطر کو مل کے نہ آؤ ہم پاس ذبح کرتی ہے یہ بو بندہ نواز
واجب‌القتل تمہارا میں ہوں اور کا ناؤں نہ لو بندہ نواز
دل سے "حاتم" بخدا بندہ ہے دور خدمت سے ہے کو' بندہ نواز

آج اُس بن ہوں بے قرار عبث　　ہاتھ سے جوں ہوں اختیار عبث

تعویذ کرکے تجھ کو، گلے سے لگا رکھوں
دل چاہتا ہے اس کا بتا دلربا علاج

کوئی بتلاتا نہیں عالم میں اس کے گھر کی راہ
مارتا پھرتا ہوں اپنے سر کو دیواروں سے آج

ایک دن ہاتھ لگایا تھا ترے دامن کو
اب تلک سر ہے خجالت سے گریبان کے بیچ

نقد دل کھویا ہے ہم نے جان کر اس راہ میں
فی‌الحقیقت عاشقوں کو سود ہے نقصاں کے بیچ

غنچے کہیں ہیں، سر کو جھکا کر چمن کے بیچ
یعنی نہیں ہے جائے سخن اس دہن کے بیچ
اس دُھن پہ ہم کیا ہے گریباں کو تار تار
شاید لگے کوئی بھی ترے پیرہن کے بیچ

دل تو کچھ کی ہوا نے تری ایسا پھولا
کہ سماتا ہی نہیں ارض و سماوات کے بیچ

عاشقي کے فن میں هیں اُستاد هم
لے گئے فرهاد و مجنوں هم سے فیض

پایا نہ همنے آکے کہیں زندگي کا حظ
گویا کہ اِس جہاں میں نہیں زندگی کا حظ

عالم هے کامیاب ترے باب فیض سے
ایسا کیا هے حق نے تیرا آستاں وسیع

جب وہ دیکھے هے میری جاں کي طرف
دیکھتا هوں میں آسماں کي طرف
بلبلو ! چہچہے مبارک هوں
وہ گل آتا هے گلستاں کی طرف

دشت وحشت میں مرا دست جنوں اور خار عشق
یہ هے داماں کا حریف اور وہ گریباں کا حریف
دیکھتے هي رنگ تیرا اُڑ گیا هے گل کا رنگ
کیوں هوا تو اس قدر عالم گلستاں کا حریف

حرم کو چھوڑ کے اس دم طواف دل کا کروں
جس آن آ کے مرے دل میں جا کرے معشوق

بندے کو شاد کرو ' بندہ نواز ورنہ آزاد کرو ' بندہ نواز

مسجد میں سر پٹکتا ہے تو جس کے واسطے
سو تو یہاں ہے دیکھ ادھر آ خدا شناس
پکڑا نہ جائے ان کے گناہوں میں تو کہیں
سائے سے میکشوں کے پرے جا خدا شناس
" حاتم " پھروں ہوں ڈھونڈھتا عالم میں کوبکو
آوے کہیں کوئی بھی نظر ناخدا شناس

کیا ہے جیب سے نکل کر تو میرے ہاتھوں سے
ملوں ہوں تب سے میں حسرت زدہ ' کف افسوس

پھڑکوں تو سر پھٹے ہے ' نہ پھڑکوں تو جی گھٹے
تنگ اس قدر دیا مجھے صیاد نے قفس
" حاتم " جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ
اللہ بس ہے اور یہ باقی ہے ہوس

عمر میں باقی نہیں اور ہجر کو پایاں نہیں
" حاتم " اتنی زیست پر عاشق ہوا ہوتا نہ کاش

" حاتم " اس بے وفا کا نام نہ لے ایسے نا آشنا سے کیا اخلاص

آئے تھے هم اِس باغ میں مانند غنچہ ' سر بہ جیب
اور چلے جاتے هیں اب جوں گل گریباں خاک هم

رحم تیرا ظلم هے ' حق میں همارے اے اجل
دیر کیا کرتی هے کیا جی کر کرینگے خاک هم

جب آپ سے هی ' گذر گئے هم — پھر کس سے کہیں کدھر گئے هم ؟
کیا کعبہ و دیر و کیا خرابات — تو هي تھا غرض جدھر گئے هم
آئے تھے مثال شعلہ سر گرم — جاتے هوئے جوں شرر ' گئے هم
کچھ اپنے تئیں کیا نہ معلوم — کیا آپ سے بے خبر گئے هم
اس درجہ هوئے خراب الفت — جسی ابھی اُتے گئے
فیض اس لب عیسوي کا "حاتم" — بالعکس هوا کہ مر گئے هم

کس جگہہ لے جائیں تیری ظلم کي فریاد هم
تجھہ سے هي تیرے ستم کی چاهتے هیں داد هم
بحر و بر میں هے ' هماري شهرت دیوانگي
عاشقي کے کام میں مجنوں کے هیں استاد هم
سوکھہ کر کانٹا هوئے پنجرے میں ' تب چھوڑے هے تو
کہہ ! کہاں لے جائیں اب یہ مشت پر صیاد هم
دیکھہ لے سارے گنهگاروں میں جي پیلے کو آج
سر سے حاضر هیں تري خدمت میں اے جلاد هم

لبریز جب سے عشق کے ساغر ' پئے هیں هم
کرتے نہ تھے جو کام ' وهي سب کئے هیں هم

اسے زنجیر کی حاجت نہیں ہے ہے پابند جنوں دیوانۂ عشق

پھر قیامت ہوئےگی روز جزا ظالم
اُٹھیں گے داد تجھ سے مانگنے ' جب صف بہ صف عاشق

جانے نہ دونگا ہاتھ سے اُس کو کسی طرح
مقدور میرا ہوئے گا "حاتم" جہاں تلک

کر چکے شرط بندگی ' ہم سے ہوئی جہاں تلک
دل تو کباب ہو گیا حق نمک کہاں تلک

سالہا گذرے پر اب تک سر پٹکتے ہیں پڑے
تیرے ماروں کو نہیں آرام یکدم زیر خاک

کیونکر ہو میکشوں کے تئیں اِس ہوا میں صبر
کیا ابر ہے ' نظر تو کرو آسماں کا رنگ
"حاتم" کسو میں گرمئی صحبت نہیں رہی
دل دیکھ دیکھ منھ پھوا ہے جہاں کا رنگ

اے حسن کے گلزار و بہارِ چمنِ دل
گلشن ترے آنے سے ہوا انجمنِ دل

مدت ہوئی ، پلک سے پلک آشنا ہوئی
کیا اس سے اب زیادہ کرے انتظار چشم
ظالم خدا کے واسطے " حاتم " کو منہ دکھا
مدت سے دیکھنے کی ہیں امیدوار چشم

قطعہ

ایک دن " حاتم " میں جاتا تھا بیاباں کی طرف
ناگہاں اک گور اوپر جا پڑا میرا قدم
خاک سے اُس شخص کی آواز آئی کان میں
یعنی وہ یہ بیت پڑھتا تھا ، بصد سوز و الم
" از فریب باغباں غافل مشو اے عندلیب
پیش ازیں من ہم دریں باغ ، آشیانے داشتم "

اس درجہ دلبروں سے گئی رسم دلبری
دل ہاتھ پر لئے ہوں ، کوئی دلستاں نہیں

میں کس امید پر "حاتم" بناؤں گھر کو یہاں
جہاں میں عمر کی بنیاد پائدار نہیں

ایک ہم ہیں کہ ترے ظلم و جفا سے خوش ہیں
ورنہ تجھ سے کوئی بیزار کہاں ہے ، کہ نہیں

فانوس تن کے بیچ ہیں روشن ' مثال شمع
جو داغ دل پہ عشق میں تیرے دئے ہیں ہم
شمشیر عشق کے جو تھے " حاتم " کے دل میں داغ
سوزن پلک کی تار نگہہ سے سئے ہیں ہم

اس ابر اس ہوا میں ' یوں آوتاہے دل پر
پی پی شراب ' ہوویں بے اختیار ہم تم
" حاتم " کا اس گھڑی سے دشمن ہوا ہے حاکم
جس روز سے ہوئے ہیں اے یار ! یار ہم تم

آرے ہے تو جو ایسی آسماں پر ' ہر سحر شبنم
تجھے خورشید کے دیکھے سے ' کیا لگتی ہیں پر ؟ شبنم !

خدا بغیر نہیں ' دل کو اب توقع غیر
کسو سے کام نہیں مجھ کو ' کام سے کیا کام
مثال گنگ ہوں خاموش ' مجھ سے مت بولو
جو بے زبان ہو اس کو کلام سے کیا کام

کسو کو قید کرے ہے کسو کو باندھے ہے
اسے ہے اپنے عمل بیچ بندوبست سے کام

بسکہ میں تشنۂ شہادت ہوں   دل کو اپنے شہید کرتا ہوں

میکدے میں صاحب جام و شراب و شیشہ ہوں
محتسب! دونوں جہاں کے غم سے بے اندیشہ ہوں

تجھے تو اپنی عبادت پر ہے نظر لیکن
میں اس کے فضل کے اوپر نگاہ کرتا ہوں •

افسوس کہ آپ مجھ کو اب تک   معلوم نہیں کیا کہ کیا ہوں

جنوں جب سے ہوا ہے آشنا اے ناصح مشفق
خرد کیساتھہ اک مدت ہوئی دست و گریباں ہوں

قیامت تک جدا ہووے نہ یارب   جنوں کے دست سے میرا گریباں

منھ سے تک دور کر نقاب کے تئیں
لے غلامی میں آفتاب کے تئیں

گلیوں میں غریب پرور ہے   میرے بد و صح بدزباں کی زباں

چلو شراب پئیں بیٹھ کر کنارے آج
که هووے رشک سے ماهی کباب ' دریا میں

جدا هوتا نهیں یک آن ' صدقے اُس کی الفت کے
نه دیکھا درد سا هم نے کوئی غم‌خوار دنیا میں

قطعه

ایک دن گذرا میں گورستان میں
دیکھکر مردوں کو آیا دھیان میں
یه وهي سب هیں که جن که واسطے
حق نے سب پیدا کیا اک آن میں
کس طرح یه جامهٔ زیبان جہاں
یوں پڑے هیں خاک کے دامان میں
کون اس میں نیک هے اور کون بد
کون خوش هے کون هے زندان میں
تھا اسي غم‌میں که ناگه پھر غیب
کہہ گیا آهسته میرے کان میں
رحمت حق سے نہیں کوئي ناامید
دیکھه لے '' لاتقنطو '' قرآن میں
سنتے هی دل‌کو تسلی هوگئی
پھر کے آئی جان میري جان ' میں

میں پیمایش کیا مجنوں صفت یکسر بیاباں کو
نہ پہنچا دامنِ صحرا مرے چاکِ گریباں کو

تم کہ بیٹھے ہوئے اک آفت ہو
اُٹھ کھڑے ہو تو، کیا قیامت ہو؟

"حاتم" اب کس کی مجھ کو پروا ہے
کوئی میرا خدا نہیں تو نہ ہو

کیا کہوں اُس کا گھر ہے کتنی دور
تھک گئے ہم تو راہ سے پوچھو
حسن سے کیوں ہے عشق کا دعوے
حق ہے شاہد گواہ سے پوچھو

فدوی ہے، جاں فشاں، ہے غلام قدیم ہے
"حاتم" کی بندگی کو فراموش مت کرو

اُس کے ہاتھوں سے نہ جیتا ہوں، نہ میں مرتا ہوں
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ

مے وحدت کا طلب گار ہوں سبحان اللہ
کس خرابات کا میخوار ہوں سبحان اللہ

توڑوں ہے، مجھے صیاد اگر دے رخصت
ایک پرواز کروں تاسر دیوار چمن
عندلیبو! تمھیں گلگشت مبارک ہو وے
ہم سے اب دشت نوردوں کو کہاں بار چمن

ہاتھ سے، دشت جنوں! میں ترے، عاجز آیا
خار پانوں سے نکالوں میں کہ خار دامن
کس طرح چاک کروں آہ، کہ ہے پاس ادب
ہے گریباں میں نشانی تری، تار دامن

چڑھایا آسماں پر ہم کو، آخر خاکساری نے
بگولے کی طرح گو خانماں برباد رکھتے ہیں

بجز صبح قیامت، رات اُس زلفوں کے عاشق پر
نہیں کوتاہ ہونے کی، درازی اِس کو کہتے ہیں
اُٹھاکر خاک سے "حاتم" چڑھایا آسماں اُوپر
مرے اللہ کی، بندہ نوازی اس کو کہتے ہیں

لطف اس کا، ستم سمجھتے ہیں
ایسی باتوں کو، ہم سمجھتے
جس کو ہستی کہہ ہیں اہل جہاں
ہم تو اس کو عدم سمجھتے ہیں

آپ ھی میں دیکھ "حاتم" وحدت کے بیچ کثرت
تو ایک ایک جا ھے اور دل کہاں کہاں ھے

بزم میں کس کے تئیں فرصت مےنوشی ھے
نگہِ مست تری، داروئے بےھوشی ھے

بےخود اس دور میں ھیں سب، "حاتم"
اِن دنوں کہا شراب سستی ھے ؟

جس کو تیرا خیال ھوتا ھے اس کو جینا محال ھوتا ھے

خاکساروں کا دل، خزینا ھے
اِس زمیں میں بھی کچھ دفینا ھے
اُس کے وعدے سبھی ھیں سچ "حاتم"
دن برس ھے، گھڑی، مہینا ھے

بخشی ھے مجھے بےپروبالی نے اسیری
آپہونچ شتابی، مرے صیاد کہاں ھے !
کس کو ھے توقع کہ ھو آزاد قفس سے
احوال اسیروں کا، اُسے یاد کہاں ھے
"حاتم" میں جسے دیکھوں ھوں بندا ھے خدا کا
کہنے کو ھے آزاد، پر آزاد کہاں ھے

آنکھوں کو چھوڑ تیری نظر کس طرف کروں
رہتی ہے میکشوں کی سدا جام پر نگاہ

تیرا دہن ہے گویا انگشتری کا حلقہ
اور ہونٹھ رنگ پاں سے' ہے لعل کا نگینہ

تو سیر کرے ہے جس چمن کی
ہر گل میں صبا ! اُسی کی بو ہے

کاملوں کا یہ سخن مدت سے مجھ کو یاد ہے
یعنی بے معشوق جینا زندگی برباد ہے

تنہا نہیں چلا ہوں میں "حاتم" بتاں کے شہر
ہمراہ اس سفر میں مرے' آہ و نالہ ہے

خواب میں تھے جب تلک' تھا دل میں دنیا کا خیال
کھل گئیں آنکھیں تو دیکھا ہم نے سب افسانہ ہے
معتکف ہو' شیخ اپنے دل میں مسجد سے نکل
صاحب دل کے بغل میں دل' عبادت خانہ ہے

مدت ہوئی کہ مر کر میں خاک ہو گیا ہوں
جینے کا بد گماں کو اب تک مرے گماں ہے

تک کھول زلف اپنی ' زنجیر ہے تو یہ ہے
دیوانہ پن کی میرے تدبیر ہے تو یہ ہے
میں راستی کہوں ہوں تم بخشو یا نہ بخشو
دل چاہتا ہے تمکو ' تقصیر ہے تو یہ ہے
کس کام کی ہمارے یہ کیمیائے ہستی
محتاج یک نظر ہوں ' اکسیر ہے تو یہ ہے

ہر قدم پر ہمیں ہے سیر بہشت اُس کا ہر نقش پا ' گلستاں ہے

نکلے سے جس کے " حاتم " شہروں میں عید آوے
سارے برس میں مجھ کو وہ ایک ماہ ' بس ہے

سر پٹکتے ہیں پڑے ' کنج قفس میں مجھ سے سو
ایک میری بے پروبالی سے کیا پروا مجھے

مزا لیلے کے جلنے کی طرح سے شمع واقف ہے
جلے تو ہے ' پر اِس لذت کے تئیں پروا نہ کیا جا۔

رو رو ہوا ہوں خشک یہاں تک ' کہ دیکھ لو
آنسو بھی اب نہیں کہ مری چشم ' تر کرے
دعویٰ کیا ہے شیخ نے " حاتم " سے عشق میں
دونوں میں دیکھئے یہ مہم ' کون سر کرے

ہماری عقل بےتدبیر پر، تدبیر ہنستی ہے
اگر تدبیر ہم کرتے ہیں تو تقدیر ہنستی ہے
اسیروں کا نہیں قل یہ، جو تم سلکے ہو زنداں میں
مرے دیوانہ پن کو دیکھ کر، زنجیر ہنستی ہے

مریض عشق ہوں، مطلب نہیں مسیحا سے
تو منھ دکھا کہ مرے درد کی دوا تو ہے

دل سے بوئے کباب آوے ہے کون مست شراب آوے ہے

— —

اے صبا کس طرف کو گذری تھی تجھ سے بوئے نگار آوے ہے
ٹک ادھر بھی گذر کہ اس بو، سے میرے دل کو قرار آوے ہے
اِس قدر بس، کہ روز ملنے سے خاطروں میں غبار آوے ہے

عشق کے شہر کی کچھ آب و ہوا اور ہی ہے
اُس کے صحرا میں جو دیکھا تو فضا اور ہی ہے

تو، ہم سے جس طرح مل جانتا ہے
زباں سے کیا کہیں؟ دل جانتا ہے
مرے کیونکر نہ تیرے غم میں، عاشق
یہی جینے کا حاصل جانتا ہے

جانتے تھے ' اپنے ھمیں ھوش و حواس
یک نگہہ میں سب تمہارے ھو گئے
جب ھوئے "حاتم" ھم اُس سے آشنا
دوست بھی دشمن ھمارے ھو گئے

تمہارے عشق میں ھم ننگ و نام بھول گئے
جہاں کے کام تھے جتنے ' تمام بھول گئے

معلوم ھے کسو کو کہ وہ آج شعلہ خو
مجھ کو لگا کے آگ لگانے کدھر گئے

کیا مدرسہ میں دھر کے ' الٹی ھوا بھی
واعظ نہی کو امر کہے ' امر کو نہی [۱]

امامی

خواجہ امامی نام ' شاہجہاں‌آباد کے رھنے والے تھے - مرثیہ خوانی اپنا پیشہ بنا لیا تھا -

کلام میں ذھانت اور شوخی ھے ' سلاست اور زبان کا لطف نہیں ' مضمون آفرینی بھی کم ھے - سنہ ۱۱۸۷ھ میں مرشدآباد جاتے ھوئے انتقال کیا -

اُس کے کوچہ سے ' غبار اُٹھا کون سا ' واں سے خاکسار اُٹھا
عندلیبو! بساؤ اب صحرا باغ سے موسم بہار اُٹھا

---

[۱] انتخاب حسرت - خمخانۂ جاوید - تذکرۂ مصحفی -

جو اپنے کام کو سونپے خدا کو تو "حاتم"
تو سب سے خوب ترا کام، کارساز کرے

دل مرا لے کے پھر مکرتے ہو تم تو ایسے نہیں، خدا نہ کرے

گردن اپر مرے سر پرشور، بوجھ ہے
ابرو کو تک دکھا کے، سبک بار کیجئے

ابھی مسند نشین طارم افلاک ہو جاوے
جو سب کچھ چھوڑ دل، تیرے قدم کی خاک ہو جاوے
چمن میں خون سے بلبل کے گل آسودہ داماں ہے
اگر شبنم اسے دھووے تو شاید پاک ہو جاوے

جہاں کے باغ میں کرتا ہے سیر اس واسطے ''حاتم''
کبھو شاید محبت کی، کسو بھی گل سے بو آوے

دل کی دعاؤں سے ہے مری اُس کو سب خبر
درکار نامہ بر نہیں پیغام کے لئے

کبھو دیکھی نہ اُس سے "حاتم" نے
دلبری، دل دہی و دل جوئی

واے واماندگی اپنی ' یہ آنکھیں آگے
کارواں رو میں ہے ' ہم پیچھے رہے جاتے ہیں

——

اثر ہو سنگ میں کیا ' کیونکہ اس کو رام کریں
بتوں کے دل ہو ' تو یا رب یہ آہیں کام کریں

——

دیکھ تو ' کیا ہے وہ بت ' سنگ دلی پر نازاں
تجھ میں اے نالۂ جانکاہ ! اثر ہے کہ نہیں

——

یارو گر دار پہ منصور نہیں دیکھا ہے
نوک مژگاں پہ مرے لخت جگر کو دیکھو

——

صف مژگانِ آہوچشم کا ہوں کشتہ ' اے یاراں
سرِ تربت پہ چن دیجو مری ' خار بیاباں کو
زباں پر راز عاشق کا نہ لانا سر کٹا دینا
سر شتہ کس سے ہاتھ آیا ہے یہ شمع شبستاں کو

——

میں نے پہلو سے گم کیا تجھ کو
آہ دل ! کن نے لے لیا تجھ کو
اشک ! آوارگی سے تو نہ تھما
میں نے آنکھوں میں گھر دیا تجھ کو

ھچکیاں سے گلا بھاں روٹھن   بزم سے چپ وہ مے گسار اُٹھا
عزم رخصت ھوا جب ھی اس کا   میرے دل سے وھیں قرار اُٹھا

وائے اپنی اس بصارت پر ' کہ ھر ذرے میں آہ
جلوہگر ھے آفتاب ' اور تاب بینائی نہیں

کون سا دن ھے کہ مجھ کو یاد تو آتا نہیں
کون سا دم ھے ' کہ آنکھوں بیچ پھر جاتا نہیں
عشق میں کس کے " امانی " مبتلا ھے ' جس بغیر
تجھ کو نظارہ گُلوں کا ان دنوں بھاتا نہیں

چمن سب لہلہاتے ھیں پڑے ' بادل برستے ھیں
شتاب آ ساقیا ! ھم بادہ نوشی کو ترستے ھیں
زمانہ جائے عبرت ھے ' چمن کا حال چل دیکھو
تجمل جن گُلوں کا کل تھا سو وے آج جھڑتے ھیں
مساوی جانیو خوش طالعی و بدنصیبی کو
" امانی " ! منعم و مفلوک سب کے دن گذرتے ھیں

" امانی " تو ھوا تیغ تغافل ھی سے بسمل
بھلا بتلائیے کس پر کمر اب آپ کستے ھیں

ھم ترا نزع تلک ' جور سہے جاتے ھیں
یاد آوینگے بہت اتنا کہے جاتے ھیں

آنکھیں نہیں ملدتي ھیں ' عجب جی یہ تعب ھے
یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب ھے

دم لینے نہیں دیتے ھیں ' پیہم کے یہ نالے
کیا جانئے کیا دل کو مرے درد کدھب ھے
ھجراں کے شب و روز ت پوچھو گذرنا
دن کٹ گیا جوں توں کے ' تو پھر رات غضب ھے
مدت سے سروکار غم ھجر ستي ھے
کچھہ عیش سے تو کام نہ آگے تھا نہ اب ھے

فغاں

اشرف علي خاں نام ' احمد شاہ (بادشاہ) کے کوکا تھے ' شعر و شاعری کي مہارت کے ساتھہ لطیفہ گوئی اور بدلہ سنجی میں بھي طاق تھے اسي وجہ سے احمد شاہ نے اُن کو ظریف الملک کا خطاب دیا تھا - دھلی میں سکونت تھی ' درانیوں کے حملے سے پریشان ھو کر مرشدآباد اپنے چچا کے پاس چلے گئے ' وھاں سے فیض آباد آکر نواب شجاع الدولہ کے خاص مصاحب ھو گئے پیسے سے ھاتھہ جلنے کی وجہ سے نواب سے خفا ھو کر عظیم آباد راجہ شتاب راے کے دربار میں آ گئے ' باقي عمر عزت سے یہیں بسر کر دي -

اُن کی شاعري' گداز کا آئینہ' اور کہنہ مشقي کا ثبوت ھے ' زبان اتني صاف ھے کہ دور موجودہ میں بھي اکثر شعرا کے بس سے باھر ھے -

اللہ رے صنم ! یہ تری خود نمائیاں
اس حسن چند روزہ پہ اتنا غرور ہے

دم بدم اس کی خلش سے اب مجھے آزار ہے
دوستاں یہ دل نہیں ' پہلو میں میرے خار ہے

چاہ میں کس کی ' دل ڈبو بیٹھے
آہ ! ہم کیسے دل کو ارو بیٹھے
کیوں '' امانی '' گیا نہ آخر دل
کف افسوس اب ملو بیٹھے

ہم سا جو ناتواں عقب کارواں رہے
جوں نقش پا وہیں کے ہوئے پھر جہاں رہے

صدمے جو پڑے ہیں دل پہ غم کے
آنسو نہیں تھمتے چشم نم کے
خوش خواب میں ہیں مگر ' جو اب تک
جاگے نہیں خفتگاں عدم کے
ہے صبح کو عزم رفتن یار
تک نکلو آفتاب تھم کے

دل بستگی قفس سے یہاں تک ہوئی مجھے
گویا کبھی چمن میں مرا آشیاں نہ تھا

ر کو فدائے خنجر بیداد کرچکا
پہونچا میں اپنی داد کو فریاد کرچکا

ابھی مٹا نہیں دعویٰ ستم رسیدوں کا
کفن ہوا نہیں میلا ترے شہیدوں کا

کہا تو شب فراق میں جیتا رہا " فغاں "
یاں تک گماں نہ تھا ترے صبر و قرار کا

بے سبب شمع کب جلے ہے " فغاں "
لطف سوز و گداز میں پایا

قصد کر صبا تو دل داغ دار کا
ظالم ! یہ ہے چراغ کسی کے مزار کا

ساقی نہ میں ، یاں آپ سے کچھ چشم تر آیا
دل ، دیکھتے ہی ابر کو بے ساختہ بھر آیا

چھوٹے چھوٹے الفاظ کے کوزے میں میٹھی کا دریا بھر دیتے
ہیں - لطف محاورہ میں بے ساختگی ' بندش کی چستی یعنی
ﻐزل کے تمام لوازم موجود ہیں اور بہتر صورت میں موجود ہیں -

علی قلي ندیم کے شاگرد تھے [۱] ' سنه ۱۱۸۶ ھ میں
ﻭفات پائي -

صنم بنا تو خدائی میں تجھ کو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

ﺯخم دل تو سیا نہیں جاتا بن سیئے بھی رہا نہیں جاتا
اے " فغاں " دیکھنا سمجھ لینا دے کے دل ' پھر لیا نہیں جاتا

ایسي نگاہ کي ' کہ مرا جی نکل گیا
دھکرا ملا ' عذاب سے چھوٹے خلل گیا

عالم کو جلاتي ہے تري گرمئي بازار
مرتے ہم ' اگر سایۂ دیوار نہ ہوتا

جب گلشن بہار کو رنگ خزاں نہ تھا
مشفق ہمارے حال پہ تو مہرباں نہ تھا

[۱] تذکرۂ مصحفي -

نکلا خط، ہمیں پیغام کیا ہو؟ اب اس آغاز کا، انجام کیا ہو
نہ اُلفت، نے محبت، نے مروت تري خاطر کوئي بدنام کیا ہو

مجھ مبتلا کي چشم، کہاں تک پرآب ہو
اے دل! خدا کرے ترا خانہ خراب ہو

اس کے وصال و هجر میں یوں هي گزر گئی
دیکھا تو هنس دیا جو نہ دیکھا تو رو دیا
کیا پوچھتے هو حال "فغاں" کا سنا نہیں
خانہ خراب عشق نے دنیا سے کھو دیا

هستي کے خواب نظر آتے جو عدم میں
هرگز کوئي اس خواب سے بیدار نہ هوتا

ممکن نہیں کہ غیر نہ هو وے رکاب میں
تجھ کو خدا نہ لاے همارے مزار پر

یہ امتحاں نہ کر، اے میرے مہربان عزیز!
جہاں میں کوئی بھي تجھ سے رکھے گا جان عزیز

پانوں چلتے هوئے دیکھے، تو بیاباں کي طرف
هاتھ اُٹھتے نظر آئے تو گریباں کي طرف

آوارہ پریشان و شکستہ دل و بیم نلم
سنتے تھے " فغاں " جس کو سو آج ہی نظر آیا

اس قدر طاقت نہیں ' جو بال و پر بھي وا کروں
کس گرفتاري میں آیا ہوں الہی کیا کروں ؟

نہ اے قاصد ' میں رو رو یار کي فریاد کرتا ہوں
ترے دیکھے سے ' میں اپنے لکھے کو یاد کرتا ہوں

میري طرف سے خاطر صیاد جمع ہے
کیا اُڑ سکے گا طائر بے بال و پر کہیں ؟

کاش ! آ جاوے قیامت اور کھے دیوانِ حشر
وہ " فغاں " جو ہے گریباں چاک فریادي کہاں

صیاد ! راہ باغ فراموش ہوگئی
کُنجِ قفس سے ' ہمت مجھے آزاد کیجیو

تقویت ہے داغ سے میرے دل بیمار کو
اے فلاطوں ! کہہ تو ' کیا کہتے ہیں اس آزار کو ؟
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جاتا ہے ' اے خانۂ خراب
سونپتا ہے کیا مرے سر سے دروِ دیوار کو

صلم کہنے سے کیا خوش ہے وہ کافر
جدائی کا تصور' بندھ رہا ہے
"فغاں" کو وصل میں آرام کیا ہو
جدائي کا تصور' بندھ رہا ہے

عبث! تو تڑپے ہے' کُنجِ قفس میں مرغ چمن
اسي تڑپ سے تو یہ بال و پر گئے اپنے

شبِ فراق' نہ تنہا مجھے رلاتی ہے
یہ صبحِ وصل بھی' آنسو سے منہ دھلاتي ہے

اگر میري زباں پر' بار دیگر انتظار آوے
ابھي رونے پہ ظالم دل' مرا بے اختیار آوے

دل' زلف میں اُلجھا مجھے آرام یہی ہے
میں صید بلاکش ہوں' مرا دام یہی ہے

تار کی طرح کہیں زلفِ بتاں سے ٹوٹے
یا الٰہی! دلِ بیمار بلا سے چھوٹے

کہتا ہے یہ ' بہشت میں مستوں کی جا نہیں
زاہد کا کیا خدا ہے ہمارا خدا نہیں ؟

خط دیجیو چھپا کے ' ملے وہ اگر کہیں
لینا نہ میرے نام کو ' اے نامہ بر کہیں

نے زندگی میں وصل میسر ' نہ بعدِ مرگ
عاجز ہوا ہوں اے دل ناشاد ' کیا کروں ؟

ملے ہے غیر سے ' ہرگز اسے حجاب نہیں
کہوں تو کہہ نہیں سکتا ' رہوں تو تاب نہیں
خراب دیکھ ' کہے گا مری خرابی کو
ہزار حیف ! کہ وہ خانماں خراب نہیں

عاجز ہوں ترے ہاتھ سے ' کیا کام کروں میں ؟
کر چاک گریباں تجھے بدنام کروں میں

مت کوئی روشن کرو ' مجنوں کی تربت پر چراغ
روح جل جائے گی ' دیوانے کی پروانے کے ساتھ

بک گیا اب تو یہ دل کافر خوں خوار کے ہاتھ
بندہ گئے رشتۂ الست سے ' گنہگار کے ہاتھ

پھر لپیٹو ! دامن میں "فغاں" لخت جگر کو
هم خانه بدوشوں کا ، سر انجام یہي ہے

تیرے هي دل سے پوچھئے ، اس غم کو هاں "فغاں"
الفت ، بري بلا ہے ، کسي کو خدا نہ دے

یہ دل ، ترے وصال کا مذکور کیا کرے ؟
مقدور جب نہووے ، تو مجبور کیا کرے ؟

ترے فراق میں ، کیوں کر یہ درد ناک جئے
مرے تو مر نہیں سکتے ، جئے تو خاک جئے

اثر کرتي نہیں ، اس بت کے دل میں آہ ، کیا کیجے
عجب حالت ہے میری ، اے مرے الله ، کیا کیجے

مجھ دل ناشاد کو ، هر وقت غم سے کام ہے
کیا خوشي یارو زمانے میں اسی کا نام ہے ؟

کٹ گئي ساري عمر ، غفلت میں
کچھ ، تري بندگی ادا نہ هوئی

ضعیف ہے دل بیمار، اس قرینے سے
اشک کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے

مشتاق تیرے، گرمی بازار کر گئے
اس جنس کو گراں، یہ خریدار، کر گئے

اٹھ چکا دل مرا، زمانے سے   اُڑ گیا مرغ، آشیانے سے
ہم نے پایا، تو یہ ستم پایا   اس خدائی کے کارخانے سے

غیر از دوئی کے، مانع دیدار کون ہے
وہ یار ہوگیا تو پھر اغیار کون ہے؟
بیم غضب، رکھے ہے ہمیں مغفرت سے دور
گر وہ کریم ہے تو گنہگار کون ہے

مجھ سے جو پوچھئے، تو بہر حال شکر ہے
یوں بھی گزر گئی، مری ووں بھی گزر گئی

صنم نامہرباں ہے اس قدر، اے میرے رب! کیا ہے؟
مری تقصیر کچھ ثابت نہیں، وجہ غضب کیا ہے؟

سیالکوتي شیخ المحدثین سے حدیث کي تکمیل کي - تیس برس تک مشائخ نقشبندیہ سے فیوض حاصل کئے -

مرزا صاحب نہایت خوش تقدیر ' اور صاحب فضل و کمال تھے ' مستغني ایسے تھے کہ کسی امیر کے سامنے نہ کبھي حاجت لے گئے اور نہ کسي کو خاطر میں لائے -

چونکہ فارسی تغزل میں خاص پایہ رکھتے تھے ' اور دل میں تصوف نے گداز پیدا کردیا تھا ' عشق حقیقي کی کھٹک دل میں تھی اس لئے اُردو کي غزلیں شراب‌کیف کے پیمانے ھیں ' معانی کا جوش ' الفاظ کي بندش سے باھر ھوا جاتا ھے -

مرزا صاحب نے اُردو تغزل کے آب حیات میں سب سے پہلے تصوف کی شیرینی ملائی ھے - ان کي زبان بھی سلیس ھے ' بندھ کي چستی ' لطف دوبالا کرتي ھے -

انعام‌اللہ خاں یقین ' - میر محمد باقر حزیں - خواجہ احسن اللہ بیان - بساون لعل بیدار - ھیبت قلی خاں حسرت - محمد فقیہ درد مند - مشہور تلامذہ تھے - مرتب گل رعنا نے ان کے شاگردوں میں " یکرنگ " کا نام بھي لیا ھے -

ان کے علاوہ بھي ' بعض شاگردوں کا نام لیا جاتا ھے - بقول بعض تذکرہ نویس ' ان کي تصانیف کے سلسلے میں " خریطۂ جواھر " شعراے فارسي کے کلام کا انتخاب ' فارسی کا منتخب دیوان ھے -

شاہ شاھد علي صاحب سبز پوش ' تخلص فانی رئیس گورکھپور کا بیان ھے کہ مرزا صاحب کا مکمل دیوان اردو قلمي ' کتب‌خانہ

عکس میرا ، شب ہجراں میں تماشائی ہے
ایک میں آپ ہوں اور گوشۂ تنہائی ہے

میں تو وہ ہوں ، کہ مرے لاکھ خریدار ہیں اب
لیکن اس دل سے میں ڈرتا ہوں کہ سودائی ہے

نالاں نہ ہو تو ، یار کے شکوے سے باز آ
سن پائے گا "فغاں" کوئی فریاد رس ابھی

قاصد ، جو نا امید پھرا کوئے یار سے
خفت مجھے ہوئی ، دل امیدوار سے

دل میں اس شوخ کے ہو پاس وفا ، سو معلوم
کہنے سننے کے لئے ، بات بنا رکھا ہے

مظہر

شمس‌الدین نام ، جانجاں لقب تھا - ان کے والد مرزا جان عالمگیر کے منصب‌دار تھے ، نسب ، ماں کی طرف سے محمد بن حنفیہ تک پہونچتا ہے ، باپ کی طرف سے تیموری خاندان سے تعلق تھا -

جب یہ پیدا ہوئے تو عالمگیر نے "جانجاں" کا خطاب دیا اور کہا کہ "پسر جان پدر می باشد" ۱۸ برس کے ہوئے تو ان کے والد نے انتقال کیا ، تقدیر یاور تھی شیخ محمد افضل

جواں مارا گیا خوباں کے اوپر، میرزا "مظہر"
بھلا تھا یا برا تھا زور کچھ تھا خوب کام آیا

زخمی تری نگہ کا، اک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کی بغل میں، تک دم لیا تو پھر کیا

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط، صبا کے ہات
اس واسطے لگا ہوں چمن کی ہوا کے سات
"مظہر" چھپا کے رکھ، دل نازک کے تئیں مرے
یہ شیشہ بھیجنا، ہے کسی میرزا کے ہات

سب یہ کہتے ہیں مر گیا "مظہر"
فی الحقیقت میں، گھر گیا "مظہر"

هم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے بس چلتا نہیں، کیا مفت جاتی ہے بہار
ہم گرفتاروں کو، اب کیا کام ہے گلشن میں، لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں، آتی ہے بہار

اتنی فرصت دے، کہ رخصت ہو لیں، اے صیاد! ہم
مدتوں اس باغ کے سایہ میں تھے آزاد ہم

خانقاہ جونپور میں موجود ہے ' اس کے علاوہ اور کوئی نشان نہیں ملتا -

۱۱ رمضان سنہ ۱۱۱۱ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰ محرم سنہ ۱۱۹۵ ھ میں شہید ہوئے -

---

چلے اب گل کے ہاتھوں سے لٹا کر کارواں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا

یہ حسرت رہ گئی ' کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا ' گل اپنا ' باغباں اپنا

الم سے یاں تلک روئیں ' کہ آخر ہو گئیں رسوا
ڈبویا ہائے آنکھوں نے مژہ کا خانماں اپنا

جو تونے کی ' سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے
غلط تھا ' جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا

مرا جلتا ہے جی ' اس بلبل بیکس کی غربت پر
کہ جس نے آسرے پر گل کے ' چھوڑا آشیاں اپنا

کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے ہے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا " مظہر " اپنا " جانجاں " اپنا

گر چہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا
لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

لوگ کہتے ہیں موا "مظہر" بیکس افسوس
کیا ہوا اس کو ' کہ اتنا بھی وہ بیمار نہ تھا

تھلی ، گر توی ، پست و بلند اُن کو نہ دکھلاتی
فلک یوں چرخ کیوں کھاتا زمیں کیوں فرش ہو جاتی
حنا ، تیرے کف پا کو ، نہ اس شوخی سے سہلاتی
یہ آنکھوں ، کیوں لہو روتیں اُنھوں کی نیند ، کیوں جاتی ؟
الٰہی ! درد و غم کی سر زمیں کا ، حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینھ نہ برساتی

یہ دل ، کب عشق کے قابل رہا ہے ؟
کہاں ! اس کو دماغ اور دل رہا ہے
نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو ، وہ دماغ و دل رہا ہے
خدا کے واسطے اس کو نہ ٹو کو
یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے

خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل　　یہیں تک تھی ، ہماری زندگانی

اگر ملے تو رخصت ہے ، نہ ملے تو قیامت ہے
غرض ، نازک مزاجوں کی محبت سخت ، آفت ہے

حسرت

میر محمد حیات نام ، عظیم‌آباد وطن تھا ، ہدایت قلی خاں
کے لقب سے مشہور تھے —

گو، گل کو گل کہوں، تو ترے رو کو کیا کہوں؟
بولوں نگہہ کو تیغ، تو ابرو کو کیا کہوں؟

توفیق دے، کہ شور سے اک دم، وہ چپ رہے
آخر، یہ میرا دل ہے، الہی! جرس نہیں

مت اختلاط کر، اے نو بہار تو ہم سے
چمن میں ہونے کا اس خاک کو دماغ نہیں
یہ بلبلوں کا، صبا! مشہدمقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو ترا، یہ باغ نہیں

آج مت رنگ حنا سے کف پا، لال کرو
اے بتاں اس دل پر خون کو، پامال کرو

کسی کے خون کا پیاسا، کسی کی جان کا دشمن
نہایت منہہ لگایا ہے صنم نے بیرۂ پاں کو

آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو
مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

الہی! مت کسو کے پیش، رنجِ انتظار آوے
ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

رات اُس خانہ برانداز نے ' بزم اپنی سے
اور سب بیٹھے رہے مجھ کو اُٹھایا تنہا

سہر رکھتا ہے ہمارا شیوۂ دیوانگی
عشق نے ' داغ جلوں سے ہم کو گلدستہ کیا
عالم بالا سے ' حسرت ! پہنچے ہے فیض سخن
فکر قد نے اُس کی ' اپنا شعر برجستہ کیا

ترے سلوکوں سے ' دل اب تو سیر ہے جاں سے
فریب لطف کا ' ہرگز نہیں میں کھانے کا

نظروں میں اُس کی ہیں ' کس کے لب خنداں " حسرت "
کیا بلا جوش میں ' یہ دیدۂ گریاں ہے آج

دلدار کا وصال ' میسر ہو یا نہ ہو
مشتاق کو ہے شام و سحر ' انتظار فرض

خواری نے مجھے عشق کی ' جینے سے کیا سیر
جی جائے کہیں ! تاکہ مٹے یہ خلش دل

میں تیرے قول کا قائل ہوں ' ناصح مشفق !
ولے قرار دل بے قرار ' ہے مشکل

نواب سراج الدولہ ، ناظم بنگالہ کی سرکار میں داروغہ تھے ، لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی میں شہرت رکھتے تھے ، اُردو شاعری کو ترقی دیئے ، اور سلیس بنانے میں اُن کا نام بھی مشہور ہے بعض جگہہ اُن کے کلام میں تعقید ہے - مرزا مظہر جانِ جاں کے شاگرد تھے [۱] -

کیا پہلے عزیز اتنا ، گرایا آنکھ سے آخر
قیامت دور لیجا کر ، مجھے اے سرو قد پٹکا

عشق پوشیدہ ، نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
چاک دل ، چاک گریباں نہ ہوا تھا ہوا

طلب نہیں مجھے ، حسرت ، بتوں سے دل کا کام
کہ عہد ہے مجھے ، دیدار کی گدائی کا
ہزار حیف نہ سمجھا تو ، رسم دلداری
رہا ہمیشہ ، تجھے ذوق دلربائی کا

مہربانی سے تو گھر کس کے نہ آیا تنہا
اک ہمیں نے ترا سایہ بھی نہ پایا تنہا

[۱] مظہر کے شاگرد ہونے کی وجہ سے اُن کا نام دھلی کے شعرا کے سلسلے میں لکھا گیا ورنہ لب و لہجہ ، بعض خصوصیات زبان و ترکیب کے اعتبار سے اُن کو دھلی کی شاعری سے کوئی نسبت نہیں - مرتب

اس کے دل میں، کبھی تاثیر نہ کی
اے محبت! اسے کیا کہتے ہیں

یاں بھی آ آ کر ستاتے ہیں، ملامت گر مجھے
چھوڑ کر جاؤں میں یا رب! کنج تنہائی کہاں؟

میں جدائی میں بھی، دلدار سے مہجور نہیں
دل میں بستا ہے وہ، آنکھوں سے مری، دور نہیں

ہاتھ سے اپنے نہ دے، وصل کی فرصت راحت
پھر خدا جانے، کہ ہم ہوویں کہاں، یار کہاں؟

گرچہ ہیں غواص دریائے سخن، "حسرت"! سبھی
ہر قلم کو، دست گاہ گوہر افشانی نہیں

توقع، عشق میں، کس سے رکھوں میں دوست داری کی
ہماری ہمدمی ہے، بار خاطر آہ و افغاں کو

کم نگاہی سے، کم ادھر دیکھو   دیکھتے ہو تو، بھر نظر دیکھو

دل مرا لے کے، میاں! جاں طلب کرتے ہو
لوٹ تم نے تو مچائی ہے، غضب کرتے ہو

نسبت رکھے ہے اُس سے جفا ، اور جفا سے ہم
نالاں رہے ہے ہم سے وفا ، اور وفا سے ہم
ہم خاک کوے یار رکھیں ہیں ، وہ بوے گُل
سودا کرے ہے ہم سے صبا ، اور صبا سے ہم
اس کی امید وصل میں ، از بس ہے ناقبول
ہے ہم سے شرمسار دعا ، اور دعا سے ہم

برہمن ہونے کو آتا ہے ، بتا سچ آج کون ؟
ہو رہی ہے ہر طرف ، " حسرت " صنم خانے میں دھوم

کب تلک دیکھیں تجھے دور سے ، حیراں ہیں ہم
کیا کوئی حسن کی دولت کے ، نگہباں ہیں ہم
کون دیوانۂ بد مست کی ، رمزیں پاوے
حسرت اس چشم سخن گو کے ، زباں داں ہیں ہم

تکا کرتا ہے دل ہر لحظہ ، لب پر رہتی ہیں آہیں
نگاہیں تھک گئیں ، تکتے ہی تکتے یار کی راہیں

ہم سے وحشت ، اسے کیا کہتے ہیں ؟
سب سے الفت ، اسے کیا کہتے ہیں ؟
لی اُٹھا ، چشم مروت ہم سے !
بے مروت ! اسے کیا کہتے ہیں ؟

بھرا ہے دل ، مژۂ اشک بار سے اب کے
اماں ہے ، گریۂ بے اختیار سے اب کے

عشق میں ، خواب کا خیال کسے ؟
نہ لگي آنکھ ، جب سے آنکھ لگی
یــار آتــا ، نظـــر نہیں آتــا
ہے اُدھر میري کب سے آنکھ لگي

حسد سے ہم صفیروں کے چمن ہے تلک اب ہم پر
دعا تک میري ، اے باد صبا ! صیاد کو پہونچے

جو دلدار اپنا ، کوئي اور ٹھہرے
محبت میں ، کچھ زیست کا طور ٹھہرے

تمھیں اے مے کشو ! ہو نوش جاں پیمانۂ عشرت
لبالب خون دل سے ، ہم تو اپنا جام کر بیٹھے

ایک پر خوں ، ایک ہے پر اشک ، تیرے ھجر میں
یعني چشم و دل کا پیمانہ ، یہاں لبریز ہے

عشق کي ، عاشق و معشوق میں نسبت نہیں ایک
طـرز سوزش ہے جـدا ، شمع سے پـروانے کـي

جو ہوتا محرم راز رموز عاشقی ، "حسرت"
وہ ان طرزوں کو کیا جانے ، وہ یہ انداز کیا سمجھے

مقید زلف کا ہوں ، اُس کے رخ سے مجھ کو کیا نسبت ؟
ہوائے سیر گلشن کو ؛ اسیر دام کیا جانے ؟

میری بات سنتا ہے اس طور سے
کہ کہتا ہوں گویا کسی اور سے

سر مرا خاک ہوا ، راہ وفا میں آخر
شکر ! ضایع تو مری ناصیہ سائی نہ گئی

عاشق زار کی عرض ، اے شہ خوباں سن لے
دل پر درد کا آزار برا ہوتا ہے

بلا کش عشق کے ، اجر وفاداری کے طالب ہیں
بتوں کو ، حسن توفیق جفا کاری ، خدا دیوے

اے دل ! نہیں سینے میں ، قرار اب تجھے اک دم
پھر کس سے ؟ تری ، خانہ خراب آنکھ لگی ہے

سرپر ساطنت سے ' آستان یار بہتر تھا
ہمیں ظل ہما سے ' سایۂ دیوار بہتر تھا
مجھے زنجیر کرنا ' کیا مناسب تھا بہاراں میں
یہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہتر تھا

" یقیں " ! امید جینے کی نہیں تیری ان آنکھوں سے
اگر پرہیز تو کرتا ' تو یوں بیمار کیوں ہوتا ؟

شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سوکھ جاتے ہیں
" یقیں " ! سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا ؟

رہا میں بے خبر ' افسوس ' لذت سے اسیری کی
جو میں یہ جانتا ' کنج قفس میں آشیاں کرتا
کیا مجھ کو " یقیں " ! اس ناتوانی نے خجل ' ورنہ
گلی کو یار کی ' اپنے لہو سے گلستاں کرتا

اس گل سے کچھ حجاب ' ہمیں درمیاں نہ تھا
جس دن کہ یہ بہار نہ تھی ' گلستاں نہ تھا

یہ کوہ طور ' سرمہ ہوگیا سارا ہی ' کیا کہیے
کوئی پتھر بھی بچ رہتا ' تو دیوانے کے کام آتا

دشوار بڑا سخت ' ترے کوچے تک آنا
هر روز مری راہ میں ' اک سنگ نیا ہے

موحد بھی نہیں ہوتے ہیں منکر ' بت پرستی کے
بنایا جس نے تجھ سا بت ' میں اُس اللہ کے صدقے

یہ دوستی ' یہ مروت ' یہ غم گساری ہے
کہ ناخوشی میں ہماری ' خوشی تمہاری ہے

اتنا نومید نہ ہو ' دل کو خوشی رکھ ' "حسرت" !
صبر کر ' دیکھ تو کیا ہوتا ہے ہوتے ہوتے

یقین

انعام اللہ خاں یقین ' مرزا مظہر کے خاص شاگردوں میں تھے - ۲۵ برس کے سن میں انتقال کیا ' لیکن اس عمر میں بھی طبیعت قیامت تھی ' اپنے زور طبیعت کے سامنے کسی کی حقیقت نہ سمجھتے تھے ' میر تقی میر کی یہ رائے صحیح نہیں کہ " ذائقہ سخن فہمی نہ دارد " -

ان کے کلام کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ " مرتبہ استادی " میں کسی سے کم نہیں ' کلام میں سلاست اور گداز ہے ' مختصر الفاظ میں مضمون آفرینی کی شان نمایاں ہے - دیوان شایع ہو گیا ہے -

رنگ گل کی آگ پر، دامن نہ مار اے باد صبح
کیا کریں گی بلبلیں، پھر آشیانے کا علاج
شیشۂ دل کے تئیں اپنے، سنبھالے رکھ "یقیں"
پھر کرے گا کون، اس کے پھوٹ جانے کا علاج

فصل گل بھی آن پہنچی، دیکھیے کیا ہو "یقیں"!
اب کے چلتا ہے جنوں پر جی ہمارا بے طرح

——

باغباں بے رحم اور دربند، دیواریں بلند
بلبل بے بال و پر، گلشن میں جاوے کس طرح

——

کرے ہے آئینہ، بے طرح نکتہ چینی حسن
نہ کر تو اس کو، اب اتنا بھی روبرو گستاخ
ترے ادب سے، جنوں کو گیا ہوں ایسا بھول
کہ ہاتھ جیب سے گویا نہ تھا کبھو گستاخ

پھوک کر جی نکل جاوے گا، بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھ اے گل بدن بس کر

بہار آخر ہوئی ہے، اب تو سینے دے گریباں کو
"یقیں"! کرتا ہے کوئی اس قدر دیوانہ پن، بس کر

نہیں معلوم ! اب کے سال، مے خانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کر لینے سے، پیمانے پہ کیا گذرا
مجھے زنجیر کر رکھا ہے، ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم، میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا
برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا، دیر کے آگے
خدا جانے، تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا

ہیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ہوگا ؟
اب مرنا ہی بہتر ہے، اس جینے سے کیا ہوگا ؟

پاؤں کو اپنے، "یقیں" کی چشم گریاں پر، نہ رکھ
مت کر اے گل، آب جو میں دامن رنگیں خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو، میخانے سے کیا نسبت ؟
نگہہ کی گردشوں کو، دور پیمانہ سے کیا نسبت ؟
یہ جیوے ہجر میں، وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف برطرف ! بلبل کو پروانے سے کیا نسبت ؟

تصور کرکے لیٹا ہوں مزہ میں اس کی باتوں کا
مرے اس چپکے رہنے کا ہے، وہ شیریں دہن باعث
محبت کا نہیں ہے ظلم بھی، خالی عدالت سے
ہوا پرویز کے جینے کا، مرگ کوہ کن باعث

هم تو حاضر ہیں، عشق یار کہاں
خار و خس جمع ہیں، شرار کہاں

کرتا ہے کوئی یارو، اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ، اب کھول دو زنجیریں

گلی میں عشق کی، دل بھول جاپڑا تھا "یقیں" !
پھر ان دنوں سے دوانے کا کچھ سراغ نہیں

عمر آخر ہے، جنوں کر لوں، بہاراں پھر کہاں
ہاتھ مت پکڑو مرا یارو ! گریباں پھر کہاں
ہے بہشتوں میں "یقیں" ! سب کچھ ولیکن درد نہ
بھر کے دل رو لیجئے، یہ چشم گریاں پھر کہاں

کوئی دن اور کرنے دو جنوں، مجھ کو بہاراں میں
عبث سیتے ہو اس کو، کیا رہا ہے اس گریباں میں

بلائے عقل سے، کچھ چھوٹنے کی راہ نہیں
بغیر مے کدہ، یارو کہیں پناہ نہیں

بتاں خدا کی خدائی کے سب مظاہر میں
جو ان کا بندہ ہوا ہے تو کچھ گناہ نہیں

ایک شب ، تو یار کے کوچے میں رہنے دے ہمیں
لٹ قدر بھی پاسباں ! بے خانمانوں کو نہ چھیڑ

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے ، اپنی جا ، قفس
ورنہ ٹک پھڑکیں ، تو ہو جاویں تہہ و بالا قفس

جنوں کے ہاتھ سے محفوظ اک دم رہ نہیں سکتا
رفو کرنا "یقیں" ! میرے گریباں کے نہیں لائق

کہیں عبث سیتا ہے ناصح ! تو "یقیں" کا چاک جیب
ہاتھ اس کا چھوڑتا ہے کب ، گریباں کا خیال

ہمارے درد کی دارو ، اگرچہ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سن کے ساقی ! بات پی جانے کا کیا حاصل ؟

به مقدار جفائے یار ، بڑھتی ہے وفا میری
کوئی چاہے تو آ دیکھے محبت اس کو کہتے ہیں

درد بن ، ہم کو کچھ اس آگ سے مقصود نہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

بدلہ ترے ستم کا ' کوئي تجھ سے کیا کرے ؟
اپنا هي تھں فریفتہ هووے ' خدا کرے
قاتل هماري لاش کی ' تشہیر هے ضرور
آئندہ ' تا کوئي نہ کسی سے وفا کرے

اس اشک و آہ سے مجھ کو ' هوا [۱] یہی معلوم
یہ دل کچھ آب رسیدہ هے ' کچھ جلا بھي هے

حق ' مجھے باطل آشنا نہ کرے
میں بتوں سے پھروں ' خدا نہ کرے
ناصحو ! یہ بھی کچھ نصیحت هے
کہ "یقیں" یار سے وفا نہ کرے

اپنے بندوں کو جلا کر خاک کرتے هیں ' "یقیں" !
اِن بتوں کی ضد سے هوجاؤں مسلماں تو سہی

چلا آگے سے جب کشتي میں ' وہ محبوب جاتا هے
کبھي آنکھیں بھر آتي هیں کبھي دل ڈوب جاتا هے

نوٹ - [۱] مصحفي نے اپنے تذکرے میں پہلا مصرعہ اس طرح لکھا هے :-
"اس اشک و آہ سے سودا بگڑ گیا جانے کہیں" - مرتب -

اسیراں قفس کی نا امیدی پر، نظر کیجو
بہار آوے، تو اے صیاد! مت ہم کو خبر کیجو
کہا جاتا نہیں مجھ سے، جو کچھ تیں کہہ سکے کہیو
مری اس بے زبانی پر نظر، اے نامہ بر کیجو

جفا کے عذر میں، اے ظالمو نہ دیر کرو
مری زباں کو، شکایت پہ مت دلیر کرو

یہ محراب نماز بے خودی ہے زاہداں! سمجھو
خدا کے واسطے، مستوں کے پیمانے کو مت چھیڑو

عمر میں، تیں نے تو دیکھی ہے، بہت غم خواری
اب تو اے چرخ! تک اک اس دل ناشاد کو دیکھ

جو نہ جی سکتے ہیں بے تابی سے پھر، وہ کیا کریں
جی نکل جانے میں کیا ہے بے قراروں کا گناہ

کسو کا دست کوتہ، اس کے دامن تک کہاں پہونچے
تمنا کی زباں، مت کر دراز اے بوالہوس چپ رہ

کیا دھوم مچائی ہے، صحرا میں دوانوں نے
اس فصل مبارک میں، آباد ہے ویرانہ

نہ نکلا صبر سے کچھ کام اب فریاد کرتا ہوں
مری فریاد ہی شاید ' مری فریاد کو پہونچے

اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی ' تو کیا ہوگا
بہار آتے ہی میرے ہاتھ ہیں ' اور یہ گریباں ہے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے ' کیا تجھے ناصح ؟
ہمارا ہاتھ جانے اور ہمارا پیرہن جانے

مفت کب آزاد کرتی ہے ' گرفتاری مجھے
جان آخر لے کے چھوڑے گی ' یہ بیماری مجھے

عاشق جو رہے جیتا ' معشوق کے کام آوے
کیا لطف ہے جل جانا پروانے کو کیا کہیے

سبزے میں " یقیں " ! آہو کیا حور سے پھرتے ہیں
فردوس نہ کہیے تو ویرانے کو کیا کہیے [۱]

بیان

(خواجہ) احسن‌اللہ نام ' آباد و اجداد کا وطن اکبرآباد تھا '
دہلی میں پیدا ہوئے ' آخر عمر میں حیدرآباد گئے اور وہیں

[۱] گل رعنا -

بہار آئی ' بچھاؤ عندلیباں ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وہ راتیں گئے وہ دن مصیبت کے

دوانا ہوں میں ' جی دینے میں مجنوں کے سلیقے کا
مزا لے لے کے ' مرنے کی طرح ' فرہاد کیا جانے

اجل نہ چھوڑے گی آخر ' "یقیں" کو لازم ہے
کہ اپنے سر کو ' ترے پاؤں پر نثار کرے

اگر اس کی جگہہ ' پہلو میں ہوتا خار ' بہتر تھا
بہت دیتا ہے میرا دل مجھے آزار ' کیا کہیے

بے قراری کب ٹھہرنے دے ہے مجھ کو ' زیر تیغ
مارنا سیماب کا مشکل ہے ' قاتل کیا کرے

نہ دے فرصت کہ اِن ہاتھوں سے کچھہ کام اور ہی نکلے
ہم آخر ہوں گے دامن گیر اس چاک گریباں کے

عجب سچ ہے کیا ہے قتل مجھ کو ' کوئی مت ٹوکو
طلب کرتا ہے ایسے قاتلوں سے خوں بہا کوئی

قفس میں، میں رھائي کے لئے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑکتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئي پروا نہیں کرتا

سیرت کے ہم غلام ہیں، صورت ہوئي تو کیا
سرخ و سفید مٹي کی مورت ہوئي تو کیا

یہ حساب دوستاں درد دل، مثل مشہور ہے
پر عجب ہیں دوست، جو دل میں بھي کرتے ہیں حساب
خان و ماں کچھہ ہم بھي رکھتے تھے کبھو، لیکن "بیاں"
اب بھي در ہے، یہی گھر، خانۂ الفت خراب

تو بزم سے اُٹھا، کہ ہوئی تلخ مے کشي
میں سچ کہوں، شراب کو سمجھا حرام آج

خدا کے واسطے مت کہیو پھر کہ مے، کم ہے
کہ اُس کے سلتے ہي ساقی خمار ہے موجود

حال غربت میں، دیکھئے کیا ہو؟
رہ خطرناک اور منزل دور
گو کہ ہے یار تو، بہ دل نزدیک
سیکڑوں کوس مجھہ سے ہے دل، دور

زندگي بسر كي ' وفات بهي وهيں هوئي ' خليق ' پاكيزه مزاج ' ظريف الطبع ' كثيرالاحباب اور متواضع تهے ' شاعري كے فنون پر عبور تها -

كلام ميں سادگي ' سادگي ميں لذت اور كهٹك هے ' جابجا نمكيني دل كے زخم پر نمک پاشي كرتي هے ' محاورات كي بندش چست اور بے ساخته هوتي هے - مرزا مظهر كے شاگرد تهے ' راے گلاب چند ' ان كے مشهور شاگرد هيں ان كا قلمي ديوان انڈيا آفس ميں موجود هے سنه ۱۲۱۳ھ ميں وفات پائی [۱] -

مت سمجهه بے حواس ' اے همدم

شكوۂ هجر ' ميں جو سر نه كيا

گو كه خسرو نے ' سو بنائے قصر

دل ميں شيريں كے ' ايک گهر نه كيا

كيا غبار اُس كے دل ميں تها ' كه '' يقين '' !

خاک پر بهي مري ' گذر نه كيا

اس راهِ عاشقي ميں چلنا اسے روا هے

سر اول قدم پر ' جو شخص كهو سكے گا

تقليد كر '' يقين '' كي روبا تو بوالهوس بهي

پر سخت دل ' مژه ميں كيونكر پرو سكے گا

[۱] تذكرۂ مصحفي - ديوان يقين -

کوئی ایسا ' جہان میں نکلے
کہ درست ' امتحان میں نکلے
سو برس میں ' نہ نکلے دل کی خلش
اور نکلے ' تو آن میں نکلے
کچھ یہ لازم نہیں ' کہ جنس عزیز
مصر ہی کی دکان میں نکلے

رسوا نہ کر ' خدا سے ڈر اے چشم تر مجھے
آنا ہے اُس کی بزم میں ' بار دگر مجھے
میں سست گام ' قافلۂ عمر تیز رو
تنہا نہ چھوڑ جائیں کہیں ' ہم سفر مجھے
ساقی تری نگاہ کے صدقے ' میں ' ایک بار
دونوں جہاں کی فکر سے کر ' بے خبر مجھے
جتنا ستم کرے وہ اُٹھاؤں گا میں "بہار"
دل کے عوض بھی ' حق نے دیا ہے جگر مجھے

جادو تھی ' سحر تھی ' بلا تھی
ظالم ! یہ تری نگاہ ' کیا تھی ؟
مارا ہے "بہار" کو جس نے ' اے شوخ !
کیا جانئے ؟ کون سی ادا تھی

کون کہتا ہے ' چاہ مشکل ہے
چاہ آساں ' نباہ مشکل ہے

جو خدا، آشنا نہیں کوئی
کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور

ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار
پامال ہوگئے ترے دامن سے چھوٹ کر

جھانک، تک باغ دل میں اپنے ''یہاں''
اس چمن میں بھی، کم بہار نہیں

چراغ صبح ہوں، یا آفتاب وقت آخر ہوں
کوئی ساعت کا مہماں ہوں، کوئی دم کا مسافر ہوں
تمنا بادشاہی کی، کسی سفلے کو ہووے گی
مرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں

صد حیف کہ دریا کے کنارے ہوں تشنہ
خم پاس اور افسوس کہ مجبور پڑا ہوں

کہتا ہے کون، ہجر مجھے صبح و شام ہو
پر وصل میں بھی لطف نہیں، جو مدام ہو

بوسے کے نام ہی پہ، لگی کاٹنے زباں
کتنی عمل سے آگے مکافات بڑھ گئی

مری ناؤ پہونچی ہے ، آ ، ملبے دھار
تری اک توجہ سے ، بس پار ہے

بہار آئی ہے اے ناصح ! ہمیں بے باک رہنے دے
ہمارے طور پر ہم کو ، گریباں چاک رہنے دے

یا ہوجیئے افلاطوں ، یا عقل کو کھو مجنوں
دنیا میں بھر مضموں ، اک نام تو کچھ کرئیے
آیا وہ مہ تاباں ، جاں ہم نے کری قرباں
جب آوے کوئی مہماں ، اکرام تو کچھ کرئیے

پائیے طلب ، بیٹھ کے کھیلچوں کہاں
خانہ نشینی کو بھی ، گھر چاہئیے
دل تجھے ، جیسا کہ خدا نے دیا
مجھ کو بھی ، ویسا ہی جگر چاہئیے

شب فراق کی دہشت سے ، جان جاتی ہے
یہی ہے صبح سے دھڑکا ، کہ رات آتی ہے

کہا تھا سارباں کے کان میں ، لیلٰے نے آہستہ
کہ مجنوں کی خرابی کا ، کہوں مذکور مت کیجو [۱]

[۱] انتخاب حسرت - تذکرۂ مصحفی و نکات الشعرا -

صلح اور جنگ، تجھ کو سب آساں
مجھ کو ہر طرح، آہ مشکل ہے

مبارک ماہ کنعاں! اے زلیخا چشم ما روشن
بس اتنی بات، کھلے مصر میں یعقوب جاتا ہے

سلگتی ہے اِک آگ، مدت سے یاں
اس آتش کی گرمی، کدھر جائے گی
جو ہم بن، تمہاری، گزرتی ہے خوش
ہماری بھی، تم بن گزر جائے گی

میں جانتا تھا، وصل کی شب بھی دراز ہے
آنکھیں جو کھل گئیں، تو در صبح باز ہے

اسی امید و بیم میں گذری
گلہ کی اُن نے مہر، گلہ نہ کی

ہے کدھر قیس، کہاں ہے فرہاد
عشق سے، نام چلا جاتا ہے

بے وفاؤں سے ' جی میں ہے '' تاباں ''
اور سب کچھ کروں وفا نہ کروں

گو تو ناخوش ہے ' مرے شور جنوں سے ناصح
کر مجھے شہر بدر لائق زنداں تو نہیں

اب ہم ' دنوں کو اپنے نہ رووین تو کیا کریں
کرتے تھے جن میں عیش وہ ایام ہي نہیں

ان جان ہو تو اُس سے کوئي درد دل کہے
جو جانتا ہو اس کو میں آگاہ کیا کروں

برستا ہے مینھ ' میں ترستا ہوں مے کو
غضب ہے یہ ' باران رحمت نہیں ہے

مجھے ان دنوں سخت دیوانہ پن ہے
کدھر کو ہے مجنوں ' کدھر کوہ کن ہے

یہاں کیا کروں ناتوانی میں اپني
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے
تمنا تری ٹھوکروں کی ہے لیکن
رکھوں پاؤں پر سر ' یہ جرات کہاں ہے

تاباں

میر عبدالحئی نام ' دهلی کے رهنے والے ' حضرت موسی علی رضا کی اولاد میں تھے - بہت خوبصورت تھے ' ابتدائے جوانی میں انتقال کیا ' صاحب دیوان هیں - سلاست کے ساتھ اشعار میں زبان کے چٹخارے بھی موجود هیں - عناصر سوز و گداز اور اثر کا پتا مشکل سے چلتا ھے - مرزا صاحب کے شاگرد تھے ' شفیق نے حاتم کا اور میر نے حشمت کا شاگرد لکھا ھے ان کا ایک قلمی دیوان کتب خانہ ' الاصلاح دسنہ ' ضلع پٹنہ میں موجود ھے ' دیوان چھپ بھی گیا ھے -

آشنا هو چکا هوں میں
جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا

بھلے برے کی ترے عشق میں اڑا دی شرم
همارے حق میں کوئی کچھ کہو ' هوا سو هوا

جو کہ عاشق هو میں کہتا هوں اسے ' لیوے سیکھ
شمع جلنے سے کی ' پروانے سے مرنے کی طرح

کیا قتل اُن نے مجھ کو ' غیر سے مل
هوا دشمن جدا خوش ' وہ جدا خوش

دیوانہ ہے ' جنوں سے کہیں مر نہ جائے دل
نام بہار روبرو اس کے نہ لو عبث

رونے میں دم کے رکنے کی گر ہے یہی طرح
تو جوش غم سے ہم نہیں بچتے کسی طرح

کس سے جاکر کروں تری فریاد
توھی دے آپ اپنے ظلم کی داد

ہے روشنی کو بس ' دل سوزاں مرا مجھے
تربت پہ میری لائے کوئی یا نہ لائے شمع

یاں تک تو عزیز تھا ترا غم لے گور میں بھی اسے گئے ہم

کوئی ہو کعبے میں خوش ' کوئی دیر میں محظوظ
ہمیں تو ایک دن اس بن کہیں قرار نہیں

کہوں نہ ہووے بہار آنکھوں میں
ہے مرا گل عذار آنکھوں میں

ممکن نہیں کہ ان سے کبھو دل مرا پھرے
گو ان بتوں کے عشق میں ناصح خدا پھرے

شور جنوں کا سرد ہے بازار، ان دنوں
آوے بہار جلد، الٰہی ہوا پھرے [۱]

شاعر

میر کلو نام، میر درد کے عزیز اور مرزا مظہر کے شاگرد تھے [۱] تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے -

مرزا مظہر کے شاگردوں کا جو رنگ ہے ان کے کلام میں بھی موجود ہے -

ہر بوالہوس سے مل کر اے "عشق"! مت سبک ہو
ہے کام عاشقوں کا، تجھ سے نباہ کرنا

بھول کر بھی ادھر نگاہ نہ کی
کہہ! ترا اس میں کیا ضرر ہوتا

دشمن ایمان و جان و طاقت و آرام ہے
یہ بتاں کا حسن اور یہ جوش ایام شباب

[۱] گلشن ہند - خمخانۂ جاوید - مخزن نکات - تذکرۂ مصحفی -

جمع کرکے درد سارے ، تونے پیدا دل کیا
کہہ تو اے دست قضا ! پھر اس سے کیا حاصل کیا ؟
کیا مزے سے جي نکلتا جو وہ تک پھر دیکھتا
کام آساں مجھ پہ قاتل نے مرے ، مشکل کیا

باؤ بھی کھائي نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا
آہ یہ غنچہ تو کچھ کھلنے ھي کمھلانے لگا
کل کي رسوائي تجھے کیا کم نہ تھي اے ننگ خلق ؟
اُس کے کوچے میں " ضیا " تو آج پھر جانے لگا

برس اے ابر جتنا چاھے تو ، اب تیري باري ھے
کبھي دل تھا تو میں بھي رو رو ، اک دریا بہاتا تھا

کیوں گریباں دم بہ دم کرتا ھے اپنا ، چاک تو
ھاتھ سے تیرے " ضیا " ! کس گل کا دامن چھٹ گیا

ھر طرف زخم زخم تھا ، ھر سو سے داغ تھا
دل بھي " ضیا " ! ھمارا کبھي رشک باغ تھا

کیا کہا قاصد ؟ " ضیا " سنتے ھي جس کے مر گیا
بات تھی کچھ یاس کي یا ھجر کا پیغام تھا

کیا کیا اثر دئے ھیں بتوں کي نگاہ کو
یارب عطا ھو کچھہ تو ھماري بھی آہ کو

کروں میں جوش جنوں ضبط کس طرح یارو
کہ آہ سینے میں میرے ' نہیں سماتي ھے

کیا کام ھے تک تو ٹھیر ظالم
کیوں پا بہ رکاب ھو رھا ھے [۱]

ضیا

(میر) ضیاءالدین نام ' دھلی کے رھنے والے تھے ' آخر میں عظیم آباد کو مسکن بنا لیا تھا متواضع اور درد بھرا دل رکھتے تھے ' میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے ھیں کہ جب کوئي شعر سوز و گداز سے بھرا ھوا سنتے تھے ان کي آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آتے تھے -

غزلیں درد کا مرقع ھوتی ھیں ' سادگی بیان میں دل نشیں انداز ھے رباعیوں میں بھی گداز ھے -

میر حسن - راجہ شتاب راے (ساکن عظیم آباد) کے بھتے ان کے شاگردوں میں مشھور ھیں - سنہ ۱۱۹۴ ھ میں وفات پائی -

[۱] خمخانۂ جاوید - تذکرۂ میر حسن -

تربت " ضیا " کی دیکھی ؛ کل رات دور سے میں
آئے مجھے نظر واں ' شمع و چراغ کتنے

سب اُمید اپنی کر حصول ' گئے
اک ترے در سے ہم ملول گئے
بھول کر بھی کبھی نہ یاد کیا
ہم ترے جی سے ایسے بھول گئے

برعکس وضعیں آئیں ' اس کے نباہنے کی
شاید یہی ہے تاثیر اس دل کے چاہنے کی
جلدی " ضیا " خبر لے ' آتی ہے تجھ جگر سے
آواز ناتواں سی ' دل کے کراہنے کی

ٹک آہ بچ نکل ' نہ کہیں دل تھلک پڑے
یہ جام بھر رہا ہے مبادا چھلک پڑے
تیرے " ضیا " کا حال ' میں پوچھا تھا شمع سے
اک آہ اُس نے کھینچی اور آنسو ڈھلک پڑے

کسی کا نام لے ' کوئی عشق اپنا یاد کرتا ہے
مروں ہوں بدگمانی سے کہ شاید تجھ پہ مرتا ہے

آہ کرتے دھک گئے ہیں ہم کیا شتابی بھوک گئے ہیں ہم
آپ کو آپ میں نہیں پاتے آہ کدھر بھک گئے ہیں ہم

جہسے دو ہم درد آپس میں کریں غم خوار گی
دل ہمارا درد اپنا ' دل کا غم کھاتے ہیں ہم

جان کر زلف ' دل ! نہ دھس اس میں
دام ہے دیکھ تو نہ پھس اس میں
دل نو غنچہ ' جھڑ پڑا افسوس
رہ گئی کھلنے کی ہوس اس میں

پڑے برق تجلی ایسی ازلی لن‌ترانی پر
کہ موسیٰ ہووے بے خود اور ہو دیدار پتھر کو

کبھی جا گل کو دیکھے ہے ' کبھی دیکھے ہے نرگس کو
خدا جانے یہ چشم اپنی ' پھرے ہے ڈھونڈتی کس کو

آہوں سے سلگوں کب تک ؟ اے شعلہ تو بھڑک اُٹھ !
بجلی کی طرح مجھ پر ' اک بارگی کڑک اُٹھ

آہستہ پانو رکھیو اے بوئے گل چمن پر
سوتے ہیں اس زمیں میں ' نازک دماغ کتنے

(رباعی)

کیا عیش و نشاط شادمانی کرتے

کیا ناز و نیاز جاودانی کرتے

گر یار کبھی میں اپنے ہوتا ، تو ہم

کیا خوب طرح سے زندگانی کرتے [۱]

احسن

مرزا احسن علی نام ، دھلی کے باشندے تھے - نواب شجاع‌الدولہ لکھنؤ کے سرکار میں ملازم تھے غزل اور قصیدے کا خاص رنگ ھے ، اِن کي غزل میر ضیا کا عکس معلوم ھوتي ھے ، اس لئے میر ضیا کے ساتھ دور اول میں ان کا نام شامل کیا گیا - سنہ ۱۱۶۵ھ میں بہ مقام عظیم‌آباد پٹنہ انتقال کیا -

اسي لئے تو میں تجھ سے خفا ھوں اے "احسن"

گھڑی گھڑی مرے پاؤں کو چشم تر ، نہ لگا

ھجر میں کیوں کر نہ ھووے آہ و زاري بیش تر

ھے قرار اس دل میں کم اور بے قراري بیش تر

روز ھجراں ھي میں تنہا ، کچھ نہیں روتے ھیں ھم

وصل کي راتیں کٹیں یوں ھی ھماري بیش تر

[۱] خمخانۂ جاوید - چمنستان شعرا - تذکرۂ مصحفی - گلشن ھند

ان کے دیوان کا انتخاب پٹنہ سے شائع ھوا ھے - مرتب -

کیا جور؟ کیا تعدی؟ جو کچھ کرو بجا ہے
بدلا ہے دل دہی کا، اس کی یہی سزا ہے

یہ آرزو "ضیا" کے دل کی، یہاں! خدا دے
تم اُس کو گالیاں دو اور وہ تمہیں دعا دے

اک تبسم میں کیا خلق کو ساری تسخیر
مسکرانا ہے ترا یا کہ کوئی افسوں ہے

کون سے زخم کا، کھلا ٹانکا
آج پھر دل میں درد ہوتا ہے

نہیں کھلنے کی اُمید ہی، نہیں بو کی آس ہے
غنچہ ہوں دل کا، مجھ میں فقط داغِ یاس ہے
تم تو ہمارے پاس سے جاؤگے کل، یہ ہائے
اپنی نظر میں، آج جہاں سب اُداس ہے

کعبے میں چھپ رہا ہے یا دہر میں نہاں ہے
خانہ خراب! جلدی تو بول اٹھ کہاں ہے

نامہ پتنگ کے ہاتھ سے ' آئینہ دیکھنے لگا
اس سے یہ ہم پہ کُھل گیا صاف ہمیں جواب ہے

یاد ہے " احسن " ان دنوں ' کن نے ہمیں بھلا دیا
سینے میں دل کو اپنے کچھ خود بہ خود اضطراب ہے

اسی منہ سے تمہیں دعویٰ ہے خواری ہے اے " احسن "
ہوا ظرف آپ کا معلوم ' دو ہی جام میں بہکے [۱]

عشق

رکن الدین نام ' گھسیٹا عرف تھا - دهلي کے رهنے والے تھے - شاہ فرهاد مشہور درویش کے نواسے تھے -

شروع جوانی میں دهلي سے مرشدآباد گئے تھے ' جب تک وهاں رہے اعزاز دنیاوي حاصل تھا ' وهاں سے عظیم‌آباد آئے تو ان کے پاس تو کل سرمایہ تھا اور فقر و درویشی طرۂ امتیاز -

تغزل میں تصوف کي چاشني بھري ہوئی ہے ' انداز بیاں دل نشیں ' زبان سلیس اور اثر انداز ' ترکیب میں بے ساختگي ہے -

[۱] گلشن ہند - تذکرۂ میر

خاک چمن میں ' کس کی ملی آرزوے دل
جو غنچہ یاں کھلے ہے تو آتی ہے بوئے دل
جو دل اُدھر گیا سو وہ ماتی میں مل گیا
تیری گلی میں خاک کریں جستجوے دل

سجدہ گہ ہے خاکِ " احسن " اب تو ساری خلق کی
جان دی تھی اُس نے کس کی حسرت پابوس میں

تم غیر کے ہاتھوں سے ' واں جام چڑھاتے ہو
یاں حلق میں ' لوہو کے سو گھونٹ اُترتے ہیں

چھٹتا ہے کوئی نالہ ' ہم سے دم آخر تک
دم جب تئیں ہے دم میں ' دم آپ کا بھرتے ہیں

محروم ہم ہوں ' محرم اسرار ہو کوئی
خلوت میں ہو کوئی ' پس دیوار ہو کوئی
راتوں کو اُس کے کوچے میں جاتا تو ہوں ولے
دھڑکے ہے دل پڑا کہ نہ بیدار ہو کوئی

زخم لگا کے سیکڑوں ' کرنے لگا شمار وہ
جو ہوئی سو ہوئی دلا ! اب تو سر حساب ہے

باتیں نہ سن تو میری جل جائیگا دوانے
میں برقِ آسماں ہوں ' یا "عشق" کی زباں ہوں

دیکھلے بن اُس کے یک دم ' چین یہ رھتا نہیں
اس دل کافر کے ھاتھوں سخت گھبرائے ھیں ھم

قدرت

میر قدرت‌اللہ نام ' میر شمس‌الدین فقیر کے عزیز اور شاگرد تھے ' دھلی وطن تھا ' آخر عمر میں مرشدآباد میں سکونت کر لي تھی ' یہاں کے امرا نے ان کی عزت کي ' اس لیے فراغت سے زندگی بسر کي -

اشعار میں اگرچہ سلاست نہیں لیکن پھر بھی روکھے پھیکے معلوم نہیں ہوتے ' حتی‌الوسع زبان کا خیال رکھتے ھیں ' غزل گوئي کے نکات اور ضروریات سے واقف ھیں - سنہ ۱۲۰۵ ھ میں وفات پائی [۱] -

---

ھنگامۂ پرھیز و ورع اب بہ سر ایا
اے بادہ کشاں مژدہ کہ پھر ابرتر آیا
کچھ دیر ھوئي ' اشک نہیں آنکھوں سے گرتے
شاید تہ‌مژگاں ' کوئی لختِ جگر آیا

[۱] گلِ رعنا -

اس کي لذت کو دل سمجھتا ہے
اُس کو میں کیا کہوں ؟ کہ کیا دیکھا

دشت ! تجھ کو قسم ہے مجنوں کي
" عشق " سا کوئی برهنه پا دیکھا

اپنی آنکھوں سے دیکھ اے خوش چشم
مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا دیکھا

اُس کے دامن تلک نہ پہنچے ہم
خاک میں آپ کو ملا دیکھا

ترا یہ وعدۂ فردا تو دل کو روز فردا ہے
کہاں فرصت ہے اے ناداں ؟ بھروسا ہے کہاں ؟ دم کا

چاک دل تابہ گریباں، نہ ہوا تھا سو ہوا
لخت دل زینت داماں ؟ نہ ہوا تھا سو ہوا

بات کہنے کي نہیں طاقت، شکایت کیا کروں
" عشق " رخصت دے تو شور حشر اب برپا کروں

جوں آفتاب تاباں، گو نام کو یہاں ہوں
یہ پرتوا ہے تیرا تک دیکھ میں کہاں ہوں

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی
کون رہ بتلا سکے ' جب خضر بہکانے لگا
کب تلک ' اے نالہ ! زیر لب رہے گا تو گرہ
حوصلہ باقی نہیں بس جی تو گھبرانے لگا

دل سدا ' سینے میں جلتا ہی رہا
لخت دل آنکھوں سے ڈھلتا ہی رہا
تونے گو مجھ کو دلاسے میں رکھا
جی مرا ' تو بھی تو گھلتا ہی رہا

آگے نہ چل سکا ' ترے کوچے کو چھوڑ کر
خورشید ' جا کے تا بہ لب بام ' رہ گیا
"قدرت" ! کس آسرے پہ کٹے گی یہ زندگی
آنے سے اب تو نامہ و پیغام رہ گیا

آتش فروز دل ہے ' تا حسن شعلہ رو کا
ہر اشک ہے شرارہ ' ہر آہ ہے بھبو کا
ڈھونڈھے ہے پاس اب کیا ؟ سینے میں غمزدوں کے
مدت سے لٹ چکا یاں ' سامان آرزو کا
کھٹکے ہیں جان و دل سے ' تیرے خدنگ کا میں
پھر کساں میں ' ہے کا پیاسا مرے لہو کا

ترے حضور میں، جب قصد عرض حال کیا
ہجوم گریہ نے، میری زباں کو لال کیا
میں داغ تازہ میں، تورے یہاں تلک ناخن
کہ ایک بدر کا کاسہ، پر از ہلال کیا

ٹوٹی کمند، بخت کا وہ زور رہ گیا
جب بام دوست، ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا
اوپر سے زخم گرچہ ہرے ہو چلے ولے
ناسور تھا جگر میں، سو ناسور رہ گیا

مدتوں سے رخنۂ دل، یاں جو نت مسدود تھا
اک ذرا کھولا تو دیکھا خانۂ پر دود تھا
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جاپر ظہور
اپنی اپنی حد میں جو پشہ تھا اک نمرود

بے تابیوں سے، یہ دل بے تاب رہ گیا
اپنی طپش میں جل کے یہ سیماب رہ گیا
آنسو تھمے ہیں، پر نہیں سوکھی ہے چشم تر
دریا اتر گیا ہے، یہ گرداب رہ گیا

ہم پہ ایام مصیبت، آج پھر آنے لگا
یار گھر جانے لگا، اے وائے گھر جانے لگا

هرزہ گردي سے رهائي کی چھڑا
پھر مجھے زنداں میں ' اے زنجیر ! کھینچ
جان هے وابستہ ' اس پیکاں کے ساتھ
میرے پہلو سے نہ اپنا تیر کھینچ

ذرا قفس سے ' تو ملا کے رکھ صیاد
کہ تا اسیر کریں مل کے ایک جا فریاد

کسے جز خون دل ' مے خانے میں منظور هے ساغر
مري آنکھوں میں تجھ بن ' دیدۂ ناسور هے ساغر

آہ روے پاک تیرا ' کس طرح آوے نظر
لخت دل جب چھا رہا هو دیدۂ نم ناک پر

یہ دلِ شوریدہ ' جب سے ساتھ هے زیر زمیں
شور محشر هي رها " قدرت " کي مشت خاک پر

تجلي ' جلوہ چاهے تو صفائي سینہ پیدا کر
اگر دیدار کا طالب هے تو آئینہ پیدا کر

هے نالۂ شام ' آتش و آہ سحر آتش
کیا زیست هو اپني ' اِدهر آتش اُدهر آتش

تشنہ لب مرتا ہے نت ، موجِ دمِ شمشیر کا
اے غرورِ ناز ! کچھ بھی فکر اس نخچیر کا
رنگ خونِ تشنگاں ، جس جا سے اُڑ سکتا نہیں
ہے سوں اسیرِ ناتواں اُس خاک دامن گیر کا

گھر سے جس وقت ، وہ غارت گر ایماں نکلا
کفر سے کبر گیا ، دیں سے مسلماں نکلا

اس چشم سے ہو کے آب نکلا — سینے سے دل خراب نکلا
جو نالہ جگر سے پار نکلا — لے سیخ پر اک کباب نکلا

بیت الحزن میں ، شب کہ ترا انتظار تھا
کھٹکا ہر ایک دل کا ، مرے جی کے پار تھا
ایدھر بھی ایک بار ، جفا کی عناں کو پھیر
دل ہے خدنگ دوست ، جگر ہے سناں طلب

دست برد ظلم سے تیرے ، ہیں جگلے ہم خراب
اس قدر بھی ہو وے گا عالم میں کوئی کم خراب
زخم سے دل کے ابھی لے چارہ گر بھتا ہے خوں
مت تبو بے فائدہ پھائے ، نہ کر مرہم خراب

کبھی رونا ، کبھی سر کو پٹکنا — خوشا ایامِ اوقاتِ محبت

بھیج مت مرہم کافور تو " قدرت " کے حضور
یہ علاج اور ھي زخموں پہ اثر کرتے ھیں

ابرو تیرے کہتے ھیں کہ میں تیغ دوسر ھوں
عاشق کا یہ دعوی ھے کہ میں سینہ سپر ھوں
شایستۂ دنیا ' نہ سزا وار ھوں دیں کا
اے وائے میں " قدرت " ! نہ اِدھر ھوں نہ اُدھر ھوں

دل سے کہا سناں نے کہ سینے میں یاں رھوں
ناوک یہ پوچھتي ھے ' بھلا میں کہاں رھوں
" قدرت " ! بہ زیر خاک بھي آرام کب ملے
یہ درد و داغ ساتھ ھیں میرے جہاں رھوں

آگ اُس داغ کو لگیو کہ نمک سود نہیں
پھوٹے وہ آنکھ جو لخت جگر آلود نہیں
مرحبا آتش دوري کہ جلایا ایسا
جل بجھے سر سے لے پاؤں تک اور دود نہیں
زخم پر زخم لگے ' تب ھو تسلی دل کی
حوصلے پر مرے اک زخم کچھہ افزود نہیں

شام کو دھوتا ھوں ' سو خوں جگر سے آستیں
صبح خون آلودہ ھے پھر چشم تر سے آستیں

چل بسے دنیا سے ' بن دیکھے ترا دیدار حیف
لے چلے حسرت بھرا ' یاں سے دلِ افگار حیف

صبح کے ہوتے ہی ' ہووے جس کی یہ حالت تباہ
آہ وہ بے چارہ پھر جیوے گا کیوں کر شام تک
کر چکا ہے کام اپنا ' یاں تو درد انتظار
جب تلک پہونچے ہے قاصد ' اِس بت خود کام تک
ہم نہ کہتے تھے کہ " قدرت " مت چمن کی راہ چل
لے گئی آخر ہوائے گل ' شکنجِ دام تک

رنگ کچھ اور ہی بدلتا ہے مرا بے تاب دل
ہے کبھی آتش کا پرکالہ ' کبھی سیماب دل

ہوا یوں پھر گئی ' اِس بزم میں اپنے نصیبوں سے
گنے جاتے ہیں اور سب دوست تیرے ' ایک دشمن ہم
شب ہجراں کو " قدرت " ! اس طرح ہم روز کرتے ہیں
کبھی سر کو پٹکتے ہیں ' کبھی کرتے ہیں شیون ہم

نسبت ہے ہماری تری ' جوں سایہ و خورشید
جس جا نہیں تو ہم ہیں " جہاں تو ہے نہیں ہم

تیرے جاں سوختہ ' خورشید قیامت کے تئیں
ہر سحر ' پنبۂ ناسور جگر کرتے ہیں

تم نے تو منہ چھپایا ' اس زلف عنبریں میں
یہ شام غم ہماری ' اب کس طرح سحر ہو ؟

میں رکھتا ہے ابرو کماں کے نشاں کو
ہما! چھیڑیو مت ' مرے استخواں کو
گلوگیر ہے ' یاں تلک ناتوانی
کہ سینے سے لب تک نہیں رہ فغاں کو
اُڑائی زبس خاک ' ماتم میں دل کے
کیا ہم نے آخر زمیں ' آسماں کو

نوح ! کشتی سے خبردار کہ یاں چھاتی سے
مرهم تازۂ ناسور کہن چھوٹتے ہے

کس کی نیرنگی ؟ یہ برق خاطر مایوس ہے
جو شرر دل سے اُٹھا ' سو جلوۂ طاؤس ہے
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کرگئے
اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے

لے گئی یک بارگی ' گور غریباں کی طرف
جس جگہہ ' جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے ' یہ دارا ہے ' یہ کے کاؤس ہے

تو بھی کم ابر بہاری سے نہیں لے چشم تو
کر دے اب رشک چمن خون جگر سے آستیں
لخت دل اور اشک ' ہرگز خاک پر گرنے نہ دے
بھر لے اے '' قدرت '' ! تو اِس لعل و گہر سے آستیں

جنوں تیرے ناخن مگر گھس گئے ہیں
کہ عقدہ پڑا ہے بہ کار گریباں
چھلکنے لگے ' اشک گل گوں مژہ سے
پھر آئی ہے فصل بہارِ گریباں

قافلے کے قافلے ' اس رہ میں جوں نقش قدم
ہو گئے پامال ' تیرے حسرت پا بوس میں

بہ نہ کر مرہم سے ' داغ سینۂ پر نور کو
کوئی بجھاتا ہے ارے ظالم چراغ طور کو
داغ نے دل کو مرے ' تنہا نہ چھوڑا ایک دم
زخم سینہ سے سدا اُلفت رہی ناسور کو

نہ جا اس بزم سے ہرگز ' جھٹک مت طرف داماں کو
نہ دے برباد اَے ظالم ! غبار خاک ساراں کو
ہوا دست جنوں سے تار تار ' از بس کہ پیراھن
گریباں ڈھونڈھے ہے دامن کو اور دامن گریباں کو

غنیمت بوجھ ملنے کو' یہ عالم ایک افسوں ہے
کدھر فرہاد شیریں ہے' کدھر لیلیٰ و مجنوں ہے
تو کیا سامان پوچھے ہے کہ تجھ بن کھونکر گذرے ہے
یہ سر ہے اور زانو' آستیں اور چشم پر خوں ہے

آساں نہ کٹے گی' یہ جدائی کی جو شب ہے
مشکل ہے' قیامت ہے' مصیبت ہے' غضب ہے

دلِ گم گشتہ خبردار! کہ یاں سونے میں
تیر بیداد سدا درپئے جاسوسی ہے

جس جگہہ جلوہ ترا' مایۂ مدھوشی ہے
یاد میں اپنی اگر ہے تو فراموشی ہے
آہ یہ کون سی منزل ہے کہ رکھتے ہی قدم
نقش پا سے' مرے سجدے کو ہم آغوشی ہے

سر گشتہ' ترے لیے جہاں ہے
اے خانہ خراب' تو کہاں ہے
جو زخم کہ ہوچکے نہ ناسور
وہ زخم نہیں' وبال جاں ہے
جو نقش قدم ہے اس زمیں پر
آئینۂ حال رہ رواں ہے
"قدرت"! ٹک کھول چشم عبرت
گر فکر سراغ رفتگاں ہے

حیلہ اُس کا ھے ' دل اُس کا ھے ' جگر اُس کا ھے
تیر بیداد جدھر رخ کرے ' گھر اُس کا ھے
اُس گلی سے جو کوئی گذرے سو جی سے گذرے
دیکھ ! اُس راہ نہ چل ' راہ گذر اس کا ھے
لخت دل ' نوک مژہ پر نہ سمجھ اے ھمدم !
تخم غم ' دل میں جو بویا تھا ثمر اُس کا ھے

نہ تھی تاب نگہہ ' جب لگ گیا وہ دور آنکھوں سے
نہ ھونا چشم کا بہتر تھا ایسی کور آنکھوں سے
زباں " قدرت " کی ضعف ھجر سے از بس ھے لکنت میں
اشارت بات کی کرتا ھے جوں رنجور آنکھوں سے

کر اقلیم قناعت کا سفر ' تا تجھ پہ روشن ھو
کہ چشم مور سے بھی تنگ تر ' ملک سلیماں ھے
لب " قدرت " سے جز فریاد کچھ ریزش نہیں کرتا
یہ کچھ شاعر نہیں ھے ' اپنے دل کا مرثیہ خواں ھے

نہ واقف کارواں سے ھوں ' نہ کچھ آگاہ منزل سے
کہا میں وادی الفت کو طے ' اک جذبش دل سے
گئے وے دن کہ بہتے تھے پڑے نالے ان آنکھوں سے
سر مژگاں تلک ' اک اشک اب آتا ھے مشکل ھے

جلوہ کرنے مدرسے هي میں تو اے جانا ! نہ تھا
دیر بھي دیکھا تو ترا خاص خلوت خانہ تھا
حال کھلنے کي نہ دي گریہ نے فرصت رات کو
آج پھر کہہ دو اسے " مائل " وہ کیا افسانہ تھا

بتوں سے مل کے گنواتا ھے دین و دل " مائل "
یہ کافر ' آہ خدا کا بھي ڈر نہیں کرتا

نالے کو هم نے ضبط کیا ' ناصحا ! تو کیا
منہ سے تو رنگ زرد ' چھپایا نہ جائے گا

اشک کي طرح گرا جب ' تو پھر اٹھنا معلوم
میں وہ اُفتادہ نہیں ھوں کہ سنبھل جاؤں گا

معلوم کچھ نہیں ' دل غمخوار کی خبر
کیا جانئے کہ کیا ھے مرے یار کي خبر
هو جا نہ رفتہ رفتہ ' تپ عشق کارگر
" مائل " شتاب لے تو اس آزار کي خبر

کیا کیا کہوں میں تجھ سے دل زار کي هوس
مشہور ھے جہان میں بیمار کی هوس

اشک اب آنے ستی کچھ تھم رہے
لخت دل مژگاں پہ شاید جم رہے
اب تو اس منزل سے نہیں اٹھتے قدم
ہمرہاں ! آگے چلو تم ' ہم رہے

ہر آن اک ستم ہے ہر لحظہ اک جفا ہے
کوچہ ترا ہے ظالم ' یا دشت کربلا ہے
ملتا نہیں کسی سے ' اس پر ہے کیا مصیبت ؟
یا رب یہ دل ہمارا کس سے جدا ہوا ہے

ہو گردباد جیدھر ' ہم کو اُدھر ہے جانا
صحرا میں گم رہوں کا یہ خضر رہنما ہے [۱]

مائل

میر محمدی نام ' دہلی کے رہنے والے تھے - غزل گوئی میں ایک خاص انداز کے مالک ہیں - قدرت‌اللہ قدرت کے شاگرد تھے -

اتنا میں مرکے دل سے ترے دور ہوگیا
ایک دن بھی آکے تو نہ سر گور ہوگیا

[۱] تذکرۂ مصحفی - گلشن بے خار - گلشن ہند - نکات‌الشعرا - تذکرۂ میر حسن - سخن شعرا -

کہتا نہ تھا میں باز آ ہردم کی اس ہنسی سے
آخر کہا نہ ظالم! اک بے گناہ جی سے

حزیں

(میر) محمد باقر نام، دہلي کے رہنے والے تھے غزلوں میں شیرینی سے زیادہ گداز ہے، قریب قریب ہر صنف شاعري پر طبع آزمائي کي ہے - غزل کا خاص رنگ ہے - مرزا مظہر کے شاگرد رشید تھے - دیوان اُردو مرتب اور مکمل ہے لیکن کم یاب ہے [۱] -

---

ہے کہاں قدرت ہمیں یاں تک، جو ہم سے ہوسکے
نعت پیغمبر کی یا اس شاہ حیدر کي ثنا
جس طرح جي چاہتا ہے، ہو نہیں سکتی " حزیں "
حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کي ثنا

غم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا
ابر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب سوجھا ہے مزا عشق میں رسوائی کا
معتقد دل سے ہوں، اس دل کی میں دانائي کا

[۱] گل رعنا -

عجب صحبت برار آتی ہے، ان دونوں کی آپس میں
جدا اک دم نہیں رہتے، جہاں ہو گل وہیں بلبل

یار ہیں تمہارے، اغیار ہیں تو ہم ہیں
آنکھوں میں یاں سبھوں کے، اک خار ہیں تو ہم ہیں
چنگا بھلا ہے تو تو، پیارے! تری بلا سے
آزار ہے تو ہم کو، بیمار ہیں تو ہم ہیں

"مائل" سے یارو، مرد مسلماں پہ، یہ ستم
اللہ کا بھی، اس بت کافر کو ڈر نہیں

پیالے ساقیا! دے مجھ کو بھر بھر جام گلشن میں
کہ دونا لطف رکھے ہے، مے گل فام گلشن میں
مجھے آہ و فغاں، ان ہم صفیروں کا خوش آتا ہے
وگرنہ مجھ سے دیوانے کا ہے کیا کام؟ گلشن میں

نالے میں سب کے، فرض کیا میں اثر نہیں
اے آہ صبح! تو بھی تو کچھ کارگر نہیں

کچھ تعجب نہیں گر مر گیا "مائل" تیرا
یار کیا لگتا ہے انسان کے مر جانے کو

"حزیں" اُن شعلہ رخساروں سے مسمع جی کو لگا ہرگز
ہوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی ، لیکن باعث

وہ نگاہ مسیح ہے اِس چشم گریاں کا علاج
مے سے ہوتا ہے ، خمار مے پرستاں کا علاج

ریجھتا ہوں دیکھ کر الفت میں پروانے کی طرح
جی سے خوش آتی ہے مجھ کو اس کے مر جانے کی طرح
امتحاں نے کوہ کن کا ، کر دیا خانہ خراب
دیکھ لی شیریں کی ، ہم نے کام فرمانے کی طرح
نو بہار آئی "حزیں" اب کیجئے کیا جاں کا فکر
بے طرح مجھ کو نظر آتی ہے دیوانے کسی طرح

دیکھنے میں اس کے ، کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھ کر تجھ کو ، نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح

یہ شانہ زلف سے تیری ہے ، مو بہ مو گستاخ
نہ کر تو آپ سے ظالم! ہر ایک کو گستاخ

کون دے گا؟ دیکھ! اس ظلم کو دل مجنوں کی داد
لی نہیں جائے گی محشر میں بھی ، اس کے خوں کی داد

یہ کہہ کر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت
لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوٹے آشیاں اپنا

میں تو بندہ ہوں ' تري جور و جفا کا لیکن
سخت دھڑکا ہے مجھے اس دل سودائي کا

شیریں نے دی تھی دل میں اگر کوہ کن کو جا
اس نے بھي جي کو دے کے ' حق اس کا ادا کیا
نالاں نہیں ہے جور و جفا سے ترے " حزیں "
جو تو نے اس کے حق میں کیا سو بجا کیا

جو ہیں آنکھوں کے مخمور ' ان کو مے خانے سے کیا
نگہہ کے ہیں جو تشنہ ' اُن کو پیمانے سے کیا :
خبر لے یا نہ لے صیاد ! ان کو دام میں مرنا
گرفتاروں کو تیرے آب اور دانے سے کیا :

اس پر نہیں ہوا ' یہ دل مبتلا
ناصح ! ٹک اُس کو دیکھ ' مجھے مت ستا عبث

مری رنگیں کلامي کا ہے وہ گل پیرہن باعث
کہ جو ہے بلبلوں کي خوش صفیري کا چمن باعث

خجل رکھتی ہے ہم کو ناتوانی ' جور جاناں سے
یہ تھوڑا سا لہو ' اس تیر مژگاں کے نہیں لائق

نہ ہوتا اس قدر خوباں میں ' گر وہ تند خو نازک
تو کب ہوتی ؟ ہماری شاعری کی گفتگو نازک

آئی ہے نوبہار ' دھڑکتا ہے دل کہ ہائے
پھر شور و شر کرے گا یہ خانہ خراب دل

دے کر دل اپنا ' کیوں عبث افسوس اب کھاتا ہے دل
جاتا رہا جب ہاتھ سے پھر ہاتھ کب آتا ہے دل

فصل گل آخر ہوئی ' کیا دیکھ ہوں گے شاد ہم
کچھ کر ' اے صیاد ! اب ہوں گے نہیں آزاد ہم

اس بے وفا کے عشق سے کچھ مجھ کو جس نہیں
پاؤں تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں
جس دن سے میں سنا ہے کہ آخر ہوئی بہار
اس دن سے چھوٹنے کی مجھے کچھ ہوس نہیں

گوارا ہوگیا دل پر ہمارے ' جور یار آخر
ہمیں رنج و الم سے ہوگئی صحبت برآر آخر

نہ ہو اے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز

خوب رو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو ' ان کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

شیشۂ دل کیوں نہ ٹوٹے عشق کے صدموں سے ہائے
اس بچارے کو ہے ' اس بار گراں سے اختلاط

بے خبر ہوتے ہیں جو کہ ' عشق کی لذت ستی
وہ نہیں رکھتے ' مزے سے زندگی کی اطلاع

یہ تجلی حسن کی تیرے ' کہاں پاتی ہے ؟ شمع
دیکھ کر تجھ کو خجالت سے پگھل جاتی ہے شمع

بجھ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی ' الفت کا چراغ
داغ نے میرے ' کیا روشن محبت کا چراغ

میں چاہتا ہوں عشق چھپاؤں ' پہ کیا کروں
رسوا کرے ہے خلق میں ' یہ چشم تر مجھے

کچھ کٹے وصل میں ' کچھ ہجر میں گریاں گزرے
کیا مری عمر کے اوقات ' پریشاں گزرے

راحت نہ دل کے ہاتھ ' میں پاؤں کا ایک دم
جب تک کہ میرے ساتھ یہ خانہ خراب ہے

" حزیں " میں درد دل کا ' کس طرح ظاہر کروں اس سے
مجھے کہتا ہے ' " تیری بات مجھ کو خوش نہیں آتی "

وفا میری ' اگر جور و جفا تجھ کو نہ سکھلاتی
تو کیا آرام سے ؟ یہ زندگانی ہاے کٹ جاتی [۱]

لطف

مرزا علی نام ' ان کے والد کاظم بیگ ' اسطرآباد (ایران) کے رہنے والے تھے ' مرزا کاظم بیگ نادرشاہ کے ساتھ ہندوستان آئے تھے اور دربار میں داخل ہوگئے فارسی کے اچھے شاعر تھے -

---

[۱] انتخاب حسرت -

کچھ کہا شاید اس نے قاصد سے
دل بہت ٹھہرے ، وہ اضطراب نہیں

نہ وصل میں ہے راحت نہ ہجر میں آرام
کسی طرح سے "حزیں" دل کے تئیں قرار نہیں

لطف سے سر سبز کر اپنے محبت کا چمن
خشک رہتا ہے وفا بن ، جان الفت کا چمن
خاک پر میرے ترشح مت کر اے ابر بہار!
ہو رہا ہے اشک سے سیراب حسرت کا چمن

بے طرح دیوانگی پر ، عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے ! اب زندگی کا کیا ؟ مرے اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا ، جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ
اس طرح سے اس سے مت کہیو کہ وہ محجوب ہو

کچھ محبت میں نہیں ، عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب دن ، دل کے ماروں کا گناہ
عاشقوں کے دل میں کب ہے ؟ صبر کی طاقت "حزیں"
نوحہ کرنے میں نہیں ، ان بے قراروں کا گناہ

ایک دن، حال دل زار نہ دیکھا نہ سنا
سچ تو یہ، تجھ سا بھی دل دار نہ دیکھا نہ سنا
دیکھ، کل نبض مری، رو کے لگا کہنے طبیب
کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا

ہے اس شدت سے، رنگینیٔ کوئے یار کا چرچا
کہ بھولا عندلیبوں کو گل و گل زار کا چرچا
ڈھکا رہ جائے اسرار محبت، تو غنیمت ہے
ہوا ہے اب حکیموں میں، مرے آزار کا چرچا
ہمیں ہے یار کے چرچے سے یہ فرصت، کہاں ہمدم؟
کہ اب دن رات بیٹھے کیجئے اغیار کا چرچا

زہے غفلت! کہ ہم دنیا کو بزم عیش سمجھے تھے
کُھلی چشم حقیقت بیں، تو کام اژدھا نکلا
نہ کر اے "لطف" ناحق رہ روانِ دہر سے حُجّت
یہی رستہ تو کہاکر پھر ہے کعبے کو جا نکلا

فرہاد سا نہ رنگ، نہ مجنوں سا کیا حال
کس منہ سے؟ اُسے بھیجئے پیغام محبت

کیوں کر نہ بھلا ہمدم! ہو زندگی اب مشکل
ہیں دل میں تو سو باتیں اور جنبشِ لب مشکل

"لطف" نے عرصہ قلیل میں اُردو میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ان کا شمار استادوں میں ہونے لگا - سلاست کے ساتھ جذبات تغزل کا اظہار کرتے ہیں زبان کا بھی لطف ہے اور محاورہ بلندی کا بھی - انہوں نے اکثر ترکیب اور مضمون فارسی سے لیکر اُردو کو مزین کیا ہے - تذکرہ گلشن ہند نہایت تحقیق سے لکھا ہے [۱] -

پاس ناموس محبت ' فرض ہے پروانہ وار
شمع ساں ' سوز شب ہجراں زباں پر لائیں کیا
بلبل و گل میں وہ جوشش ' سرو قمری میں یہ ربط
گلستان دھر میں ' پھر دل کے تئیں الجھائیں کیا

چمن کو کل ' جو تری مے کشی کا دھیان رہا
ہر ایک پات کے کھڑکے پہ ' گل کا کان رہا
جو عمر خضر ہو شاید ' تو وصل ہوے نصیب
یہ زندگی جو تھی ' اس میں تو امتحان رہا

نہ کر ' اے بلبل دل سوختہ ! صیاد کا شکوا
کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ہے ' جلاد کا شکوا
نہیں شیریں پہ کچھ موقوف ' یہ قسمت کی خوبی ہے
زبان تیشہ سے کوئی سنے فرہاد کا شکوا

[۱] گل رعنا -

دھیان ہے ' آرایش زلف پریشاں کا تمہیں
یاد ہیں حال پریشاں کي مرے ' کچھ خواریاں
یاں بہ رنگ پیکر تصویر ' ہم خاموش ہیں
گفتگو کي تم دکھاتے ہو وہاں طراریاں

نہیں یہ شیشہ ' مت اے محتسب مچادھومیں
دھرا ہے آبلۂ دل ' ہمارے پہلو میں
کب اپني چشم میں طوفانِ نوح کو ہو قدر
نہاں ہے یاں ' وھي عالم ہر ایک آنسو میں
اگرچہ فرق زمیں آسماں کا ہے تاہم
ملے ہے وضع فلک کي بہت ' تري خو میں

گذر جا سر سے مانند قلم ' گر ہے سر شاہي
نہ آساں سمجھیو ' پانا سیہ بختي افسر کو
کبھي تو خاک ساروں کا بھي غم خانہ ' کرو روشن
نہیں گو کچھ بھي ' نقش بوریا تو ہوگا بستر کو

کہا ہم نے تو ترک مدعا کو ' مدعا اپنا
خدا توفیق بخشے نیک ' چرخ سفلہ پرور کو

نہیں معلوم ' کیا اس سینۂ سوزاں میں پنہاں ہے
کہ ہو تار نفس ' جوں رشتۂ شمع ' آج سوزاں ہے

اک آہ کے کرنے کو سو چاہئیں تمہیدیں
کس سے کہیں کہ حال دل ' ہے آہ عجب مشکل
دو لاکھ بہانے ہیں ' نت روئے دو آنسو
ہو دن کا ہوا جینا ' ہم کو تو غضب مشکل

میں کیا ہوں باختہ رنگ ' اُس شعلہ رو کے آگے
مہتابہ کے بھی منہ پر ' چھٹتی ہوائیاں ہیں
طاقت حباب ساں ' اک نظارہ کی ملي ہے
اِن فرصتوں پہ ظالم یہ خود نمائیاں ہیں
اے "لطف" ! اس غزل پر کہنا بقول سودا
یہہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

او مہاں تیغ والے ! اور اک زخم
کب سے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں
برگ گل ' جس نمط خزاں میں جھڑیں
لخت دل ' یوں مژہ سے جھڑتے ہیں
بس غم یار ! آپ تیز جلدي
ورنہ اب یار ہی نبڑتے ہیں

تم ہو ' بزم عیش ہے واں ' اور صحبت داریاں
ہم ہیں کنج غم میں یاں اور جان سے بے زاریاں
تم کو سیر باغ و گل گشت چمن کا واں ہے شوق
یاں بدن پر ہے ہجوم داغ سے گل کاریاں

ہوے، فضائے ہستی مرحوم کا برا
کلیج عدم میں کاٹتے تھے کس فراغ سے؟

گردش چشم بتاں کے، بس کہ ساغر نوش تھے
گردش گردوں کو، ہم کہتے تھے گردش جام کی
جب سے کھینچا "لطف" رنج فرقت یار و دیار
اب ہوئی معلوم، محنت گردش ایام کی

کیوں دل پہ مرے جادو، ان آنکھوں کا نہ تھن جائے؟
جس پر کہ پڑے آنکھ، سو دیوانہ سا بن جائے
بے چین بہت، "لطف" کی ہے کل سے طبیعت
اللہ کرے، آج وہ روٹھا ہوا من جائے

اِدھر سے چتلی یگانگت کی، اُدھر سے اُتنی ہوئی جدائی
بڑھائی تھوڑی سی جب اِدھر سے، بہت سی تم نے اُدھر گھٹائی
نہ ہم سے بگڑو نباہ دو جی! نہیں ہے کچھ تم کو دھیان اس کا
کہے گی خلقت، کہ ہوچکی بس، وہ دیکھو دونوں کی آشنائی

(رباعیات)

جلوت سے کہے بزم، مری بو دیکھو؟
یوں جام کہے جم سے، کہ مجھ کو دیکھو
ہر آئینہ، آئینہ مدل کا تیرے
کہتا ہے سکندر سے، کہ منہ کو دیکھو

سرِ طرزِ سخن، پہنچی کہیں اے "لطف" گلشن میں
نئے انداز سے، بلبل چمن میں اب غزل خواں

جس دن سے ہم، جنوں کے ہیں داماں لگے ہوئے
دامن کی جا، یہاں ہیں گریباں لگے ہوئے
اللہ رے قید خانۂ ہستی، کہ دم کے ساتھ
ہر اک قدم پہ لاکھوں ہیں زنداں لگے ہوئے
بارے! چھٹے اسیرِ بلا، اُس گلی میں آج
ہیں تودہ ہائے گنجِ شہیداں، لگے ہوئے
بیمار کا ترے، تو کھلا حال بعد مرگ
سینے میں زخم تھے کئی، پلکاں لگے ہوئے
رکھ! سوچ کر قدم مری وادی میں گردباد،
پاؤں سے اپنے ہیں یہ بیاباں لگے ہوئے

خورشید کی بھی آنکھ فلک پر جھپک گئی
تک جو گرہ نقاب کی اس کے سرک گئی

سب کنارہ گیر، اپنے اور بیگانے ہوئے
اب کی فصلِ گل میں ہم، بے طرح دیوانے ہوئے
سنتے ہیں، کی محتسب نے بیعتِ دستِ سبو
مژدہ، مے نوشاں! کہ پھر آباد مے خانے ہوئے

وہ خودفروش آگیا بارے چمن میں، گل
بوئے خودی، نکل گئی گل کے دماغ سے

رنگیں میں چھوٹی چھوٹی حکایتوں کے ذریعہ سے اخلاق کی تعلیم دی ہے - حاتم کے شاگرد تھے - سنہ ۱۲۵۱ ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کر اپنے دل میں تو انصاف ' میں روتھا رہوں کیوں کر ؟
گلے میں ڈال کر با نہیں منانا تیرا ' یاد آیا

تا حشر رہے ' یہ داغ دل کا   یارب ! نہ بجھے چراغ دل کا

کیا کرتے ہو ناصح ! تم نصیحت رات دن مجھ کو
اسے بھی ایک دن تم جا کے سمجھاتے تو کیا ہوتا ؟

کھینچ لائی ہے اسے ' اے کشش دل تو یاں تک
بارے صد شکر کہ تجھ کو بھی یہ مقدور ہوا

قسم ہے ایک عالم کو ' رُلا دیتا ہے اے " رنگیں "
وہ اس کی جھڑکیاں کھاکر ' ترا مجبور ہوجانا

جو لکھا تھا ' اُس نے ' وہ تو پڑھ لیا اے نامہ بر !
اب یہ جی میں ہے کہ لیں حرف زبانی کا مزا
لذت اُس کے تیر کی ' " رنگیں " ! بیاں کس سے کروں ؟
میں نے پایا ہے کچھ ' اس درد نہانی کا مزا

[۱] مہر جہاں تاب -

سلہ رکھتے ہیں کیا ؟ صاحب تاج و دیہیم
جو خاک نشینوں کے تئیں جانیں سقیم
ہم ' آنکھ اُٹھا دیکھیں نہ گردوں کي طرف
گر خم نہ ہو ماہ نو برائے تعظیم [۱]

رنگین

(مرزا) سعادت یار خاں نام ' ان کے والد مرزا طہماسپ بیگ توران کے رہنے والے تھے ' لاهور آئے اور نواب حسین الملک کی سرکار میں ملازم ہوئے -

رنگین سرهند میں پیدا ہوئے ' دهلي میں تربیت پائی شہ سواری ' تیراندازی میں کمال تھا ' گھوڑوں کے بہت اچھے معالج تھے ' اکثر شاهزادوں کے مصاحب رہے ' کبھی کبھی تجارت بھی کرتے تھے ' شوخی اور بذلہ سنجي میں مشہور تھے ' زبان کے چٹخارے زیادہ ہیں ' لیکن مضمون آفرینی سے بھی نہیں چوکتے ' کلام میں گداز بھی ہے -

تصانیف میں چار دیوانوں کا مجموعہ ہے دواوین کے نام ریختہ - بیختہ - آمیختہ - انگیختہ ہیں ان کے سوا اور بھي کتابیں ہیں -

ایجاد رنگین - فرس نامہ - رنگین نامہ - مجالس رنگین - مثنوی دل پذیر - اپني اپنی جگہہ پر مقبول اور قابل قدر ہیں - ایجاد

---

[۱] گلشن هند - دیوان لطف -

دم کہیں لیں گے نہ پھر ' تابہ عدم
تیرے کوچے سے اگر جائیں گے ہم
زیست باقي ہے ' تو اپنا " رنگیں "
نام اس عشق میں کر جائیں گے ہم

گرم ان روزوں میں ' کچھہ عشق کا بازار نہیں
بیچتا دل کو ہوں میں ' کوئی خریدار نہیں

دل وہ کیا دل ہے کہ جس دل میں کوئي یار نہیں
یار کیا یار ہے جو یار کہ دل‌دار نہیں
غم وھي غم ہے کہ جس غم سے بھرا ہو سینہ
سینہ کیا سینہ ہے جو سینہ کہ افگار نہیں

ہم رہے کنج قفس میں ' فصل گل جاتي رہے
اب ' کہو چشم رہائي کیا رکھیں صیاد سے ؟

چاہ کر ہم اُس پری رو کو جو دیوانے ہوئے
دوست ' دشمن ہو گئے اور اپنے ' بیگانے ہوئے
پھر ننگے سر سے یہ جي میں ہے کہ دل کو ڈھونڈھئے
خاک کوچے کی تري ' مدت ہوئی چھانے ہوئے

پابوس یار کی ہمیں حسرت ہے اے نسیم!
آہستہ آئیو تو ہمارے مزار

رہروانِ عدم، ذرا ٹھہرو!
ہم بھی چلتے ہیں ساتھ، دم لے کر

راکھ کا اک ڈھیر دیکھا اور کچھ پایا نہ خاک
اپنے سینے میں بہت سی، میں نے کی دل کی تلاش

مجھ سے ہے کعبہ و بت خانے کی یارو! رونق
نظر آتا ہے مجھے دونوں جگہ جلوۂ حق

کل شام کو، ''رنگوں'' سے کہیں آنکھ لڑی تھی
سر کے نہیں وہ، روزن دیوار سے اب تک

زاہد! بتا کہ کعبے میں کیا دیکھتا ہے تو؟
جاتے ہیں دیر میں تو صنم دیکھتے ہیں ہم

تو نہ گزرے گا جفا سے تو، یار!
جان سے اپنی گزر جائیں گے ہم
تیری دہلیز پر، اپنے سر کو
ایک دن کاٹ کے دھر جائیں گے ہم

رباعي

اے موجب عیش و شادمانی پھر آ
اے باعث لطف زندگانی پھر آ
میں ھوں ترے بن ' چشم خوباں میں ذلیل
پھر آ تو اب اے میری جوانی پھر آ [۱]

نمونه مثنوي ایجاد رنگیں :—

حمد باري

ھوسکے ھے حمد کیا ' اس پاک کي
پاک کي ' جس نے یہ صورت خاک کي
سوخت ھوں جس جا ' ملائک کے بھي پر
اس جگھہ میں کر دیا اس کا گذر
یاں تلک رتبہ دیا اس خاک کو
کر دیا فرماں میں ھفت افلاک کو
واقف اسرار اس کو کر دیا
تھا جو نور معرفت ' سو بھر دیا
کنج مخفي میں جو تھا اسرار غیب
اس پہ ظاھر کر دیا بے شک و ریب
پھر " نفخت فیہ " فرما یا کسے
جز بشر ' یہ حکم آیا ھے کسے
بے ستوں ' بر پا کیا افلاک کو
اور پاني پر بچھا یا خاک کو

[۱] انتخاب حسرت —

دل کو کوئی کس طرح سنبھالے
یاں جانؔ کے پڑ رہے ہیں لالے

روح نے جسم پر، گرانی کی   اب یہ حالت ہے ناتوانی ہے

خوب ہے ایک ایک سے، دنیا میں جو محبوب ہے
پر جو ہم نے خوب دیکھا تو وہی کچھ خوب ہے

ہر گھڑی دھیان اُدھر، اے دل نادان نہ جائے
ہے یہی خوب کہ یہ بات کوئی جان نہ جائے
جوش سودا میں تو واشد نہیں ہوتی دل کو
جب تلک ہاتھ مرا، تابہ گریبان نہ جائے

تشنہ کاموں کو بھی کرنا، ایک دو قطروں سے یاد
جب کہ تو لبریز ساقی! ساغر صہبا کرے

"رنگیں" اک وضع پر گذارا نہ ہوا - دنیا میں آہ
گذرا جو کچھ، وہ پھر دوبارا نہ ہوا - ہر شام و پگاہ
چاہا ہم نے بہت نہ چاہا اس نے - مجبوری ہے
چاہا اس کا ہوا، ہمارا نہ ہوا - اللہ اللہ

مرمانی سے زیادہ لاتے ھیں ' اپنے رنگ خاص کے استاد ھیں ' شاہ حاتم کے شاگرد تھے -

گھوارے میں آپ اپنے ' وہ جھولے ھے شب و روز
انسان میں یہ دم ' نہیں آتا ھے نہ جانا
ھے نام " نثار " ! اپنا حقیقت میں بھکاری
اور اسم شریف اس کا جو پوچھو تو ھے داتا

اک ایک سے کہا کہ مجھے چاھتا ھے یہ
خانہ خراب تو مرا پردہ اُٹھا گیا
اس سر زمیں پہ لاکے مجھے ' آج آسماں
سجدے کو تیرے نقش قدم کے ' بٹھا گیا

کیا فسوں تونے خدا جانے ' یہ ھم پر مارا
تجھ سے پھرتا نہیں دل ' ھم نے بہت سر مارا

تجھ سوا کوئی نہیں عشق بتاں میں یارب !
زور بازو کا بھروسا ھے نہ زر کا تکیا
ضعف کا کام کھلتا ' اب تو بہت دور " نثار "
پلنگ داغ کیا ھم نے ' جگر کا تکیا

کہہ، تو تو، اس درد کو کہتا ہے کیا
ہوسکے مطلق نہ جس کی کچھ دوا
بولا طوطا جو ہیں دکھ، دنیا میں آج
کوئی اُن میں تو نہیں ہے لا علاج
اور لگا کہنے کہ یہ آ سان ہے
جو نہ جانے اس کو، وہ ان جان ہے
آج تک تو ہیں کھلے، توبہ کے در
حق سے ڈر کر، دل میں استغفار کر
جب خدا نا کردہ، ہو جاویں گے بند
تب نہیں ہونے کی توبہ سود مند
غرق گو عصیاں میں ہے، سرتا بہ پا
پر اُمید عفو سے، مت ہاتھ اُٹھا
کچھ خلل اپنے نہ لا، اوسان میں
ہے لکھا ''لا تقنطو'' قرآن میں [۱]

نتھا

محمد امان نام، سعادت‌اللہ معمار کے بھتیجے اور ''اُستا'' معمار کی اولاد میں تھے، جامع مسجد دھلی اِنھیں کی بنائی ہوئی ہے - دھلی کے رھنے والے تھے -

دھلی پر جب آفت آئی تو یہ لکھنؤ چلے آئے، یہاں ان کی عزت ہوئی - غزل کی ضروریات، کلام میں موجود ہیں الفاظ

[۱] نسخۂ قلمی ایجاد رنگین

کہتا ہے یار مجھ سے ' تو ساتھ مت پھرا کر
میں بھی خراب ہوں گا ' تو بھی خراب ہوگا

دل سے ترا خیال ' کوئی کیا اُٹھائے گا
یہ نقش کالحجر ہے ' اسے کیا مٹائے گا
میری طرح دیا ہے جسے حق نے داغ عشق
کس واسطے چراغ ' وہ گھر میں جلائے گا

حیف صد حیف ' ہمیں بھول گئے بندہ نواز
ایک پرزہ نہ کسی روز رقم فرمایا

منظور ہے جو تم کو ' ہم زخمیوں کا جینا
تار نگہ سے پیارے ! سینے کے زخم سینا
گو عید کو نہ آئے تو بعد ہی کو ملئے
اے رشک ماہ ! خالی جاتا ہے یہ مہینا

گالی رہی اُدھر سے ' اِدھر سے دعا رہی
اُس کا رہا یہ قول ' ہمارا یہ ڈھب رہا
جانے دے مال و جان ' دل و دیں کہا تو جائے
اپنی جو ایک آن رہی یاں ' تو سب رہا

بگڑ نہ مجھ سے ، میں دیکھوں ہوں پاک نظروں سے
کچھ اور جی میں نہ لے جا ، کدھر گمان گیا

اچھا نہ ہوگا بیمار ، اُس چشم سرمہ سا کا
بس اے طبیب بس کر ! دیکھا اثر دوا کا
اقبال زخم سینہ ، ہے بر سر ترقی
شاید کہ تیر تیرا ، رکھتا تھا پر ہما کا

ہوگئی عید مرے کلبۂ احزاں میں " نثار " !
اس صنم کو جو مرے گھر میں خدا لے آیا

پھر ہمدم ہو گیا اور ہم ہوے دم میں جدا
واہ وا اے چرخ برہم ! کیا کیا تھا ، کیا ہوا

ہے جو سینے میں جگر ، دھکے ہے انگارا سا
دل جو پہلو میں ہے ، بے تاب ہے وہ ، پارا سا
دل کہیں ، دیدہ کہیں ، جی ہے کہیں ، جان کہیں
گردش چرخ میں ہر ایک ہے ، آوارا سا

ہم چھین لیں گے آئینہ ، مت دیکھ اپنی انکھڑیاں
اے شوخ تو بیمار ہو ، کیوں کر یہ دیکھا جائے گا ؟

دل گرا چاہ زنخداں میں ، سنبھالا نہ گیا
سامنے آنکھوں کے ڈوبا ، پہ نکالا نہ گیا

صورت لکھوں کہ ناز لکھوں یا ادا لکھوں
مانی کہے ہے دیکھ تجھے ، آہ کیا لکھوں ؟

شاید کہ اُس گلي میں کسی سے لڑي ہے آنکھ
یہاں بیٹھنا "نثار" ترا بے سبب نہیں

عید کا چاند ہوگئے ہو تم کب کے ؟ ہم انتظار بیٹھے ہیں

اس شوخ ستم گر سے ابھی یار ہوئے ہیں
هم تازہ مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں

کچھ بات " نثار " اس کي نگاہوں کي نہ پوچھو
یہ تیر ، کلیجے کے مرے ، پار ہوئے ہیں

روبرو ہوتے هي اُس کے ، عقل ہوجاتی ہے گم
کچھ کا کچھ بکنے لگوں ہوں ، بات کر آتي نہیں
آہ کس بے درد ، بے پروا کے هم پھندے میں ہیں
سیکڑوں مرتے ہیں ، اس کو ایک کا بھي غم نہیں

خبر رہی نہ مجھے تن بدن* کی اپنے جب
مری خبر کے لگے، تب وہ بے خبر آیا
پھرے تھا دامن صحرا میں، جیب چاک کئے
"نثار" شہر میں آیا، تو راہ پر آیا

کس جفاکار سے ہم، عہد وفا کر بیٹھے
آخر اس بات نے، اک روز پشیمان کیا
آج بولا وہ صنم مجھ سے، مبارک ہو "نثار"
تیری مشکل کو خدا نے ترے، آسان کیا

چھوڑا جو کام باقی، پھر جیب میں رفو کا
اے پنجۂ جنوں! ہم جانیں گے تجھ کو چوکا
وہ خود بہ خود جو یاں تک آوے، تو زندگی ہے
ہم کو تو اب نہیں ہے، مقدور جستجو کا
کیا قہر ہے؟ میں جس کی دیدار کا ہوں تشنہ
وہ تشنہ ہو رہا ہے یارو! مرے لہو کا

اُمید شفا ہے لب جاں بخش سے، اس کو
شرمندۂ عیسیٰ نہیں بیمار تمہارا
ہے نام رہائی سے جسے ننگ، جہاں میں
محبوس ہو وہ کون؟ گرفتار تمہارا

مہتاب نے دیکھا ہے جو اُس پردہ نشیں کو
بدلی میں سے وہ جھانکے ہے ' چھپ چھپ کے زمیں کو

یارو ؟ مجھے سنا کے نہ تم اس کا نام لو
سر پھوڑ مر نہ جاؤں ' مجھے پہلے تھام لو

لڑاتا ہے جو آئینہ سے وہ آنکھیں ' لڑانے دو :
اگر آتا ہے اپنے دام میں ابھی ' تو آنے دو
ہمارا ہاتھ مت پکڑو ' بہار آئی ہے جانے دو
گریباں کی ' ہمیں اب دھجیاں یارو ' اُڑانے دو

بد عہد ہو ' بد قول ہو ' گم راہ تمہیں ہو
ہاں سچ ہے کہ جھوٹوں کے شہنشاہ تمہیں ہو

کہاں رہا ہے مجھے ؟ اپنے تن بدن کا ہوش
ہوا ہوں مست ' تری پر خمار آنکھوں سے

رخ پر جو ترے ' زلف سیہ فام نہیں ہے
یہہ صبح قیامت ہے ' اسے شام نہیں ہے
ہر صبح ' ترے در پہ نہ آبیٹھوں میں کیوں کر
ناچار ہوں ' مجبور ہوں ' آرام نہیں ہے

نے دھواں دل سے اُٹھے ' یارو ! نہ پروانہ جلے
آتش خاموش ہوں ' مانند گلزار چمن
بلبل رشتہ بہ پا ' لٹکے ھے شاخ گل سے آج
سخت الجھیڑے میں ھے ' یارب ! کُھُل کر چمن

جگر پہ ' عشق یہ کہتا ھے ' داغ دیتا ہوں
شب فراق ! میں تجھ کو چراغ دیتا ہوں

رات بہکي جو زباں ' یار کی ' مے نوشي میں
جو نہ کہنا تھا کہا ' عالم بے ھوشي میں
خط مرے یار نے ' واں جاکے لکھے سب کو "نثار"
رہ گئے ایک ھمیں ' ھائے فراموشي میں

اشک ہوئے ھیں اب تو ایسے ' ھم کو بہائے دیتے ھیں
تختي کیسی ؟ حیف یہ لڑکے ' دھوکے مٹائے دیتے ھیں

بہت کیوں لگ چلے اس سے ' جو ناحق جھڑکیاں کھائیں
وقار اپنے کو ' ھم نے کھو دیا بے امتیازي میں

شعلہ و پروانہ کا سا ' میرے اس کے ربط ھے
آشناؤں کا نہیں یارو ! میں شب کا یار ہوں

وہ سوئے خواہ جاگے ' جاویں گے کام کر کے
سرکیں گے ہم تو اپنا قصہ تمام کر کے

اتراؤ بہت ' نہ پان کھا کے باتیں نہ کرو ' چبا چبا کے

گریہ و نالہ و فریاد و فغاں رکھتے ہیں
عاشقوں میں ہیں ' ترے ہم سروساماں والے

کہتا ہے مبارک ' کوئي کہتا ہے سلامت
ہے روٹھ کے ملنا بھي ' ملاقات مزے کي

اے ہم نشیں ! تمنا مت پوچھ میرے جی کي
اظہار کیا کروں میں ' ہے آرزو کسي کی

ہم کو تو یاد کوئي غزل ہے ' نہ فرد ہے
مصرعہ ہے ایک یاد ' سو وہ آہ سرد ہے

جوں سایہ ' ساتھ ساتھ پھروں کیوں نہ یار کے
ہوں اختیار میں ' دل بے اختیار کے
تارے جو گن رہا ہوں جدائي کی رات میں
گویا کہ ہوں عذاب میں روز شمار کے

غنچہ ساں ' اپنی زباں لال ہے لاچاری سے
بول سکتے نہیں کچھ ' دل کی گرفتاری سے

مژگاں پہ ' جو انگشت نما لخت جگر ہے
اس ماہ سے ' یہ آنکھ لڑانے کا ثمرا ہے

شوق پروانہ کو اب مژدۂ مایوسی ہے
کیونکہ وہ پردہ نشیں شعلۂ فانوسی ہے

کاری جوں نگیں ' یارو ' ہمارا کام ہے
کوہ کن کی طرح ' اپنا بھی جہاں میں نام ہے

یاں تو جلدی ہے جی سے جانے کی   دیر ہے بس تمہارے آنے کی
صورت نقش پا " نثار " ! اسے   آرزو ہے مرے مٹانے کی

تو غیر کے گھر جاکے بغل گرم کرے ہے
مرتا ہے جو تجھ پہ ' وہ دم سرد بھرے ہے

جل بجھے سینے میں دل ' لیکن نہ نکلے منھ سے آہ
ہو متقل کر کے ' میں گھر کو جلاؤں تو سہی

اُس آئینہ طلعت کي ' اب مجھ سے یہ صورت ہے
ظاہر میں صفائي ہے باطن میں کدورت ہے

ہم سے کیا پوچھتے ہو ? گوہر دل کی قیمت
ہم نے مختار کیا آپ ہي ٹھہرا دیجے

تھا جنھیں حسن پرستي سے ہمیشہ انکار
وہ بھي اب طالب دیدار ہیں ' کن کے ؟ ان کے

خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھے ہے
آنکھوں ہي میں چاہے ہے جسے ' مار رکھے ہے

ہے درد سے بے کل ' جو ترا چاہنے والا
پہلو میں مگر دل کی جگہہ ' خار رکھے ہے

کہتا ہے کوئي برق ' کوئي شعلۂ آتش
اِک دم جو ٹھہر جائے ' تو اک بات ٹھہر جائے

بوندوں کی جتا کھولے ' آتي ہے گھٹا کالي
لا ساغر مے ساقي ' بدلي بھي ہے متوالي

لبریز فغاں، ہجر میں تاچند رہوں میں
یہ عمر کا ساغر، کہیں اب جائے چھلک بھی

جگر تو ٹکڑے ہوا، تیغ غم سے کٹ کٹ کے
خدا کرے نہ کسی کا کسی سے دل اٹکے
ہر ایک تار میں، افسوں جدا جدا ہے ملا
ہزاروں یاد ہیں زلف نگار کو لٹکے
نہ سوکھ سوکھ وہ کانٹا ہو کس طرح سے " نثار "
کہ جس کے دل میں سدا خار غم پڑا کھٹکے

بے کار کبھو رات کو بھی میں نہیں رہتا
جوں شمع، مجھے تا بہ سحر مشق فنا ہے
کیا قہر ہے ہم دیکھ کے خوش ہوتے ہیں جس کو
سو اس کی یہ صورت ہے کہ صورت سے خفا ہے

معلوم حال میرا، یارو تمہیں نہیں ہے
بیٹھا تو ہوں میں تم میں، پر دل مرا کہیں ہے

بنی ہے اب " نثار " ناتواں کی جان پر
دیکھنا تک اے دل ناکام، تیرے واسطے

تجھ بن، چمن کي سیر سے، کیا یار لے گئے
جوں لالہ، داغ سینے پہ دو چار لے گئے

حسرت

جعفر علی نام، ابوالخیر عطار کے بیٹے اور لکھنؤ کے رہنے والے تھے - معمولی تعلیم پائي تھی لیکن شعر و سخن سے فطری مناسبت ہونے کي وجہ سے مہارت اور کمال پیدا کر لیا تھا - زندگی کا بڑا حصہ فراغت سے گزرا، آخر عمر میں فقیری نے رنگ میں آکر گوشہ نشیں ہو گئے تھے - مشہور ہے کہ جس قدر ان کے تلامذہ تھے کسي شاعر کو نصیب نہ ہوے، اشعار میں جذبات کي موجیں ہیں، خیالات بلند اور پاکیزہ ترکیبیں موزوں ہیں، بندش چست، بے ساختگی اور انداز بیاں بہت دلچسپ ہے -

راے سرب سنگھ دیوانہ کے شاگرد اور جرأت اور خواجہ حسن کے سے مشہور اساتذہ فن کے استاد تھے - سنہ ۱۲۱۷ ھ میں وفات پائي [۱] -

---

کیوں مرے خوں سے شمشیر کو آلودہ کیا
آپ نے رنج اُٹھایا، مجھے آسودہ کیا
زیست میں بادہ کشي، حسن پرستی سے مرا
اس سوا جس نے کیا کام سو بے ہودہ کیا

[۱] - گل رعنا گلشن ہند -

سیماب ہے یا شعلۂ آتش ہے الٰہی
کیا چیز ہے سینے میں کہ دل جس کا لقب ہے

کیا کام ہوا ہم سے خدا جانئے ایسا
اپنا ہی ' جہاں سنئے ہیں مذکور رہے ہے

نقاب اپنے منھہ سے اُٹھادے اُٹھادے
تجلی کا جلوہ دکھادے دکھادے

جانے کا اپنے نام نہ لو تم ' زبان سے
تم شہر سے گئے ' تو گئے ہم جہان سے

یارو معاف رکھیو درخود نہیں رہے ہم
اب اختیار ' اپنے ہاتھوں سے جارہا ہے

دل نہیں ' ہوش نہیں ' صبر نہیں ' تاب نہیں
اب وہ ' کس چیز کی خاطر مرے گھر آتا ہے ؟

انکار تو نہ کر ؛ مرے ہاتھوں سے پان لے
کافر ! خدا کے واسطے یہ بات مان لے

اگر جھولے تو میرے دل کے جھولے میں تواے ظالم !
رگِ جاں ' سے ترے جھولے کو ' میں رسی بنائی ہے

اے دل! اگر تڑپتا تھرا یہی رہے گا
کاہے کو تو جئے گا کاہے کو جی رہے گا
ڈھلنے دے مے کو ساقی! ہم تو چلے یہاں سے
قسمت میں جس کی ہوگا، سو جام پی رہے گا

کوئی اپنا، نہ آشنا دیکھا   جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا
بھولتا ہی نہیں وہ دل سے، اُسے   ہم نے سو سو طرح بھلا دیکھا

خدا حافظ ہے، کیوں محفل میں اُس کا نام آیا تھا؟
تڑپنے سے ابھی دل کو مرے، آرام آیا تھا

کیا مجال اس کی، کہاں تو اور کہاں میرا غبار؟
لگ چلا دامن سے، تیری مہربانی کے سبب
اپنے لب تو، وا کر اے خندۂ زخم جگر
چرخ دے گا لاکھ غم، اس شادمانی کی سبب

نہ تیغ یار سے گردن پھراؤں میں ہرگز
کہ عین لطف سمجھتا ہوں میں، جفائے حبیب
پتنگے شمع کے صدقے ہوں، بلبلیں گل پر
کوئی کسی کا فدا ہو، میں ہوں فدائے حبیب

دن تو کٹتا ہے شغل میں، لیکن
درد دیتا ہے زخم کاری رات

یوں خزاں آئي چمن پر ' ہاے بلبل کیا ہوا ؟
لالہ و سوسن کہاں ہیں ؟ سنبل و گل کیا ہوا

دل پر نہیں اختیار اپنا افسوس ! گیا قرار اپنا
کي دل نے بھي آہ بے وفائي کوئي نہیں غم گسار اپنا
تو آنے کو یاں کے ' دن گنے ہے ہم کرتے ہیں ' دم شمار اپنا
تیرا تو تب اعتبار کیجئے جب ہووے کچھ اعتبار اپنا

شاید اس کوچے میں جاکر ' وہ بھي کھو آیا حواس
بولے ہے بہکا ہوا ' پیغام بر کو کیا ہوا

مجھے تک سانس بھي ' یہ دردغم لینے نہیں دیتا
عجب کچھ درد ہے دل میں ' کہ دم لینے نہیں دیتا
اجل سو بار آئي ' رنج میرا دور کرنے کو
ولے احساں ' مدعے تیرا کرم لینے نہیں دیتا
تمنا خاک کو میری قدم بوسی کي ہے ' لیکن
چلے ہے بچ کے وہ ظالم ' قدم لینے نہیں دیتا

پھر ادھر قتل کو ' آنکھوں سے اشارا نہ کیا
جسم بسمل هي رکھا ' کام ہمارا نہ کیا

اپني خاطر ' نہيں منظور رہائی مجھ کو
ہم ہوں آزاد تو ہو رنج سے آزاد قفس

مست میں تو ہوگیا ' تیري نگہہ سے ساقیا !
اب نہیں مجھ میں رہا ' مے اور پیمانے کا ہوش

قابل غارت نہیں ' اس خانۂ ویراں کی بساط
دیکھ لے دست جنوں ! میرے گریباں کي بساط

اتني مجھے نہیں ہے دل و جاں کي احتیاط
منظور جتني ہے ترے پیکاں کسي احتیاط
گر ہے یہي بہار کي شورش ' تو ناصحا !
تجھ سے نہ ہوسکے گي ' گریباں کی احتیاط
وہ جس کو معصیت سے بچائے ' وہي بچے
" حسرت " ! نہ کام آئي کچھ انساں کی احتیاط

بہت مشتاق ہے سننے کا ' " حسرت "
کوئي تو منھ سے کہہ ' پھر خدا لفظ

جان جاتی ہے مري ' درد و الم سے کیا کروں ؟
آہ اے بے تابي دل ' وائے شورش ہائے داغ ؟

وصل ہے ' صبح کی آمد ہے ' ادھر آج کی رات
غم کا اس دل سے* ہے ' آہنگ سفر آج کی رات
کل کو کیا جانئے ? صحبت یہ رہے یا نہ رہے
ساقیا ! جام جو بھرنا ہے تو بھر ' آج کی رات

آنکھوں میں دم تھا سو بھی چلا ' بے وفا ! پہونچ
آنا اگر ہے تجھ کو ' تو جلدی سے آ پہونچ*

دیکھی نہ ایسی جنگ ' نہ میں زینہار صلح
سو بار دن میں لڑتے ہو اور سو ہی بار صلح
پسائے رقیب ' صلح کے اب درمیان ہے
کس طور سے رہے گی میاں پائیدار صلح

مجنوں ! ترے ہی پاؤں کے ' ٹوٹے ہیں آبلے
ہر نوک خار سرخ ہے ' دیتا ہے بن ' بہار

کس کی قسمت میں رہائی تھی ' چمن جا دیکھا
فصل گل بھی چلی ' ہم تو رہے زنداں میں ہنوز
سیکڑوں بار کیا تو نے خراب اس دل کو
پر محبت ہے تری ' اس دل ویراں میں ہنوز
سووے آرام سے ' کس طور ? کوئی زیر زمیں
فتنۂ عشق تو بیدار ہے ' دوراں میں ہنوز

نہ ہووے درد کیوں کر ؟ آہ صبح و شام پہلو میں
کہ دل لیتا نہیں اک آن بھي آرام پہلو میں

بھلادیں یار نے دل سے ہمارے اور بھي یادیں
عجب تاثیر یہ رکھتي ہیں اہل دل کي فریادیں

جو بےتابي ' دل عشاق کی باطل سمجھتے تھے
مرے سینے پہ آکر ان دنوں وہ ہاتھ دھر دیکھیں
لگیں تھیں آہ اک مدت سے جس کے ساتھ یہ آنکھیں
سو غائب ہوگیا آنکھوں سے اپنی ' اب کدھر دیکھیں
سدا آہٹ لگی رہتي تھي ہم کو ' جس کے آنے کی
سو کس اُمید پر اب ہائے ہردم سوئے در دیکھیں

نہ دیکھ اے شیخ تو ان کي طرف چشم حقارت سے
گدایان خرابات اک نگہ میں شاہ کرتے ہیں
قفس میں ہم نہیں کچھ بولتے صیاد کے ڈر سے
چمن کے مرغ ' نالے اپنے خاطر خواہ کرتے ہیں
سخن آورد کا " حسرت " نہ پہونچے درد کو ہرگز
کہ دل پر ' آہ نکلے ہے تو اِس پر واہ کرتے ہیں

دشت میں کر ' چلنے کی تدبیر ہونا ہو سو ہو
توڑ دیوانے تو اب زنجیر ' ہونا ہو سو ہو

اک نظر دیکھا تھا کیا تجھ کو کہ آیا مجھ پہ ظلم
کیا کہوں میں ؟ ہوگئے سب اپنے بیگانے حریف

ہم کو نہ مرگ نے نہ قضا نے کیا ہلاک
اس کے ستم اور اپني وفا نے کیا ہلاک

تری فرقت میں ہے شام و سحر مجھ کو ' عجب مشکل
جو شب کاٹي تو دن مشکل ' جو دن کاٹا تو شب مشکل
کرم سے کھول ! جو عقدے پڑے ہیں کام میں میرے
ترے آگے ہیں سب آساں ' مرے نزدیک سب مشکل
ابھي تو "حسرت" اس پر عشق یہ پوشیدہ ہے تیرا
وہ جب پہچان جائے گا تجھے ' ہووے گي تب مشکل

صبح روشن رہے ' گلشن میں مبارک گل کو
"حسرت" ! اپني مجھے غربت کي ہے اس شام سے کام

آخر ترے غم میں ' مر گئے ہم — بھرنا تھا جو دکھ سو بھر گئے ہم
عقبیٰ کی بھي ' کچھ خبر نہیں ہے — دنیا سے تو بےخبر گئے ہم
کر تک تو اثر ' کہ اپنے جی سے — اے نالۂ بے اثر گئے ہم
شبنم کي مثال ' اس چمن میں — شب آئے تھے ہم ' سحر گئے ہم
واماندوں پہ دیکھئے کہ کیا ہو ؟ — اپنا تو نباہ کر گئے ہم

نہیں چمن ایک آن، کیا کیجئے ؟
مفت جاتی ہے جان کیا کیجئے
تجھ سے کیا کہئے درد دل لیکن
نہیں رکتی زبان کیا کیجئے
آشیاں ہی اُجڑ گیا اپنا
وہ کے اے باغبان کیا کیجئے

موا بھی میں، تو تری چشم کی کبھو نہ گئی
یہ شکر ہے کہ گیاجی پہ آبرو نہ گئی
بہار ہو چکی اور شور بلبلوں کا گیا
مرے دماغ سے اس گل کی ہائے بو نہ گئی
غبار ہو کے صبا سے ملے کہ واں پہونچے
فرض کہ خاک ہوئے تو بھی آرزو نہ گئی
نہ جانوں کیا تجھے الفت تھی گل سے اے بلبل
کہ اپنے جی سے گئی، پر چمن سے تو نہ گئی

پٹکئے دے مجھے سر اس کے آستانے سے
خبر کروں ہوں میں اپنی، اسی بہانے سے
مثال نقش قدم، یاں سے اٹھ نہیں سکتے
تری گلی میں نہ جانا، بھلا تھا جانے سے
تسلی ہے دل بیمار کو ترے باعث
خدا کے واسطے مت اٹھ! مرے سرہانے سے

موت آجائے کہیں اس دل شیدائي کو
روز سمجھائے کہاں تک؟ کوئی سودائي کو
ناتواني سے تڑپنے کی بھی طاقت نہ رھی
کس طرح کاتیے یارب! شب تنہائي کو

ھرآن ھے مژگاں پر لخت جگر تازہ
یہ نخل محبت میں دیکھا ثمرِ تازہ

زنہار نہیں پیارے یہ وضع پسندیدہ
ھرآن ھو آزردہ ھروقت ھو رنجیدہ
آ نکلے اگر ایدھر، کیا کیجئے نثار اس پر
اک جان ھے سو والہ، اک دل ھي سو شوریدہ
ایک عمر ھمیں گذري وصلت کا نہ دن دیکھا
جاگیں بھی کہیں یارب! یہ طالع خوابیدہ

جگر سوزاں ھے دل بے تاب ھے اور چشم گریاں ھے
اِلٰھي! دن ھے میري مرگ کا یا شام ھجراں ھے
جو ایسا ھی دل دیوانہ میرے درپئے جاں ھے
تو پھر اک روز میرا ھاتھ اور اُس کا گریباں ھے

شروع عشق ھے اے ھم نشیں اور جوش سودا ھے
نہ کر زنجیر مجھ کو میں ھوں اور دامانِ صحرا ھے

معلوم ہے مجھ کو کہ میں تجھ بن نہ جیوں گا
کیوں کر نہ کروں تجھ سے میں انکار جدائی

ترے بن ' کس طرح یارب مری اوقات گزرے گی
الٰہی ! دل کو بے تابی ہے کیونکر رات گزرے گی

تمھیں غیروں سے کب فرصت ' ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہوچکا ملنا نہ تم خالی ' نہ ہم خالی

نہ تنہا مشت خس کے پھونکنے سے باغباں گزرے
ہمارے آشیاں سے برق بھی دامن کشاں گزرے
گذر اس کا ادھر ہو یا ادھر اپنا گذارا ہو
جو اپنی گردشوں سے ایک دم بھی آسماں گذرے
جو کچھ شرط وفا تھی سو بجا لاے ہیں ہم دونوں
نہ گذرے تم ادھر اور اپنے جی سے ہم یہاں گذرے

کہہ بیٹھے برا منہہ سے ' بھلا اور بھی کچھ ہے
دشنام ہی دی جاتی ہے یا اور بھی کچھ ہے

ہمارے کام پہ ہرچند ' آسمان پھرے
تجھے قسم ہے جو تو اس طرف کو آن پھرے

کسی کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز
وفا کا رسم اٹھا " حسرت " ! اس زمانے سے

کھینچتا ہوں نالۂ جاں کاہ ' دل کے ہاتھ سے
آہ دل کے ہاتھ سے ' صد آہ دل کے ہاتھ

مجھ کو تجھ سے خدا ' جدا نہ کرے
تجھ سے میں ہوں جدا ' خدا نہ کرے
اڑ گئی پر سے ' طاقت پرواز
کہیں صیاد اب رہا نہ کرے
تم جو کہتے ہو کہہ دو " حسرت " سے
آہ و فریاد یاں کیا نہ کرے

سرشک و خون ' مری چشم سے ملے نکلے
مگر یہ پھوٹ کے سینے کے آبلے نکلے
تمام دن تھے جدا ' آہ شمع و پروانہ
ملے جو شب کو تو آپس کے سب گلے نکلے
سراغ پوچھوں میں کیا ؟ اشک و آہ کا دل سے
کہ اس دیار سے ہو ' کتنے قافلے نکلے

واعظ نے قیامت کی اک بات بتائی ہے
کہتے ہیں جسے محشر ' سو روز جدائی ہے

کچھ دل میں جلوں تیرے ارمان نہ رہ جاوے
کي جيب تو سو ٹکڑے دامان نہ رہ جاوے

(ساقي نامہ)

کیفي اس کے ہمک رہے ہیں
اللہ اللہ بک رہے ہیں
بے شیشۂ عجب خلل ہوا ہے
دل آبلۂ بغل ہوا ہے
ساقي تجھے جام کي قسم ہے
مے خانے کے نام کی قسم ہے
اپني تجھے سر کشي کي سوگند
مت رکھیو خرد کا مجھکو پابند
ہردم ہے خزاں چمن کے درپے
لانا ہے تو لاوے ساغر مے
تجھ کو اپنی ادا کي سوگند
تجھ کو دل بے وفا کی سوگند
برسات کي بدلیاں یہ کالي
اور تو ردھے اپنا جام خالی
رہ جائے گي اتنی یادگاري
ہم سے ساقی نے کي نہ یاري [۱]

[۱] انتخاب حسرت

رونا نہیں جو یارو! اپنا دیار چھوٹا
مرنا ہے یہ کہ ہم سے اب کوئے یار چھوٹا
قول و قرار اس کا، جھوٹا ہوا تو غم کیا
غم ہے کہ اپنے دل سے صبرو قرار چھوٹا
رونے سوا نہیں ہے فرقت میں کام اپنا
یہ کام ہے کہ تجھ بن سب کارو بار چھوٹا

ضبط کر کے ہم قلق کو دل میں، گھبرائے بہت
منع بے تابی کیا پر اس میں دکھ پائے بہت
دل کو لے آئے تھے اس کوچہ سے ہوکر ہم خفا
پر دل و جان ہم پہ اب مل کر بلا لائے بہت

جاتی رہی غم سے، دل ناشاد کی طاقت
سو ظلم کرے وہ، کسے فریاد کی طاقت

سو گئے تم، ہمیں نہ آئی نیند   کس طرح سوئے پرائی نیند
چشم گریاں ہے مفت میں یارو   سیل میں اشک کے بہائی نیند

اے برق! آشیاں پہ سرے تو گذار کر
جاوے اب اس چمن سے مری بود و باش کاش

دے تو بیٹھا وہ ناز سے گالی   شرم سے پر نہیں اٹھائی آنکھ

آتا نہیں شب کو خواب، تجھ بن
بیداری ہے عذاب، تجھ بن
اے ماہ سپہر خوب روئی
سر گشتہ ہے آفتاب تجھ بن
سینے سے نکل پڑے گا گویا
ہے دل کو یہ اضطراب تجھ بن
"قسمت" کی بھی تجھ کو کچھ خبر ہے
دیکھا میں اسے خراب، تجھ بن

مرے اس خستہ دل کو پاس اپنے، یار رہنے دے
کوئی پوچھے تو کہنا میرے عاشق کی نشانی ہے

شب ہجراں ہے اور میں ہوں یہ آنکھیں اور آنسو ہیں
اذیت ہے، مصیبت ہے، نہایت ناتوانی ہے [۱]

ممنون

میر نظام الدین نام، فخرالشعرا لقب تھا، میر قمرالدین منت کے بیٹے تھے محمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے استاد تھے - پانی پت میں پیدا ہوئے، دہلی میں تعلیم پائی، عرصہ تک لکھنؤ میں رہے -

[۱] تذکرۂ مصحفی -

قسمت

(نواب) شمس‌الدولہ نام و لقب بارگاہ قلی خاں کے بیٹے تھے مرثیہ اور سلام میں بقول مصحفی ید طولی رکھتے تھے ' غزل میں زبان اور محاورہ بندی کے علاوہ جذبات تغزل کم ھیں جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے -

جوں ماہ منور ہو ' شب تار ہماري
" قسمت " ! وہ اگر چاندسی صورت نظر آوے

کہتے ہیں یوں چمن میں پھر آئی بہار گل
شکر خدا ' کیا تھا بہت انتظار گل

اگر تسبیح ہاتھ آتي نہیں ہے تیرے اے " قسمت " !
تو دانے توڑ ڈال اس کے کہ پھر زنار ہاتھ آوے

قاصد ! ترا گذر ہو اگر کوئے یار میں
کہیو کہ آرزو میں تري ' مرگیا کوئي

آتي نہیں کسي کي جو یارب صدائے پا
وا ماند گان قافلہ ' یارب ! کدھر رہے

تجھے ' نقش ہستي مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حائل ' اٹھایا تو دیکھا
یہ سب ' تیرے ہي حسن کا پرتوا ہے
نہ دیکھا تجھے ' تیرا سایا تو دیکھا

گماں نہ کیونکہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا
جھکا کے آنکھ سبب کیا ہے مسکرانے کا
و فور گریہ ' ترحم ! ہجوم نالہ ' کرم !
کہ ہے ارادہ ' اُسے درد دل سنانے کا

الهي جیب ' کہ دامن کہ آستیں ' دھوؤں
مژہ نے سیکھ لیا ' شغل خوں فشانی کا

رشک اُس پر ہے ' کہ یوں مر کر جو بسمل رہ گیا
سر قدم پر ' ہاتھ میں داماں قاتل رہ گیا
چل بسے پیش از سحر ' تھے جو رفیقان سفر
آہ اک سوتے کا سوتا ' میں ہی غافل رہ گیا

غش سے ہمیں افاقہ ' دم بھر کبھو نہ آیا
جب تک صبا کا جھونکا ' لے تیری بو نہ آیا

کلام میں روانی بھی ہے، اور لطف بندش بھی، تلمیحات تصوف و ضروریات تغزل دونوں موجود ہیں اپنے والد کے شاگرد تھے - مفتی صدرالدین آزردہ کے استاد تھے، سنہ ۱۲۹۰ع میں وفات پائی -

دیکھ کے نور جمال، سوچ کے کنہ کمال
مائل حیرت نظر، قائل حسرت، ذکا
باز ہو گر راہ دید، تو ہے ہر اک سو پدید
آئینہ خانہ جہاں، حسن ترا جلوہ زا

موسی دل رہ خموش ! دل ہی میں رکھ دل کے جوش
اس کے جھگڑے سے ہوش، کس کے رہے ہیں بجا
پائے خرد آبلہ، بلا
عرصہ گہہ معرفت، بے سرو بے انتہا
خوں میں تہاں سو بہ سو، جان دو صد آرزو
ہر طرف اس دشت میں، معرکۂ کربلا
ترس مناجاتیاں ناز خراباتیاں
کر کے گمان غضب، رکھ کے یقین عطا
سینہ ہے صندوق راز، نطق کرے قفل باز
ایک ہے گنج ہنر، ایک خزاین کشا
یہ جو ہے "ممنوں" ترا، بندۂ دل خوں ترا
تجھ سے ہی چاہے تجھے، کس سے کرے التجا

اے اشتیاق بیعت صنم! تیرے ہاتھ سے
چھٹتا ہے ساتھ، راہروانِ حجاز کا
تصویر بت چھپائی ہے "مسلوں" نے سجدے کو
گوشہ اُلٹ کے دیکھو تو ٹک جانماز کا

کس بے ادب کو، عرض ہوس ہر نگہ میں تھی
آنکھ اس نے بزم میں، نہ اٹھائی تمام شب

لگ اٹھی آگ، قفس میں صیاد!
برق ہے، اپنے نفس میں صیاد!

یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جائے گا
ہم یہ سمجھے تھے، چلے آئیں گے دم بھر دیکھ کر

آہ کس کا دل زخمی ہے نہ خاک، ہنوز
کہ نکلتے ہیں لئے گل، جگر چاک ہنوز

کیوں کریں؟ ہاتھ کو اب ہم سوئے مغرور، دراز
پاؤں، بیٹھے ہیں کیے ہم طرف گور دراز

دل خروشاں یہاں ہے، لب خاموش
خم سر بستہ میں بھرے ہیں جوش

کیا کہہ گئے اطبا ' بیمار کو تمہارے
کہتے ہیں ' آسرے پر اس کو خدا کے چھوڑا
"ممدوں" ! مئے محبت ' پی سہل مت سمجھ کر
یہ جام ' کب کسی نے منھ سے لگا کے چھوڑا

سینے میں ایک نفس بھی ' نہ ترا تیر رہا
خون حسرت میں تڑپتا ' دل نخچیر رہا
ہائے رے بے کسی دامن و بے یاری جیب
کہ مرا دست جنوں ' بستۂ زنجیر رہا

غمزے نے کس کے ؟ تیغ لگائی کہ چشم میں
انداز صد نگاہ تمنا ' لہو ہوا

اس کی آنکھوں سے ستاروں کی نمک ریزی پوچھ !
صبح تک جس کا کھلا دیدۂ بے خواب رہا

گلہ میرا ہے ' رنگ چہرہ گونا گوں ہو مجلس میں
اشارہ غیر سے کرنا ' گلہ ہے جان من کس کا

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا ' نہ ناز کا
یہ نقش یادگار ہے ' آئینہ ساز کا

"مسلوں" ! جیتے رہے شب ہجر
منہ وصل میں کیا دکھائیں گے ہم

چشم گریاں، ترے رخسار پہ شب تھی کس کی
شبنم آلودہ سا، کچھ فکر سفر ہے کہ نہیں

صورت نقش قدم، مجھ سے اُٹھا جائے کہاں
اس سر راہ پہ بندہ تو رہا، جائے کہاں

خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا سپہر
رہ ! تری خاک کو، میں صرف سبو کرتا ہوں

صبا پیغام یہ کہیو ہمارا، ہم صفیروں کو
سنا جایا کرو، آواز گاہِ ہم اسیروں کو

آپ کو خاک کیا، خاک کو برباد دیا
کوششیں کی ہیں دم عشقِ فنا، کیا کیا کچھ

یارب، یہ کس کا کوچۂ دل کش ہے، جو ادھر
جاتا ہے جی کھنچا مرا، ہر اک قدم کے ساتھ

کون محفل میں، اب ہوا ساقی
ہر طرف سے ہے، بانگ نوشا نوش

کیا عشق کی ہے صید گہ، یاں نیم زخم ناز کو
بے تاب اک جانب خضر، مضطر مسیحا اک طرف

ساتھ اپنے، گر گیا دل بے تاب زیر خاک
تو ہو چکا نصیب مجھے خواب، زیر خاک

اے برق بس اُلجھ کہ نہ اڑ جائیں دھجیاں
دامن اُٹھا کے آئیو! اِس اشیاں تلک

ہے بھری بوئے عطر گریباں سے، مست گل
گل سے چمن، چمن سے ہوا، اور ہوا سے ہم

ہونے پایا مرے قاصد کا نہ پیغام تمام
تھا سخن لب پہ، کہ قاتل نے کیا کام تمام
طپش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
لائیں تسکین کے لئے، لب پہ ترا نام تمام

کرنے نہ پائے نیم تبسم ' کہ بس چلے
جوں غنچہ ' رنگ گلشن ہستی پہ ہنس چلے

رکے ہے ' ضبط سے دم ' آہ سے جگر اپنا
نہ ضبط کرتے ہی بن آئے ہے نہ آہ کئے
سنا ہے "ممنوں" آ مرز گار اس کا نام
اس آسرے پہ ' نہ کیا کیا ' یہاں گناہ کئے

بے طاقتی نے جس جا ہم کو بٹھا دیا ہے
پھر اضطراب دل نے واں سے اُٹھا دیا ہے
خوبی پہ ناز اپنی ' جو کیجیے بجا ہے
مکھڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا ہے [۱]

وفا

تول رائے نام ' خوش گزران اور خوش اوقات تھے - بعض قول کے مطابق خواجہ حسن کے معاصر تھے - کلام میں قدرت اور مہارت کا رنگ ہے اس کے ساتھ ضروریات غزل بھی ہیں سلاست اور روانی بھی ہے ' طرز بیان میں خوبی بھی ' لیکن اثر کم ہے -

عارض پہ تمہارے ' یہ پسینا ہیرے کا ہے ' لعل پر نگینا
اس غم میں ہوی ' گو رہا سلامت پتھر سے بھی سخت ہے ' یہ سینا

[۱] انتخاب حسرت -

روش کچھ اور ہے اس کی ، مرے طریق ہیں اور
دلا ؛ نظر نہیں آتی ہے کچھ نباہ کی راہ

پاؤں " مسلوں " نے نکالے ہیں بہت ، دیکھو تو
ہیں بھی اس شہر میں زنجیر ہلانے والے

کھلا نہ ، حالت " مسلوں " ہے کیا ؟ یہ دیکھوں ہوں
کہ ہاتھ ، دو دو پہر تک دل طپاں پر ہے

غمزے کو پھر ہیں کا وشیں ، اس دل پاش پاش سے
قطرۂ خوں ہے دو بدو ، دشنۂ جاں خراش سے
وصل میں بھی نگاہ شوق ، تا مژۂ یار ، نہ آ سکی
عشوہ کے اہتمام سے غمزے کی دور باش سے
حسرت و یاس ورنج و غم ، محنت و غصہ ، درد وسوز
خانۂ دل کو ، آئے ہیں ڈھونڈھ کے سو تلاش سے

دماغ اس شور ہستی کا کہاں نازک دماغوں کو
مگر اب ، خواب راحت ، زیر دامانِ عدم کیجئے
بھری آتی ہے چھاتی ، یاد میں یاران رفتہ کی
یہ دل اور اس قدر صدمے ؟ بھلا کس کس کا غم کیجئے

بت سے لیتے ہیں کار، حضرت حق
شیخ تک دیکھ اعتقاد ہنوز

ہووے گا دل سے محو، غم یار کب تلک
کیوں ہم نشیں! یہ جاوے گا آزار کب تلک؟
کہنے لگا وہ، سن کے مرا نالۂ و فغاں
یارب! جیا کرے گا یہ بیمار کب تلک؟

نوبت، غم فراق میں پہنچی ہے، جاں تلک
ظالم! شکیب و صبر پھر آخر کہاں تلک؟

اک راہ کوئے زلف، سو سربستہ اے وفا!
ہم آہ کس طرف کے تئیں لیں سراغ دل

کچھ خیریت نہیں نظر آتی مجھے، کہ آ۔
لگتے ہیں اس کے کان سے اغیار، دم بہ دم

بس کہ اپنے انقلاب بخت سے ڈرتے ہیں ہم
بستر گل پر بھی سوزاں ہی، قدم دھرتے ہیں ہم

شعلہ، درہم باؤ سے ہوتا نہیں اے اہل بزم
شمع، سو ہنستی ہے کر کر یاد، پروانے کے تئیں

پہلے تو دل سمجھ میں ' گرفتار ہوگیا
اب چھوٹنا یہ زلف سے دشوار ہوگیا

کہے ہے کس سے ؟ دل ' احوال اپنا
پڑا ہے یاں ہمیں ' جنجال اپنا

کل دل کو لیا ' مکر گئے آج
بس ! آپ کا اعتبار دیکھا

حباب آسا نہ بھول ! ہستی پر اپنی
کہ غافل ! کیا بھروسا ہے نفس کا ؟

اُس کو ' منظور یاں سے جانا تھا　　گریہ میرا ' فقط بہانا تھا
دل نہ کرتا تھا اس طرح سے خراب　　عاقبت ' وہ ترا ٹھکانا تھا

شعلہ زن ہے ہمیشہ ' داغ اپنا　　بجھ نہیں جانتا ' چراغ اپنا

اپنی غرض کو ' ہم تو سبھی کچھ سہیں گے ' لیک
ہوتی ہے گالیوں سے ' تمہاری زباں خراب

عشق میں ' امتیاز رتبہ نہیں　　خاک پائے ایاز ' ہے محمود

واقم

بندرابن نام ' قوم کائستھ ' دھلي کے رھنے والے تھے - ان کي شاگردي کے متعلق مختلف اقوال ھیں ' بعض ' مرزا مظھر کا شاگرد بتاتے ھیں - بعض سودا کا اور کوئی مہر کا شاگرد کہتا ھے ' مگر صحیح یہ ھے کہ مہر ھی کے شاگرد تھے کیونکہ خود مہر نے ان کو اپنے تذکرے میں اپنا شاگرد بتایا ھے ' آخر میں " سودا " کو بھي کلام دکھاتے تھے - فن شعر کے ماھر تھے ' اور خوب کہتے تھے - ان کے اشعار میں روانی کافی ھے ' غزل میں رنگ کسي قدر پھیکا ھے ' تاھم لطف سے خالي نہیں -

---

دل ' کنج قفس میں کر یاد بہت رویا
ھنسنے کے تئیں گل کے ' کریاد بہت رویا

نامہ کا میرے ' اس سے لے کر جواب پھرنا
پر واسطے خدا کے ' قاصد ! شتاب پھرنا
اک وے بھی دن تھے یارب ! جو تھا ھمیں میسر
گلشن میں ساتھ اس کے ' پیتے شراب پھرنا

نہ ترے عشق میں بلبل ھي کو ' نالاں دیکھا
چاک ھر گل کا ' گلستاں میں گریباں دیکھا

شیخ ! کچھ فرق ہے تیرے ہی نظر آنے میں
ورنہ ہے ایک وہی، کعبہ و بت خانے میں

اپنی ہی چشم کے تئیں، تاب نظر نہیں
ورنہ وہ آفتاب، کہاں جلوہ گر نہیں

حسن عمل پہ اپنے، نہ بھول اس قدر کہ شیخ
واں کے معاملے سے کسی کو خبر نہیں

پھول بھٹے، لب دریا جو نہ دیکھے ہوں تو آ
ساتھ آنسو کے ہیں، یاں قطرہ خوں تاب رواں

بیچے ہے، اک نگاہ پہ دل کے تئیں "وفا"
لینا ہو گر تمہیں تو کچھ اتنا گراں نہیں

مے کشوں نے، مے میں پایا، بھنگیوں نے بھنگ میں
مل رہا ہے وہ، طرح پانی کی ہر اک رنگ میں [ا]

[ا] مخزن نکات –

اتنا ہی چاہتا ہوں کہ میں اور عندلیب
آپس میں درد دل کہیں، ٹک بیٹھ کر کہیں

دیکھا نہ ہو جسے میں، کوئی سر زمیں نہیں
پر تخم دل ہو سبز جہاں، سو کہیں نہیں
سنتے تھے ہم جہان میں، اہل کرم کے ہاتھ
آیا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں

مری بد شرابیوں سے، کریں توبہ مے گساراں
زہے وہ عمل کہ ہووے، سببِ نجات یاراں

کام عاشقوں کے کچھ تجھے منظور ہی نہیں
کہنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ہی نہیں
کہتا تھا کون یہ، کہ خوشی تھی جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یاں کوئی مذکور ہی نہیں

یاں تک، قبول خاطر کیجے تری جفا کو
تا سب کہیں کہ "راقم! رحمت تری وفا کو"

معصیت میری بہت ہے، یا کہ بخشش تیری بیش
اپنی رحمت پر نظر کر! میری عصیاں کو نہ دیکھ

سنتے هیں هم، که هوتی هے جگ میں دوام صبح
هوگی کبھی اے چرخ! هماری بھی شام، صبح

کہے کیا، درد دل بلبل گلوں سے
اُڑا دیتے هیں اس کی بات هنس کر
جو چاهے گوهر مقصود اے دل!
صدف کی طرح تو پاس نفس کو

صیاد کیا تو چھوڑے گا مجھ کو، قفس سے آه
کھٹکے هے میری دل میں بہت، خار خار باغ

اے عشق! مجھے کوئی طرح مار
تا یار کہے کہ هاے عاشق

کس کے گلے کے قطرهٔ خوں، هیں ته زمیں
جوں تکمه، اُگتے هیں گل اورنگ اب تلک

ابر ترسے، چشم گریاں کم نہیں
موج دریا هے، شکنجِ آستیں

اے باغباں نہیں ترے گلشن سے، کچھ غرض
مجھ کو قسم هے، چھیڑوں اگر برگ و بر کہیں

ہیں - سنہ ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کفر جو تھا ' دین مرا ہوگیا بت بھی ' نصیبوں سے خدا ہوگیا
کیسي دوا ! مجھ کو مسیحا نے دی درد محبت کا ' سوا ہوگیا

حرم میں ' دیر میں ' جب کوئي رو بہ رو آیا
مجھے یقین ہوا بس یہي کہ تو آیا
اُڑائیں جیب کي لاکھوں ہی دھجیاں میں نے
مگر نہ قبضے میں دامانِ آرزو آیا
کسی کا کوئی بھی مسلوں نہیں ہے کر انصاف
اِدھر سے میں نکل آیا ' ادھر سے تو آیا

کریں ہم کس کي پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم
صنم ہم ' دیر ہم ' بت خانہ ہم ' بت ہم ' برہمن ہم
در و دیوار ہیں نظروں میں اپنی ' آئنۂ خانہ
کیا کرتے ہیں ' گھر بیٹھے ہوئے آپ اپنا درشن ہم
کب اُٹھتے ہیں اُٹھائے سے کسی شیخ و برہمن کے
درِ دلبر پر اپنے ' مار کر بیٹھے ہیں آسن ہم

[۱] دکن میں اُردو -

مژگاں سے دل بچے تو' ٹکڑے کرے ہے ابرو
یہ کہہ کے میں نے اس سے جب دل کی داد چاہی
کہنے لگا کہ "ترکش جس وقت ہو وے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی"

پہونچا نہ آہ درد کو' میرے کوئی طبیب
یارب! عجب طرح کا کچھ آزار ہے مجھے

بیچوں ہوں میں اُس پاس' یہ دل نیم نگہہ کو
اس پر بھی ستم ہے' جو خریدار نہ ہو وے

رونے میں اس قدر تو جگر' اے جگر نہ کر
دیکھا نہ تونے کچھ کہ دل و دیدہ کیا ہوے [۱]

فیض

(میر) شمس الدین نام' دکن کے رہنے والے امیر اور فارغ البال فاضل اور صوفی تھے' اشعار میں ہندی الفاظ اور محاورات اکثر لاتے ہیں تاہم صاف اور سلیس کہتے ہیں - متعدد کتابوں کے مصنف تھے - وفا کے کئی دیوان بھی ہیں جو چھپ بھی گئے

[۱] مخزن نکات - نکات الشعرا - چمنستان شعرا -

کفر ' کافر کو بھلا ' شیخ کو اسلام بھلا
عاشقاں آپ بھلے ' اپنا دل آرام بھلا

شکل انساں میں خدا تھا ' مجھے معلوم نہ تھا
حق سے ناحق میں جدا تھا ' مجھے معلوم نہ تھا
ایک مدت ' حرم و دیر کو ڈھونڈھا ناحق
سہم ہر ' ہر میں چھپا تھا ' مجھے معلوم نہ تھا
ہو کے "خاموش" عجب سیر و تماشا دیکھا
رنگ بے رنگ ہوا تھا ' مجھے معلوم نہ تھا

آشیاں اپنا ' گلستاں سے اٹھا لے بلبل
باغ کو چھوڑ دے ' جنگل کی ہوا لے بلبل
چہچہے کرتی ہے کیا ؟ اس سے نہیں کچھ حاصل
مثل پروانہ پر و بال جلا لے بلبل

چڑھا ہے سولی پہ خاموش ہو کے ' جب منصور
سوائے حق ' نظر آئی نہ دار ' آنکھوں میں [۱]

امین

(خواجہ) امین الدین نام ' عظیم آباد کے رہنے والے تھے - اُن کے خمیر میں دوستی اور دوست پروری تھی ' کچھ دنوں

[۱] دکن میں اردو -

خط جادو ہوں یا میں نقش پا ہوں
غرض ' افتادگی کا رہ نما ہوں
عبث رکھتے ہیں مجھ پر تہمت مرگ
بہت راتوں جگا تھا ' سو رہا ہوں
نہ کر! اس چشم کا پھر مجھ کو بیمار
ابھی اے " فیض " مر مر کے جیا ہوں

نہیں فرق کچھ دیر میں اور حرم میں
جو بت چاہتے ہیں ' خدا چاہتا ہے [۱]

خاموش

(شاہ) معین‌الدین نام ' بیدر (دکن) کے رہنے والے تھے صابریہ طریقے کے فقیر تھے ' کلام میں تصوف کا رنگ ہے ' اس کی خاص خاص اصطلاحیں موزوں طریقے سے لائے ہیں ' زبان عامی زیادہ ہے سنہ ۱۲۸۹ع میں انتقال ہوا [۲] -

---

[۱] دکن میں اُردو -

نوٹ - یہ بھی دکن کے رہنے والے لیکن دھلی کے پیرو تھے - مرتب -

[۲] دکن میں اُردو -

نوٹ - فیض اگرچہ دکن کے رہنے والے ہیں ' لیکن دھلی کے شعرا اور وہاں کی شاعری کے پیرو ہیں اس لئے ان کا نام شعرائے دھلی کے سلسلے میں درج کیا گیا - مرتب -

دیکھ بھال ' اِس دل صد چاک کو لیتے ھیں بتاں
میں نے یہ شیشہ کیا ' کیا ھی هنر سے پیوند ؟

ڈر سے ترے ' نالہ بھی نکلتا نہیں لب سے
ظالم ! ھے ترے ظلم کی تاثیر ھوا پر

دل خیال زلف میں ' بے خواب و بے آرام ھے
رات ھوتی ھے " امیں " بھاری ھر اک بیمار پر

کیا کہوں ؟ یار سے ' اپنی سی کیے جاتا ھوں
گالیاں کھاتا ھوں ' غصے کو پئے جاتا ھوں
جي نکلتا ھے ' یہ لب یاد میں هلتے ھیں تري
مرتے مرتے بھي ترا نام لیے جاتا ھوں

چاک سینے کا مرے لوگ عبث سیتے ھیں
هم تو زخمي ھیں نگاھوں کے ' مگر جیتے ھیں
فائدہ کیا ھے بھلا هم جو کریں فکر معاش
غم کو کھاتے ھیں " امیں " خوں جگر پیتے ھیں

بتاں ' مجھ سے کہتے تھے کیا کچھ نہیں
و لیکن جو دیکھا ' تو تھا کچھ نہیں

مظفر جنگ بہادر کی مصاحبت میں رہے ' اُس کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - مضمون کی تلاش میں آمد کی پروا نہیں کرتے ' بندش اور صفائی میں اِن کا کلام ممتاز ہے -

ان کا ایک مختصر دیوان ہے ' سنہ ۱۲۵۹ ھ تک زندہ تھے -

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا
نزدیک ہمارے ' ہے یہاں کا نہ وہاں کا
مانند نگیں آپ سے کاوش میں پڑا ہے
مشتاق جو کوئی ہے ' یہاں نام و نشاں کا

گھر مرے آنا اگر منظور تھا
آئے ہوتے لطف سے کیا دور تھا ؟

جس کا دل آپ نے لیا ہوگا
خاک میں لے ملا دیا ہوگا
ہم کو کیا ' گر بہار آتی ہے
دل ' وہ غنچہ نہیں کہ وا ہوگا
مل گیا ہوگا خاک میں ' جوں اشک
تیری آنکھوں سے جو گرا ہوگا

شور ہے عالم میں ' تیرے حسن عالم گیر کا
تو ہی ہوگا ' گر کوئی ہوگا تری تصویر کا

جب دکھاتا ہے وہ شرابی آنکھ
وہ نہیں جاتی ہے گلابی آنکھ
لخت دل کتنے رہے ہیں مژگاں سے
ہے مگر خانۂ کبابی آنکھ

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی
عمر کٹنے کو کٹی ، پر کیا ہی خواری میں کٹی ؟
صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں
ہجر کی جب رات ، ایسی بے قراری میں کٹی
تیری آنکھوں کی پرستاری میں دل گھبرا گیا
ہائے اس بیمار کی ، بیمار داری میں کٹی
اس زمانے میں ، "امیں" ، مت کر کسی سے دوستی
شمع کی گردن ، نہ دیکھی ، دوست داری میں کٹی ؟

رنگ چہرے کا زعفرانی ہے ‏ عاشقی کی ، یہی نشانی ہے
کس سے تشبیہ دیں بھلا تجھ کو ؟ ‏ دیکھا یوسف تو تیرا ثانی ہے
شمع رویاں سے اتنا گرم نہ مل ‏ ان کی جو بات ہے ، زبانی ہے
رات دن جھینکتے ہی جانا ہے ‏ کیا " امیں " ایسی زندگانی ہے ؟

خضر نے اک دم پیا تھا ، لے کے آب زندگی
مانگتے ہیں اب تلک ، اُس سے حساب زندگی
کیا بھلا اس مے کدے میں ، جی کسی کا شاد ہو
مر گیا آخر کو پی جن نے شراب زندگی

میں بوسہ جو مانگا ' تو جھلجھلا کے وہ
لگا کہنے : " کیا ہے " ؟ کہا ' کچھ نہیں

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو
ملاقات تیری اگر کم نہ ہو
میں در گذرا صاحب سلامت سے بھی
خدا کے لیے اتنا برہم نہ ہو
ہم آنے کو مانع نہیں غیر کو
پر اتنا بھی خلوت میں ہردم نہ ہو
" امیر " کی غذا اب رہی ہے یہی
الٰہی ! یہ خونِ جگر کم نہ ہو

ہوئی ہے آشنائی جب سے اُس مے نوش سے مجھ کو
جو صاحب عقل ہیں کہتے ہیں اہل ہوش سے مجھ کو
بھڑکتا ہے جگر میرا ' دل پر داغ کی دولت
" امیر " جلنا پڑا اس آتش خاموش سے مجھ کو

کیا کہیں ؟ درد آہ کی تاثیر ؟
گھر کا گھر ہے سیاہ ' مت پوچھو
مفت مارا گیا ' ہزار افسوس
تھا " امیر " بے گناہ ' مت پوچھو

کیا برا وقت تھا ' اُس شوخ سے جب آنکھ لگی ؟
جب تلک جھکتے رہے روز نہ شب ' آنکھ لگی

حیات جاوداں بخشے ہے تیغ آب دار اُس کی
اگر باور نہ آوے جا کے کھاوے ' جس کا جی چاہے

یار بھی اب گلہ لگا کرنے یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

ہاتھ میں اپنا سر ' لیے رہنا
عشق کی پہلی یہ سلامی ہے

زاہد ' کبھو تو گرد نہ پھر یو شراب کے
یاں آگ ہے چھپی ہوئی ' پردے میں آب کے

کہا کرتے ہو مجھ کو ' قابل جور و جفا " یہ ہے "
جو کوئی چاہے کسی کو ' اے مہاں ! اُس کی سزا یہ ہے
برہمن دیر پوجے ہے اور کعبہ کے تئیں زاہد
پرستش ہم جسے کرتے ہیں ' وہ نام خدا یہ ہے

رباعی

یہ جور و جفا ' یہ بے وفائی کب تک
بس کیجئے پاس آشنائی کب تک

معلئي آرام کہا ہے ؟ تو نہ کچھہ سمجھا " امیں "
ہم تو سے اُلٹے ہیں کتاب زندگي

جتنے تھے محفل میں ' تھا سب سے تپاک اور اختلاط
ایک ہم کم بخت گویا واں گنہ گاروں میں تھے
ہاتھہ اُٹھانا جان سے ' پیارے ! بہت دشوار ہے
کیوں ؟ نہ دیکھا کل سبھی تو ناز برداروں میں تھے

بھر عمر گدائي میں بھي کرتے رہے شاہي
دنیا میں جو ٹھاني تھی ' میاں ہم نے نباہي
کیا دین سے غافل ہیں ' " امیں " مردم دنیا ؟
سکے کو سمجھتے ہیں سدا اپنا اِلٰہي

تري نگہ کے جو ہوں گے مارے ' نہ مانگا ہوگا اُنہوں نے پاني
نہ ایسي دیکھي ہے تیغ ہم نے ' نہ ایسي دیکھي ہے آب داري

بتاں ' اُٹھا تے نہیں ہاتھہ میرے سینے سے
رہے ہے سنگ کے تئیں لاگ ' آبگینے سے
نہ اُٹھہ سکے گا مرے لب سے حرف بوسے کا
مٹا سکے ہے کوئي نام کو نگینے سے ؟
" امیں " ضعیف میں اتنا ہوا ' بقول " فغاں "
" اتنک کے آہ نکلتي ہے میرے سینے سے "

حسن

خواجہ حسن نام ' خواجہ إبراهیم کے بیٹے اور خواجہ بهکهاری مودودوي کے نواسے تھے ' دهلی اِن کا وطن تها - وجیہ اور خوبصورت تھے ' لطیفہ گوئی اور موسیقی میں کمال رکھتے تھے ' لکھنئو کی رهنے والی بخشی نام کی طوایف پر عاشق تھے ' اشعار اندر جابجا اپنے خیال میں اِس کے نام کا نگینہ جڑا ہے ' نجوم میں کافی مہارت تهي - کلام میں موسیقیت کا رنگ لفظ لفظ سے نمایاں ہے ' اکثر اشعار دل کی زبان سے کہتے ھیں - جذبات عشق کے اِظہار میں محاورات اور زبان کي چنداں پروا نہیں کرتے ' جعفر علی خاں حسرت کے شاگرد تھے -

حال دل اپنا ' میں هر ایک سے کہوا دیکھا
واں کسي ڈھب سے یہ ہوتے نہ پزیرا دیکھا
وقت نظارہ نہ رو ' کہتے تھے اے چشم تجھے
شدت گریہ سے ' لے خاک نہ سوجھا دیکھا

یہي شوزش عشق ہے تو اِلهي
اِس آغاز کا ' کیونکہ انجام ہوگا
رهی بے قراري اسیروں کی یوں هی
تو صیاد ! ٹکڑے ترا دام ہوگا
موئے هم تو ' پر بے قراري وهي ہے
خدا جانے کب دل کو آرام ہوگا

کرتا ہے کوئی حسن پر اِتنا بھی غرور
دیکھیں تو رہے ہے یہ خدائی کب تک

مثنوی

ایک ہیں آشنا مرے غم خوار
پوچ گو، بے وقوف بد الطوار
ان کی تعریف کیا کروں میں بیاں
کیسی شرمائی ہے گی منہ میں زباں
دل ہے اُن کا کہیں، دماغ کہیں
گھر میں ڈھونڈو تو بھونی بھانگ نہیں
منہ کو اُن کے خدا نہ دکھلاوے
گر کوئی دیکھے خاک کیا کھاوے ؟
چار پیسے کا سیر بھر ٹھرا
پی کے رکھتے ہیں جی میں یہ غرا
آج دنیا میں ہیں جو کچھ، ہم ہیں
مالکِ چار دانگِ عالم ہیں
دیکھتا ہوں جو اُن کی میں صورت
یاد آتی ہے چھن کی مورت
گال جبڑے سے یوں رہے ہیں لپٹ
لگ رہے ہوں کواڑ کے جوں پٹ [1]

[1] مصطلحۂ جاروب — سطحی خرا

آنا محال، ہوش میں ہے مجھ سے مست کا
بد ہوش ہوچکا ہوں، میں روز الست کا

کیسی اٹھ گئی! کہوں یار، کیا تھا کیا ہوا ؟
مٹ گیا نقشہ وہ سب، یک بار کیا تھا کیا ہوا ؟

وہ جب تک کہ زلفیں سنوارا کیا کھڑا اس پہ میں جان وارا کیا

مانوں میں وعدہ، فردا اے یار جب ترے وعدے کا فردا ہوتا

تو جو ڈھونڈے ہے "حسن"! خلوت کو
عین خلوت میں اکیلا ہوتا

دل دلاسوں سے کرے ہے آہ و زاری بیش تر
خانۂ ماتم میں ہو پُرسے سے، زاری بیش تر

جاں بخشی کو بھی آیا نہ دم نزع "حسن"
اس نے اس وقت میں بھی ہم سے چھپائیں آنکھیں

بھلا میں دوانا سہی پر یہ ناصح
مرے ساتھ بکتا ہے، عاقل کو دیکھو
یہاں تھک کے بیٹھے ہو کیا راہ میں تم ؟
چلو راہ رو! اپنی منزل کو دیکھو

اگر تیغ سے جاں بخشی کو آے
تو اِس میں تمہارا بڑا نام ہوگا

جو بندہ خانے میں آئے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا
کسی کے دل کو جو خوش کروگے خدا تمہارا بھلا کرے گا

عالم اِس حور کي جو جلوہ گري کا دیکھا
پھر یہ جلوہ نہ کسي حور و پري کا دیکھا

پہونچے وہاں کچھہ، جب تیرا پیغام ہمارا
یہاں تب تیرا آخر ھي ھوا کام ہمارا

کیا قتل اور جان بخشی بھي کی
"حسن" اِس نے احساں دوبارا کیا

اُمنڈ کے آنکھہ سے اک بار بہہ چلے آنسو
ھنسی ھنسي میں، جو ذکر وداع یار ھوا

وقتِ وداع یار دل بے قرار نے
یہ آہ کي کہ عرش مُعلّٰی ھلا دیا

گرفتار

سلکي بیگ نام، قوم کے مغل فوج میں ملازم، حاتم کے شاگرد تھے، کلام میں تغزل کی شان ہے، زبان بھي صاف اور سلیس ہوتي ہے [۱] -

---

ساقی یہ غنیمت ہے جو دم جام سے گزرے
اس عالم فانی میں بھروسا نہیں دم کا

جستجو دنیا کی مت کر اے "گرفتار" اس قدر
کیا بھروسا ہے جہاں میں، عمر بے بنیاد کا

خانہ خراب، عشق إکا ہو اور کیا کہوں
خواب عدم سے سوتوں کو ناحق جگا دیا

اس طرف گزرے کبھو، اس شہ سوار حسن کو
اے صبا! کہیجو ہماري خاکساري کي خبر

لطف سے تیرے تو کچھ دور نہیں، پر ہم کو
ناتوانی سے ہے ہر ایک قدم پر منزل

[۱] مجموعۂ نغز ج ۲، ص ۱۳۸ - میر قدرت اللہ قاسم، مرتبۂ محمود شیراني -

حقیقت کہیں کیا ، ہم اپنی انجمن کی
نہ تھی واں خبر ، اپنے ہی تن بدن کی
اگر جاں کنی میں وہ جاں بخش آوے
تو ہو نزع سے جان بخشی "حسن" کی

یہ تو نے مجھ سے نالۂ شب گیر! کچھ نہ کی
یاں دل جلایا اور وہاں تاثیر کچھ نہ کی

کب میں کہتا ہوں کہ میری جان جانے سے رہے
پر تک ایسا ہو کہ یہ دل تلملانے سے رہے
آہ کس کس بے وفائی کا ؟ میاں ! کیجے شمار
اور تو سب اک طرف ، منہ بھی دکھانے سے رہے
کس طرح سے زیست ہو وے گی بھلا اے دوستو !
اب تو قاصد بھی ، اِدھر کو آنے جانے سے رہے

آکر بلا سے قتل ہی کر جائے مجھے
صورت اِسی بہانے سے دکھلائے مجھے

ہم نے ایذا جو اے صنم بخشی
یہ بھی سرکار کی ، کرم بخشی [۱]

[۱] سخن شعرا ۔ عطاءاللہ جاوید ۔

موجِ گل ' حلقۂ زنجیر ہوئی ہے بلبل
پھنس گئے ہم تو ' کہیں تو نہ خبردار پھنسے

دل جو ہے بے قرار کیا جانے ؟
کس کا ہے انتظار کیا جانے ؟
درد مندوں میں ' دیکھئے وہ شوخ
کس کا ہو غم گسار ؟ کیا جانے

عظیم [۱]

(مرزا) عظیم بیگ نام ' کابلی اصل ' مگر دهلي میں آباد ہوگئے تھے ' " حاتم " کے شاگردوں میں ان کا درجہ بھی بلند تھا ' قریب قریب ہر صف میں طبع آزمائی کي ہے ' لیکن میدان غزل ھي رہا ہے ' کلام میں خیال بندي اور نفاست ' لطافت بیان اور مضمون آفرینی کي شان ہے - اور آخر عمر میں خواجہ میر " درد " اور " سودا " سے بھي توسل تھا - " میر انشا " کا زمانہ بھی پایا تھا ' بلکہ ان کي ھجو میں ایک مخمس بھی موجود ہے -

---

اتنی تو بے حواسي ' دیدار کی ہوس پھر
بس ہم نے موسئی دل دیکھا شعور تھرا

[۱] مجموعہ نغز -

خدا کے واسطے' کوئی کہو میرے مسیحا کو
جو آتا ہے تو آ! کوئی رمق ہے جان آنکھوں میں

اے "گرفتار" اس کی باتوں پر نہ بھول
یہ لگاوٹ کی ہیں دل آویزیاں

شکایت ترے جور کی' کیا کریں ہم؟
خدا جو دکھاتا ہے ہم دیکھتے ہیں
جگر جل گیا' آتش غم سے اپنا
تعجب ہے آنکھوں کو نم دیکھتے ہیں

جلتا ہے جگر' جاکے کہو دیدۂ تر کو
اے خانہ خراب! آگ لگے ہے ترے گھر کو

آتش غم سے شب ہجراں میں با سوز و گداز
شمع کے مانند جلتا ہوں سحر تک شام سے

شب ہجراں میں تیری کیا کہوں؟ جو کچھ کہ گذرے ہے
کٹے ہے دن تو جوں توں' پر قیامت رات بھاری ہے

درد ہو جس کے' کچھ دوا کیجے
جی ہی بے چین ہو تو کیا کیجے؟

بعد مرے ہوئی ' یہاں [ا] عشق کو تاثیر نصیب
مثل سیماب ' موئے پر ہوئي اکسیر نصیب

روشن کرے ہے نام نگیں کر کے روسیاہ
ہے اس میں بھی ہنر جو کرے اختیار عیب

خاک غبار خاطر و باد دم حباب
آب شراب و آتش رنگ گل بہشت
چاروں یہي عناصر موہوم کر بہم
دل کي ہمارے صانع قدرت نے کی سرشت

پیدا کرے جو نام کوئی تو مٹے ہے کھوج
عنقا کے جي سے پوچھئے نام و نشاں کي بات
بیٹھا ہوں سر لیے تری تقریر پر " عظیم "
جوں شمع سرکے ساتھ ہے میری زباں کي بات

ہوں میں وہ مست ازل ساکن ظلمات کہ جو
حشر کو بھی نہ سنوں کان سے آوازۂ صبح

جوں صبح چاک جیب سے ذرہ پھرے نہ آنکھ
یہاں ہے بہ شکل مہر نظر تار تار پر

[ا] تمام نسخوں میں " یہاں " ہے لیکن " یاں " پڑھا جائے گا ' اس دور میں اکثر یہي صورت نظر آتي ہے ۔ مرتب ۔

شوق میں تیرے ' لگا نام کو عالم کے کلنک
تو بھی تو مثل نگیں ' گھر سے نہ باہر نکلا

موقوف نہ ساقی ہی پہ رکھ کام ہمارا
تو ہی کہیں اے عمر ! بھر اب جام ہمارا

جلوہ فرما ' کل جو مے خانے میں وہ مے نوش تھا
مثل جام و شیشہ ' دل با دیدہ ہم آغوش تھا

ہر آن ہم غلی ہیں ' عریاں تنی کی دولت
جامہ رکھے سو جانے ' دامن دراز کرنا

نالہ و شور و فغاں ہے تری دم سازی سے یار !
ورنہ جوں نے ' دل ہمارا محض بے آواز تھا

کل چشم خوں فشاں سے ' گلزار پیرہن تھا
دامن کا تھا جو تختہ ' یک تختہ چمن تھا

عقل و ہوش ایدھر کو دل کھینچیں اُدھر وحشت چلیں
دیکھیے ہوتا ہے کس کے یہ دریکتا نصیب

قطرۂ نیساں کا موتی، فی‌الحقیقت آب ہے
اشک جب آنکھوں سے ٹپکا، گوہر نایاب ہے

رباعی

پوشاک پہن کے، سج بنائی تو کیا ؟
جوں آئینہ کی جو خود نمائی تو کیا ؟
موہوم ہے جوں عکس، نظر میں یہ شکل
آئی تو کیا و اگر نہ آئی تو کیا ؟

مخمس ہجو انشا

وہ فاضل زمانہ ہو تم جامع علوم
تحصیل صرف و نحو سے جن کی مچی ہے دھوم
رمل و ریاضی حکمت و ہیئت جفر نجوم
منطق بیاں، معانی، کہیں سب زمیں کو چوم
تیری زباں کے آگے نہ دھقاں کاہل چلے
اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق
دیوان شاعروں کے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علی، نظیری کی طاقت ہوئی ہے طاق
ہرچند ابھی نہ آئی ہے فہمید جفت و طاق
ٹنگری تلے سے قدسی و عرفی نکل چلے
نزدیک اپنے آپ کو کتنا ہی سمجھو دور
پر خوب جانتے ہیں مجھے جو ہیں ذی شعور

غم میں ترے جو یونہیں اڑائے پھریں گے خاک
پہنچے گی کوئی دن میں زمیں آسمان پر
جوں شانہ سینہ چاک ہوں لیکن سوائے شکر
گذرا کبھی نہ شکوہ سر مو زبان پر
تقریر سر گذشت نہ پوچھو کہ خامہ وار
آتا ہے گریہ ہر سر حرف بیان پر

بانگ و صلوۃ شیخ پہ ناداں نہ جائیو
یہاں کاٹنا گلو کا ہے تکبیر سے غرض

ہے خاک درسے تری' آرزو تیمم کی
بھرا اگرچہ ہے آب رواں سے خانۂ دل

حال دل کہنے کی یارب ہم سے کیا تدبیر ہو
جوں قلم پہلے زباں کٹ لے تو پھر تقریر ہو

خاک ساری پہ سیہ چشموں کی' مت جا اے دل
سرمہ سا پھرتے ہیں یہ' آنکھوں میں گھر کرنے کو

ٹیکے ہے تری چشم تو کہتا ہے یہ ساغر
پیمانہ ابھی عمر کا یارب! کہیں بھر جائے

ایک جگہ ' سودا ' اور ' مہر ' دونوں کے متعلق لکھتے ہیں -

' مرزا ' و ' مہر ' دونوں باہم تھے نیم ملا
فن سخن میں یعنے ہر ایک تھا ادھورا
اس واسطے " بقا " اب ہجوؤں کي رسیماں سے
دونوں کو باندھہ باہم میں نے کیا ہے پورا [۱]

بقا کی زندگی افلاس اور تنگدستي میں گذري لیکن خود داري کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوٹا -

بقا کي طبیعت میں رنگیني اور شگفتگي تھي اس سے اُن کے کلام میں درد کم ہے - زود رنجی اور تند مزاجی نے ان کو ہجو گوئی کي طرف مائل کر دیا تھا -

بقا سنہ ۱۲۰۶ھ میں عتبات عالیات کي زیارت کے لئے روانہ ہوئے مگر راستے میں انتقال کیا -

خال لب آفت جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
دام دانے میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
خواہش سود تھی سودے میں محبت کے ولے
سر بسر اس میں زیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

[۱] مجموعہ نغز ج ۱ ص ۱۱۱ -

وہ بحر کون سی ہے نہیں جس پہ یاں عبور

کب میری شاعری میں پڑے شبہہ سے قصور

بن کر قمل نکالنے کو تم خلل چلے

موزونی و معانی میں پایا نہ تم نے فرق

تبدیل بحر سے ہوئے بحر خوشی میں غرق

روشن ہے مثل مہر ' بہ از غرب تا بہ شرق

شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق

وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

بقا [۱]

بقاءاللہ نام ' آبائی وطن اکبرآباد ' مولد دہلی اور مسکن لکھنئو تھا - شاعری کے ساتھ ساتھ تسخیر کواکب کا بھی شوق تھا - فارسی میں مرزا فاخر یکتا سے اصلاح لیتے اور فسکین تخلص کرتے تھے - اُردو میں درد اور حاتم دونوں کے شاگرد تھے - خودبیں اور زود رنج آدمی تھے - کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ' نازک دماغی میں میر اور تندمزاجی میں سودا کا جواب تھے - معرکۂ سخن میں دونوں سے دست و گریبان ہو جاتے تھے ۔ میر کی نسبت کہتے ہیں :—

پگڑی اپنی سنبھالئے گا میر

اور بستی نہیں یہ دلی ہے

---

۱ - بقا ' کو بعض تذکرہ نویسوں نے صرف " حاتم " کا شاگرد لکھا ہے ' اگرچہ " درد " کا زمانہ بھی پایا تھا ' لیکن ان کے کلام پر " حاتم " کی پیروی کا رنگ غالب ' ہے اسی لئے " حاتم " کے تلامذہ کے سلسلے میں ان کا نام رکھا گیا - مرتب -

کیا کریں ؟ سہلہ جو ناصح سے چھپاتے نہ پھریں
داغ ہے داغ ہیں کچھ اپنے گریباں کے تلے

دل سے نکلے کہیں پابوسئی قاتل کي ہوس
کاش وہ خوں کو مرے رنگ حنا ہی جانے
تیرے بیمار کو کب ہووے شفا جس کے طبیب
نہ تو کچھ درد کو پہنچے نہ دوا ہي جانے

کچھ تعین نہیں اس راہ میں جوں ریگ رواں
جس جگہہ بیٹھ گئے آہ وہي منزل ہے
کھول دو ! عقدۂ کونین " بقا " کے پل میں
یا علي تم کو یہ آسان ، اُسے مشکل ہے

جدا مت ہو اے داغ چھاتي سے میرے
گئے دل کا ، اب اک نشاں ہے تو تو ہے

میں تو آیا تھا "بقا" باغ میں سن جوش بہار
پر یہ ہنگام خزاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

پہنچی اُس بت کو خبر نالۂ تنہائی کی
مدعی کون کھڑا تھا پس دیوار لگا

قضا نے حال کل، جب صفحۂ تقدیر پر لکھا
مری دیوانگی کا ماجرا زنجیر پر لکھا

کعبہ تو سنگ وخشت سے اے شیخ مل بنا
کچھ سنگ بچ رہا تھا سو عاشق کا دل بنا

ڈالا نہ بار عشق، زمیں پر "بقا" نے یار
سر سے اگر گرا تو لیلی تھام دوش پر

آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں
اس کا میں دیکھنے والا ہوں "بقا" واہ رے میں

تجھ سیہ چشم سے امید وفا جو رکھیں
چاہئے اشک سے پہلے ہی وہ منہ دھو رکھیں

تصحیح اغلاط

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	۴	اشروع	شروع
۲	۱۲	۹	کرادیں	کردیں
۳	۲۲	۱۷	أساسان	أساساں
۴	۲۹	۳	فطب	قطب
۵	۲۹	۱۷	نانون	نانوں
۶	۲۹	۱۸	طوبان سون	طوباں سوں
۷	۲۷	۱۷	کون	کوں
۸	۲۸	۷	پھولان	پھولاں
۹	۲۸	۸	تون	توں
۱۰	۲۸	۹	چمنان	چمناں
۱۱	۲۸	۱۳	سون	سوں
۱۲	۲۸	۱۴	کون	کوں
۱۳	۲۸	۱۹	تون	توں
۱۴	۲۹	۷	اوس	اُس
۱۵	۲۹	۱۹	کون	کوں
۱۶	۳۰	۱۲	شاھان	شاھاں
۱۷	۳۰	۱۷	مہرا گلستان	مرا گلستاں

نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶	۱۵۹	۸	آسمان اور زمین	آسماں اور زمیں
۳۷	۱۵۹	۹	کون	کوں
۳۸	۱۵۹	۱۳	سکون	سکوں
۳۹	۱۵۹	۱۷	جہان	جہاں
۴۰	۱۹۷	۱	رمانے	زمانے
۴۱	۴۰۰	۶	الطوار	اطوار

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۳۰	۲۰	تون	توں
۱۹	۳۰	۲۱	امامان	اماماں
۲۰	۳۱	۹	تہن	تہں
۲۱	۳۳	۱۸	دپا	دیا
۲۲	۳۳	۹	تاز	ناز
۲۳	۳۸	۱	حمار	خمار
۲۴	۴۰	۳	نہن	نہں
۲۵	۴۰	۱۶	انندان	اننداں
۲۶	۴۵	۲	حون	خوں
۲۷	۵۴	۹	ایس	اپس
۲۸	۵۴	۱۶	رصوان	رضواں
۲۹	۵۶	۱۶	نہن	نہں
۳۰	۹۱	۲۱	مہزان	مہزاں
۳۱	۹۲	۱	عاشقان	عاشقاں
۳۲	۹۷	۴	کون	کوں
۳۳	۹۸	۵	آن	اں
۳۴	۹۸	۱۰	آئین	آئیں
۳۵	۱۳۷	۲۰	معزون	معزوں